المُرشِد

فی

مسائلِ التّجوِیدِ والوُقفِ

تالیف

حضرت صاحب الفضیلة الاُستاذ الجلیل

المقری اظہار احمد التھانوی

قرأت اکیڈمی ®
لاھور

اَلْمُرْشِدُ

فی

مَسَائِلِ التَّجْوِیْدِ وَالْوَقْفِ

تالیف

حضرت صاحب الفضیلۃ الاُستاذ الجلیل
المقری اظہار احمد التھانوی

قرأت اکیڈمی
28-الفضل مارکیٹ 17-اُردو بازار، لاهور فون: 2423 712-042

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتباہ

نام کتاب	-------	المرشد فی مسائل التجوید و الوقف
مؤلف	-------	قاری المقری اظہار احمد تھانویؒ
ناشر	-------	قرآءت اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور
کمپوزنگ و	-------	یونیک گرافکس
سرورق ڈیزائن	-------	الفضل مارکیٹ' اُردو بازار لاہور

عرض ناشر

الحمد لله المنزل لكتابه المبين و الصلوة و السلام على اشرف المرسلين المعلم لآيات رب العالمين وعلى آله و اصحابه و جميع المشائخ و المقرئين إلى يوم الدين.[1]

امابعد! اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے قبلہ والد صاحب استاذ القراء والمجودین الشیخ القاری المقری اظہار احمد التھانوی نوراللہ مرقدہ کی ایک عظیم کتاب جو تجوید اور وقف کی جملہ ابحاث کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے یعنی "المرشد فی مسائل التجوید والوقف" زیور طباعت سے آراستہ ہوکر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اس جامع اور مفصل کتاب میں تاریخ جمع قرآن وکتابت قرآن اور دیگر نادر معلومات کے علاوہ تجوید اور وقف کی وہ بیش بہا معلومات جمع ہیں جو اردو ادب میں تو کجا عربی کتب میں بھی ایک جگہ اکٹھی ملنا بہت مشکل تھیں۔ کتاب کے مقدمہ میں بھی نہایت علمی اور پُرمغز ابحاث کی گئی ہیں۔ جیسے حفاظت قرآن۔ جمع وتدوین قرآن۔ قراءات متواترہ۔ اہمیت تجوید اور تحسین صوت۔ نیز سند کی اہمیت وغیرہ بڑے اچھوتے موضوعات ہیں۔

یہ کتاب ہمیں مسودہ کی صورت میں دستیاب ہوئی اور مسودے کا جس طرح کا انداز تھا اس سے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی تھی کہ قبلہ والد صاحب اس کتاب کو

---

[1] یہ خطبہ المرشد فی مسائل التجوید والوقف میں حضرت مؤلف ؒ نے ابتدائی صفحہ پر دیا ہے مگر کسی قسم کے ابتدائی کلمات تحریر نہیں کیے۔ ہوسکتا ہے کہ کتاب کی تکمیل کے بعد ان کا ارادہ ایک جامع و مانع ابتدائیہ کی تحریر کا ہو۔ تبرکاً یہ خطبہ عرض ناشر میں شامل کیا جارہا ہے۔

بہت ہی جامع مفصل اور پُراز معلومات ایک تالیف کی شکل دینا چاہتے تھے لیکن ان کو اس پر مزید تحقیقی کام کی مہلت نہ مل سکی۔

بہرحال اہل علم کی علمی امانت کے طور پر ہم اس کتاب کو ہدیہ شائقین کر رہے ہیں۔اس کتاب کی نوک پلک درست کرنے میں چھوٹے بھائی عزیز القدر قاری المقری نجم الصبیح التھانوی سلمہ کی شب و روز کی بے انتہا محنت و کاوش ہے۔نیز برادرم حضرت مولانا قاری المقری محمد ادریس العاصم مدظلہ العالی کی معاونت و مشاورت بھی ہر دم حاصل رہی ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک ان دونوں حضرات کی خدمت کو قبول فرمائے آمین۔نیز اس کتاب کی تزئین و آرائش میں برادرم عاطف محمود صاحب کی خدمات کا تذکرہ کرنا بھی بہت ضروری سمجھتا ہوں جس کی بدولت یہ کتاب اس قدر خوبصورت اور دیدہ زیب انداز میں طبع ہو رہی ہے۔

اللہ پاک کے حضور دعا ہے کہ وہ جملہ معاونین کی کاوش کو قبول و منظور فرمائے آمین یارب العالمین

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر کسی مقام پر کوئی بات علمی لحاظ سے کھٹکے تو اس سے مطلع کریں کیونکہ کتاب کا مسودہ جو ہمیں ملا وہ ابتدائی شکل پر تھا اور اس کو موجودہ شکل میں لاتے ہوئے مسائل میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی رہ جانا بعید نہیں ہے۔

والسلام علیکم

عزیز احمد تھانوی

(مدیر ادارہ)

17-06-2003

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقَدّمَۃ

فصل اول: ہدایت انسانیت

سوال: انسانیت کی ہدایت کے لیے اللہ رب العزت نے کیا طریقہ اختیار فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو خلق فرما کر دنیا میں بھیجا تو اس کی روحانی و اخلاقی تربیت کے لیے اپنے برگزیدہ پیغمبروں کو ان کی جانب مبعوث فرمایا۔ ان پیغمبروں میں سے صاحب شریعت رسولوں کو کتب سماوی بھی عطا فرمائی گئیں تا کہ اس زمانے کے لوگوں کی روحانی و اخلاقی تربیت کا ایک سر چشمہ ان کے درمیان دستور العمل کی صورت میں موجود رہے۔

سوال: صاحب شریعت رسولوں کو جو کتب سماوی عطا ہوئیں ان کی تفصیل بیان کریں؟

جواب: مسند احمد کی حدیث ہے:

قَالَ اَبُوْ ذَرٍّ قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمْ وَفَاءُ

عِدَّةِ الْاَنْبِيَآءِ قَالَ مِائَةُ اَلْفٍ وَ اَرْبَعَةٌ وَّ عِشْرُوْنَ اَلْفًا اَلرُّسُلُ مِنْ ذٰلِکَ ثَلٰثُ مِائَةٍ وَ خَمْسَةَ عَشَرَ جَمًّا غَفِيْرًا۔

(مسند احمد۔المشکوٰۃ المصابیح)

''یعنی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! انبیاء علیہم السلام کی کل تعداد کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تھے۔ ان میں سے تین سو پندرہ (صاحب کتاب) رسول تھے جو کافی بڑی تعداد ہے۔''

تین سو پندرہ صاحب کتاب رسولوں کے نام نہ تو قرآن مجید میں ہیں اور نہ احادیث میں۔ قرآن میں صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ کا تذکرہ موجود ہے۔ علماء کا اس امر کے متعلق اختلاف ہے۔ بعض کے قول کے مطابق حضرت شیث ؑ پر پچاس صحیفے، حضرت ادریس ؑ پر تیس صحیفے، حضرت آدم علیہ السلام پر دس صحیفے اور حضرت ابراہیم ؑ پر بھی دس صحیفوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ اپنی تفسیر عثمانی میں تنبیہ کے ذیل میں فرماتے ہیں: ''بعض روایات ضعیفہ میں ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ پر دس صحیفے اور حضرت موسیٰ ؑ پر تورات کے علاوہ دس صحیفے نازل ہوئے تھے، خدا جانے کہاں تک صحیح ہے۔''

(تفسیر عثمانی ص ۷۸۸)

سوال: چار بڑی آسمانی کتب کونسی ہیں اور وہ کن پیغمبروں پر نازل ہوئی ہیں؟

جواب: (۱) تورات: یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۲) زبور: یہ حضرت داود علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۳) انجیل: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

(۴) قرآن حکیم: یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

لیکن یہ امر واضح رہے کہ اب ان کتب میں ماسوا قرآن حکیم کے بقایا تینوں کتب تحریف وتبدل کا شکار ہو کر اپنی ہیئت کھو چکی ہیں۔

حفاظت قرآن کریم

سوال: اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ بقایا تینوں کتب تحریف وتبدل کا شکار ہو چکی ہیں؟

جواب: قرآن حکیم میں اس سے متعلق بہت سی آیات آئی ہیں، ہم یہاں صرف دو آیات اور ان کا ترجمہ اور تفسیری نکات بیان کریں گے:

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتَابَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ○ (البقرۃ:۷۹)

”سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے تاکہ لیں اس پر تھوڑا سا مول، سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو اپنی اس کمائی سے۔“

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں علامہ شبیر احمد عثمانی تحریر فرماتے ہیں ”یہ وہ لوگ (علماء یہود) ہیں جو ان عوام جاہلوں کے موافق باتیں اپنی طرف سے بنا کر لکھ دیتے تھے اور اللہ کی طرف ان باتوں کو منسوب کرتے مثلاً تورات میں لکھا تھا کہ پیغمبر آخر الزماں خوبصورت، پیچواں بال، سیاہ آنکھیں، میانہ قد، گندم رنگ پیدا ہوں گے۔ انہوں نے اسے تبدیل کر کے اس طرح لکھا کہ لمبا قد، نیلی آنکھیں اور سیدھے بال“ تاکہ عوام آپ کی تصدیق نہ کر لیں اور ہمارے دنیاوی منافع میں خلل نہ آ جائے۔

اور دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَاِنَّ مِنۡهُمۡ لَفَرِيۡقًا يَّلۡوٗنَ اَلۡسِنَتَهُمۡ بِالۡكِتٰبِ لِتَحۡسَبُوۡهُ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الۡكِتٰبِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ. (آل عمران:۷۸)

اوران میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تا کہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر۔

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ فرماتے ہیں ''یہ اہل کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر ایسے انداز اور لہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آجائے اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے' یہ ہی نہیں بلکہ زبان سے دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہے۔ حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ اللہ کے پاس سے آیا ہے بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بہ ہیئت مجموعی اللہ کی کتاب نہیں کہہ سکتے' کیونکہ اس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعل سازیاں کی گئی ہیں۔ آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں ان میں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور بعض مضامین ایسے درج ہیں جو قطعاً اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔

سوال: یہ کیسے معلوم ہوا کہ قرآن حکیم تحریف وتبدل سے محفوظ ہے؟

جواب: اس کا جواب بھی اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرمار ہے ہیں:

ذٰلِكَ الۡكِتٰبُ لَا رَيۡبَ ۛۚ فِيۡهِ ۛۚ (البقرہ:۲)

یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍo (حم السجدہ:۴۲)

اس پر جھوٹ کا دخل نہیں آگے سے اور نہ پیچھے سے اتاری ہوئی ہے حکمتوں والے سب تعریفوں والے کی۔

سوال: آیات قرآنی سے واضح کیجیے کہ قرآن کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی جبکہ دیگر کتب کی حفاظت انسانوں کے ذمہ تھی۔

جواب: اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں واضح طور پر قرآن کی حفاظت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَo (الحجر:۹)

''بے شک ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی آیات کی حفاظت وتلاوت کا اس طرح ذکر فرماتے ہیں:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗo (القیامۃ:۱۷)

''بے شک ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع رکھنا آپؐ کے سینہ مبارک میں اور پڑھنا آپ کی زبان سے''۔

جبکہ دیگر کتب کی حفاظت ان کے پیغمبروں اور علماء پر تھی جیسا کہ ارشاد ربانی ہوتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ

كِتٰبِ اللّٰهِ وَ كَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ. (المائدة:۴۴)

''ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ کے' یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے' اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبر گیری پر مقرر تھے۔''

سوال: دیگر کتب کے مقابلے میں قرآن کریم کی حفاظت کا اس قدر اہتمام کیوں فرمایا گیا؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے جو رسول مبعوث فرمائے اور جو کتب نازل فرمائیں' وہ ایک خاص قوم' مخصوص مدت اور مخصوص وقت کے لیے تھیں۔ ہر نبی اور رسول نے اپنی قوم کی ہدایت کے لیے سعی فرمائی اور چونکہ ان کتب کی حفاظت انسانوں کے ذمہ تھی' لہٰذا انقلابات زمانہ کی وجہ سے یہ کتب تحریف وتبدل کا شکار ہوئیں۔ مگر اس کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لیے ہادی بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کی نبوت کو تا قیامت جاری رکھا اور آپؐ کی ذات اقدس کو خاتم النبیین بنایا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ جیسے آپ کی نبوت عالمگیر ہے اور تا قیامت باقی رہنی ہے اسی طرح آپ پر نازل کی جانے والی کتاب مبین کو بھی تا قیامت قائم ودائم رکھنے کا اہتمام کیا جاتا اور چونکہ حفاظت قرآنی انسانوں کے بس کی بات نہ تھی لہٰذا اللہ رب العزت نے اس کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت کس طرح فرمائی؟

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت کس کس انداز میں فرمائی؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت مختلف طریقوں سے کروائی:

(۱) اس کو ضبط تحریر میں لایا گیا۔

(۲) اس کی ادائیگی کی حفاظت کی گئی۔

(۳) تمام کلمات قرآنی کی حفاظت ہوئی۔

(۴) قرآن کی حفاظت بذریعہ حفظ

(۱) ضبط تحریر

پہلے طریقہ کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق اس کو کاتبان وحی سے لکھوایا۔ یہ وحی کھجور کے پتوں کے چوڑائی والے حصوں، اونٹ کے شانے کی ہڈیوں، پتھروں اور چمڑے وغیرہ پر لکھوائی گئیں۔ اس طرح آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ میں پورا قرآن شریف لکھا ہوا موجود تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو تحریری طور پر محفوظ کرنے کے لیے بہت اہتمام کیا اور قرآن کو ایک مخصوص طرز تحریر پر لکھا گیا جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تھا۔ یہی طرز تحریر آگے چل کر رسم عثمانی کہلایا۔ علامہ شاطبیؒ رسم قرآنی یا رسم عثمانی کے تمام اصول وضوابط کو آنحضرت ﷺ کی سنت قرار دیتے ہیں:

وَكُلُّ مَا فِيهِ مَشْهُورٌ بِسُنَّتِهِ
وَلَمْ يُصِبْ مَنْ أَضَافَ الْوَهْمَ وَالْغِيَرَا

"یعنی تمام وہ اصول جو اس رسم میں ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہونے کے ساتھ مشہور ہیں جس نے رسم کو وہم وتغیر کی طرف منسوب کیا ہے اس نے کوئی درست بات نہیں کہی ہے۔
یعنی قرآن کے مخصوص رسم سے اس کی لکھائی کی حفاظت ہوئی۔"

(۲) ادائیگی کی حفاظت

قرآن کی دوسری حفاظت اس طریقہ سے کی گئی کہ اس کو ادائیگی کے لحاظ سے محفوظ کیا گیا' حروف کو صحیح مخرج سے نکال کر اس کی صفات لازمہ ومحسنہ کے ہمراہ اسے ادا کرنا فرض قرار دیا گیا اور اس سے روگردانی کرنے والا گناہ گار تسلیم کیا گیا' اسی کے متعلق علامہ جزریؒ اپنے ''مقدمہ'' میں فرماتے ہیں ؎

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ
مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ
لِاَنَّهٗ بِهِ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا
وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا

اور حاصل کرنا تجوید کا واجب ہے' ضروری ہے جو تجوید کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے کیونکہ قرآن تجوید کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور اسی طرح تجوید کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ہم تک پہنچا ہے۔

یعنی تجوید کے ذریعہ قرآن کی ادائیگی کی حفاظت ہوئی۔

(۳) کلمات قرآن کی حفاظت

اور تیسرے طریقہ حفاظت قرآن کے سلسلہ میں کلمات کی حفاظت تھی اور یہ اس طرح کی گئی کہ تمام کلمات مختلف جو سبع احرف میں وارد ہیں ان کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو دی اور صحابہ کرامؓ سے اس علم کو تابعینؒ نے حاصل کیا اور تابعین حضراتؒ سے تبع تابعینؒ کو منتقل ہوا اور یہی علم قرآءت ہے یعنی علم قرآءت ایک ایسا علم ہے جس سے وحی قرآنی کے کلمات کا

اختلاف معلوم ہوتا ہے۔اور اس کا مقصد یہ ہے کہ قرآنی کلمات کی ادا کو تحریف کی تمام اقسام سے بچانا۔

(۴) قرآن کی حفاظت بذریعہ حفظ

حفاظت قرآن کا سب سے اہم اور مشہور و معروف طریقہ جو آنحضرت ﷺ کے دور سے چلا آتا ہے، وہ حفظ قرآن ہے۔ آنحضرت ﷺ بذات خود حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن حاصل فرماتے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو آپ کے سینہ مبارک میں محفوظ فرما دیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے قرآن کو حفظ فرمایا اور اس فخر میں صحابہ کرامؓ کے علاوہ متعدد صحابیاتؓ بھی شامل ہیں۔جن کے نام آگے چل کر ہم ذکر کریں گے۔

یہ حفاظت قرآن کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے اب تک چلا آرہا ہے۔بے شمار مرد و زن، بچے، بوڑھے حفظ قرآن سے سرفراز ہیں۔

اور اس طرح حفاظت قرآن کے چاروں طریقے اور علوم قرناً بعد قرن ہم تک پہنچے۔

فضائل قرآن سے متعلق آیات قرآنی و احادیث مبارکہ

سوال: قرآن حکیم کو پڑھنے والوں کے لیے جن انعامات کا اعلان قرآن میں آیا ہے وہ آیات بیان کریں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو پڑھنے والوں کے لیے بہت سے انعامات کا اعلان فرمایا ہے جو قرآن کو حفظ کرنے والوں کے جذبہ شوق کو مزید مہمیز دیتے ہیں۔یہ انعامات قرآن اور حدیث دونوں میں وارد ہیں۔قرآن حکیم میں سورۃ الفاطر میں ارشاد ہوتا ہے:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَّمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ○ (الفاطر:۳۲)

پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (دنیا جہاں کے) بندوں میں سے پسند فرمایا' پھر بعض تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض ان میں متوسط درجہ کے ہیں اور بعض ان میں وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کرتے ہیں یہ (اللہ کا) بڑا فضل ہے۔

امام قرطبیؒ اپنی تفسیر میں اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

یہاں کتاب سے مراد قرآن حکیم ہے اور اس کے وارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں جن کے تین درجات ہیں:

(۱)''ظالم'' جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔

(۲)''متوسط'' جو اس کی تلاوت بھی کرتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے۔

(۳)''سابق'' جو قرآن کی تلاوت بھی کرتا ہے' اس پر عمل بھی کرتا ہے اور اس کا عالم بھی ہے۔

امام ہذلیؒ اپنی کتاب ''الکامل'' میں فرماتے ہیں ''کہ یہ آیت قراء اور حفاظ کی فضیلت پر دال ہے''

اس طرح سورۃ المجادلہ میں ارشاد ہوتا ہے:

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ○

(المجادلہ:۱۱)

اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے جن کو علم عطا ہوا ہے، درجات بلند کرے گا۔

امام قرطبیؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

''اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام مومنین پر اہل علم مومنین کے درجات کی بلندی کا ذکر فرمایا ہے اور اہل علم سے مراد یہاں قراء اور حفاظ ہیں۔''

سوال: احادیث رسول اللہ ﷺ سے قرآن پاک کے فضائل بیان کریں؟

جواب: اس سلسلے میں بہت سی احادیث کتب احادیث میں منقول ہیں مگر ہم طوالت کے خوف سے منتخب احادیث آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

(۱) حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ كُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَ عَلَّمَهٗ. (صحیح بخاری)

یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ كُمْ مَّنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَ اَقْرَءَهٗ. (الطبرانی)

یعنی تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن پڑھتا اور پڑھاتا ہے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِلّٰهِ اَهْلِيْنَ مِنَ النَّاسِ - قَالُوْا: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هُمْ، قَالَ هُمْ اَهْلُ الْقُرْاٰنِ اَهْلُ اللّٰهِ وَ خَاصَّةٌ - (ابن ماجہ، مسند احمد، مستدرک حاکم)

یعنی انسانوں میں سے کچھ حضرات اللہ کے خاص بندے ہیں، صحابہ کرامؓ

نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ اہل قرآن (حفاظ) ہیں جو اللہ کے اپنے اور خاص بندے ہیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَشْرَافُ اُمَّتِیْ حَمَلَةُ الْقُرْاٰنِ وَ اَصْحَابُ اللَّیْلِ.

(طبرانی۔مجمع الزوائد)

یعنی میری امت کے اشراف حاملین قرآن اور شب بیدار ہیں۔

(۵) ایک اور حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَضْلُ حَمَلَةِ الْقُرْاٰنِ عَلَى الَّذِیْ لَمْ یَحْمِلْهُ كَفَضْلِ الْخَالِقِ عَلَى الْمَخْلُوْقِ. (کنز العمال)

یعنی حاملین قرآن کی فضیلت اس شخص پر جو حامل قرآن نہیں، ایسی ہے جیسے خالق کی فضیلت مخلوق پر ہے۔

(۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْقُرْاٰنُ غِنًى لَّا فَقْرَ بَعْدَهٗ وَلَا غِنًى دُوْنَهٗ. (مسند ابو یعلی)

یعنی قرآن مجید ایسی مستغنی کر دینے والی دولت ہے کہ جس کے بعد کسی کا فقر بھوک و افلاس نہیں اور قرآن کے بغیر کوئی مستغنی نہیں۔

(۷) حضرت معاذ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ وَ عَمِلَ بِهٖ اُلْبِسَ وَالِدَاهُ تَاجًا یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ضَوْءُهٗ

اَحْسَنُ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ فِیْ بُیُوْتِ الدُّنْیَا لَوْ کَانَتْ فِیْکُمْ فَمَا ظَنُّکُمْ بِالَّذِیْ عَمِلَ بِھٰذَا. (مسند احمد، ابوداؤد، مستدرک حاکم، مشکوۃ)

یعنی جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے والدین کو ایسا تاج پہنائیں گے جس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے زیادہ خوبصورت ہے، اگر وہ سورج اس دنیا کے تمہارے گھروں میں ہو، پس اس شخص کے متعلق تم کیا خیال کرتے ہو جس نے خود قرآن پڑھا ہو اور اس پر عمل کیا ہو۔"

(۸) حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِحَامِلِ الْقُرْاٰنِ اِذَا عَمِلَ بِہٖ فَاَحَلَّ حَلَالَہٗ وَ حَرَّمَ حَرَامَہٗ شَفَعٌ فِیْ عَشَرَۃٍ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ کُلُّھُمْ قَدْ وَجَبَتْ لَہُ النَّارُ۔

(مسند احمد، ابن ماجہ، ترمذی، مشکوۃ)

یعنی حامل قرآن جب قرآن مجید پر عمل کرے اور اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانے تو اس کو اس کے گھر کے ان دس افراد کے لیے قیامت کے دن شفاعت کا حق دیا جائے گا جن سب کے لیے آگ واجب ہو چکی ہو گی۔

(۹) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ عَدَدَ دَرَجِ الْجَنَّۃِ عَدَدَ اٰیِ الْقُرْاٰنِ فَمَنْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ مِمَّنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ لَمْ یَکُنْ فَوْقَہٗ اَحَدٌ۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

یعنی بے شک جنت کے درجات آیات کی تعداد کے برابر ہیں پس حفاظ

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیان فرماتے ہیں کہ:

اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّکُمْ، وَ حُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَ قِرَآءَۃِ الْقُرْاٰنِ فَاِنَّ حَمَلَۃَ الْقُرْاٰنِ فِیْ ظِلِّ اللّٰہِ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ مَعَ اَنْبِیَآئِہٖ وَ اَصْفِیَآءِہٖ ۔ (رواہ الدیلمی، کنز العمال، دار قطنی)

یعنی اپنی اولاد کو تین آداب سکھلاؤ: (۱) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت (۲) اور آپ کے اہل بیت کی محبت (۳) اور قرأت قرآن کیونکہ بے شک حفاظ قرآن اللہ تعالیٰ کے سایہ میں انبیاء کرام اور نیک لوگوں کے ہمراہ ہوں گے۔ جس دن کوئی سایہ نہ ہوگا ماسوا عرش الٰہی کے۔

یہ لازمی امر ہے کہ نوخیز بچوں کو ہی اولین ادب و آداب سکھائے جاتے ہیں اور تین بڑے آداب میں سے ایک عظیم ادب قرآن پڑھانا بھی ہے یقیناً یہ چھوٹے بچے قرآن کے معنی و مفاہیم سمجھ کر تو تلاوت نہیں کریں گے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ:

مَنْ قَرَاَ حَرْفًا مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَلَہٗ بِہٖ حَسَنَۃٌ وَّ الْحَسَنَۃُ بِعَشْرِ اَمْثَالِھَا لَا اَقُوْلُ الٓمّٓ حَرْفٌ۔ اَلِفٌ حَرْفٌ، وَلَامٌ حَرْفٌ، وَ مِیْمٌ حَرْفٌ۔ (ترمذی)

یعنی جس نے کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھا اسے اس لفظ کے عوض ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمّٓ ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے اور لام ایک حرف ہے اور میم ایک

حرف۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ الٓمٓ حروف مقطعات جن کے معنی اللہ کو ہی معلوم ہیں اس پر اس قدر انعام واکرام ہے تو لازماً دیگر الفاظ قرآنی پر بھی ان شاء اللہ معنی سمجھے بغیر کی گئی تلاوت فائدہ مند ہوگی۔

(۳) اسی سلسلہ میں ایک روایت جو بیہقی نے اپنی شعب الایمان میں درج کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''جس شخص نے قرآن پڑھا اور اس کے معنی تلاش کیے اسے ہر ایک حرف کے عوض میں بیس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص اس کو بغیر معانی کے سمجھے ہوئے پڑھے گا اسے ہر حرف کے عوض میں دس نیکیاں ملیں گی۔

اس اثر سے بھی بغیر معانی سمجھے پڑھے گئے قرآن کی فضیلت معلوم ہوتی ہے ہاں معانی سمجھ کر کی گئی تلاوت نیکی وفضیلت میں جس درجہ کی حامل ہے وہ یقیناً نُورٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔

فصل دوم. قرآن کی جمع وتدوین

پہلا دور: دور رسالت میں قرآن کی جمع وتدوین

سوال: دور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں قرآن حکیم کی جمع وتدوین کا کیا اہتمام کیا گیا؟

جواب: جیسا کہ ہم اس سے قبل بھی بیان کر آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے دور مبارکہ میں قرآن تحریری طور پر محفوظ کیا گیا اور اس کو حفظ بھی کیا جاتا تھا اور اصل دار ومدار بھی حفظ ہی پر تھا جو قرآن کا بطرز ادا حفاظت کا انداز ہے۔ اس سلسلے میں احادیث وسیر کی کتب میں بڑی مضبوط روایات موجود ہیں:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا يَأْتِيْ عَلَيْهِ الزَّمَانُ يَنْزِلُ عَلَيْهِ مِنَ السُّوَرِ ذَوَاتِ الْعَدَدِ فَكَانَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ الشَّيْءُ يَدْعُوْا بَعْضَ مَنْ تَكْتُبُ عِنْدَهُ فَيَقُوْلُ ضَعُوْا هٰذَا فِي السُّوَرِ الَّتِيْ يَذْكُرُ فِيْهَا كَذَا ۔ (رواہ احمد' ابوداؤد' النسائی' ابن ماجہ صحیح ابن حبان' مستدرک حاکم)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ ایسے اوقات میں جب کہ آپ پر چند سورتیں ایک ہی وقت میں نازل ہوتی رہتی تھیں جب کوئی آیت نازل ہوتی تو آپ ان حضرات میں سے جو قرآن کی کتابت کیا کرتے تھے' کسی ایک کو بلا کر اسے فرماتے کہ یہ آیت فلاں سورت میں جہاں ایسا ایسا ذکر ہے لکھو۔

اسی طرح کتابت قرآن کے متعلق ایک اور حدیث صحیح بخاری باب کاتب النبی ﷺ میں ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَمَا نَزَلَتْ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ الخ' قَالَ النَّبِيُّ ﷺ اُدْعُوْا لِيْ زَيْدًا فَلْيَجِيْءْ بِاللَّوْحِ وَالدَّوَاةِ وَالْكَتِفِ اَوِ الْكَتِفِ وَالدَّوَاةِ ثُمَّ قَالَ اكْتُبْ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ الخ.

یعنی جب آیت لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ. (النساء:٩٥) نازل ہوئی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حضرت زیدؓ کو میرے پاس بلا لاؤ اور کہو کہ دوات اور لوح اور کتف یا کتف اور دوات ساتھ لائیں پس جب وہ آ گئے تو پھر فرمایا کہ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ الخ لکھو۔

وحی الٰہی کو لکھنے کا بہت زیادہ اہتمام ہوتا تھا اور کاتبین وحی کو وحی لکھتے ہوئے

آنحضرت ﷺ رسم قرآنی کی تعلیم بھی بیان فرمایا کرتے تھے جیسا کہ کاتب وحی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يٰمُعٰوِيَةُ اَلِقِ الدَّوَاةَ وَ حَرِّفِ الْقَلَمَ وَ انْصِبِ الْبَاۤءَ وَ فَرِّقِ السِّيْنَ وَ لَا تُعَوِّرِ الْمِيْمَ وَ حَسِّنِ اللّٰهَ وَ مُدَّ الرَّحْمٰنَ وَ جَوِّدِ الرَّحِيْمَ وَ ضَعْ قَلَمَكَ عَلٰی اُذُنِكَ الْيُسْرٰی فَاِنَّهٗ اَذْكَرُ لَكَ. (کنز العمال، الدیلمی، درمنثور)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے معاویہ! دوات کا منہ کھلا رکھو تاکہ تنگی کے سبب دقت نہ ہو اور قلم پر ترچھا قط لگاؤ اور بسم اللہ کی باء کو خوب بڑی لکھو اور سین کے دندانوں کو بھی واضح کرو اور میم کی آنکھ کو خراب نہ کرو اور اللہ کو خوبصورت لکھو اور رحمٰن کو یعنی اس کے نون کو دراز کرو اور الرحیم کو بھی عمدگی سے لکھو تاکہ حق تعالیٰ کے اسم گرامی اور ان کی صفات کی شان خوب ظاہر ہو اور اپنے قلم کو اپنے بائیں کان پر رکھو وہ تمہیں بھولی ہوئی چیز یاد کرا دے گا۔

ان تمام انتظامات اور اہتمام کے ساتھ قرآن دورِ رسالت میں محفوظ کیا جاتا رہا۔

چونکہ رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں قرآن حکیم کسی بھی وقت نازل ہو رہا ہوتا تھا، اس لیے وہ ایک جلد میں محفوظ نہیں ہو سکتا تھا، مگر یہ ضرور تھا کہ تمام قرآن ایک جگہ پر مجتمع تھا۔

اس کے علاوہ دورِ رسالت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک بہت بڑی جماعت قرآن حکیم کو حفظ کرنے میں مشغول رہتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تمام طبقات میں قرآن حکیم پڑھنے اور اسے یاد کرنے کا بے حد ذوق و شوق تھا۔ دنیاوی مشاغل کے باعث جو صحابہ کرامؓ عدیم الفرصت تھے، انہوں نے ایک دوسرے سے مل کر باری

مقرر کی ہوئی تھی۔ پس ایک شخص حصول معاش میں مشغول رہتا تو دوسرا رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتا۔

چنانچہ بخاری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ میرے ہمسائے ایک انصاری صحابیؓ تھے، جن کے ساتھ میں نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ہم میں سے باری باری ایک شخص حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتا اور جو کچھ دیکھتا یا سنتا اسے دوسرے کو عندالملاقات مطلع کر دیا کرتا۔

اس کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی ایک بہت بڑی جماعت یعنی اصحاب صفہ ہر وقت مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر رہتی تھی، جنہوں نے دنیاوی کاروبار ترک کیے ہوئے تھے ان کا شغل صرف قرآن حکیم کی تعلیم اور تعلم اور ذکر و شغل ہی تھا۔ جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی تو وہ اس کو یاد کر لیتے تھے۔ چنانچہ مسند احمد بن حنبل کی حدیث ہے، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں 'میں قرآن اور کتابت کی تعلیم دیا کرتا جن لوگوں کو دن کے وقت فرصت نہیں ملتی تھی ان کے لیے رات کو سیکھنے کا موقعہ ہوتا تھا۔ جب رات ہو جاتی تو اصحاب صفہ مدینہ کے ایک معلم کے پاس جاتے اور صبح تک پڑھنے میں مشغول رہتے۔

آنحضرت ﷺ نے صرف مدینہ کے لوگوں کا ہی نہیں دیگر اطراف و بلاد کے لوگوں کی تربیت کا بھی انتظام فرمایا ہوا تھا۔ دور دراز کے قبائل کے بعض نمائندے مدینہ میں آ کر قیام کرتے اور یہاں قرآن کی تعلیم حاصل کرتے۔

فتح مکہ کے بعد اس تعلیم قرآن میں مزید وسعت ہوئی آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو بدوؤں کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا کہ وہ حجاز کے قبائل میں گھوم پھر کر ہر شخص کا امتحان لیں اور جس کو قرآن یاد نہ ہو اس کو سزا دیں۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں بعض قرآن کے معلم کا منصب سنبھالے

ہوئے تھے۔ آنحضرت ﷺ ان سے خود بھی قرآن سنتے اور انہیں قرآن سناتے بھی تھے ان میں سے بعض صحابہ کرامؓ کے اسماء ذکر کیے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت ابی بن کعبؓ۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت عثمان بن عفانؓ۔ حضرت عمر فاروقؓ۔ حضرت علی بن ابی طالبؓ۔ حضرت ابوالدرداؓ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ

اس کے علاوہ بخاری میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے: آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن چار صحابہؓ سے پڑھو:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۲) حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ

(۳) حضرت معاذ بن جبلؓ (۴) حضرت ابی بن کعبؓ

اس سلسلہ میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کتب احادیث میں وارد ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا:

"اَقْرَؤُكُمْ اُبَیٌّ"

یعنی تم میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعبؓ ہیں۔

دس ائمہ قراءت میں سے نو ائمہ کی قراءات کا سلسلہ سند حضرت ابی بن کعبؓ تک پہنچتا ہے۔

مشہور حفاظ وقراء صحابہ کرامؓ وصحابیاتؓ

سوال: مشہور حفاظ اور قاری صحابہ وصحابیات کے نام بتائیں؟

جواب: یوں تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بہت بڑی تعداد حفاظ و قراء پر مشتمل تھی مگر جو ان میں بہت مشہور ہیں وہ درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابی بن کعبؓ (۲) حضرت زید بن ثابتؓ
(۳) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۴) حضرت معاذ بن جبلؓ
(۵) حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ (۶) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ
(۷) حضرت انس بن مالکؓ (۸) حضرت ابوبکر صدیقؓ
(۹) حضرت عمر فاروقؓ (۱۰) حضرت عثمان غنیؓ
(۱۱) حضرت علی المرتضیٰؓ (۱۲) حضرت ابوالدرداءؓ
(۱۳) حضرت ابوہریرہؓ (۱۴) حضرت عبادہ بن صامتؓ
(۱۵) حضرت عبداللہ بن عباسؓ (۱۶) حضرت عبداللہ بن السائبؓ
(۱۷) حضرت ابوسعید الخدریؓ (۱۸) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ
(۱۹) حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (۲۰) حضرت ابوایوب انصاریؓ
(۲۱) حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ (۲۲) حضرت ابوزید انصاریؓ
(۲۳) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ (۲۴) حضرت طلحہؓ
(۲۵) حضرت تمیم الداریؓ (۲۶) حضرت سعد بن عبیدؓ
(۲۷) حضرت مجمع بن جاریہؓ (۲۸) حضرت فضالہ بن عبیدؓ
(۲۹) حضرت مسلمہ بن مخلدؓ (۳۰) حضرت عقبہ بن عامرؓ
(۳۱) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ (۳۲) ام المومنین حضرت حفصہؓ
(۳۳) ام المومنین حضرت ام سلمہؓ (۳۴) حضرت ام ورقہؓ قابل ذکر ہیں۔

دوسرا دور: خلافت صدیقیؓ میں قرآن کی جمع وتدوین

سوال: خلافت صدیقیؓ میں قرآن کریم کی جمع وتدوین اور حفاظت کا کیا اہتمام ہوا؟

جواب : حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے آغاز میں ہی مسلمانوں کو جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف جہاد شروع کرنا پڑا۔ ان جھوٹے مدعیان نبوت میں سب سے سخت اور ہولناک لڑائیاں مسیلمہ کذاب کے خلاف ہوئیں' جن میں ایک بڑی لڑائی جنگ یمامہ تھی جس میں بہت سے حفاظ اور قراء صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

حفاظ و قراء کی اتنی بڑی تعداد کی شہادت پر حضرت عمر فاروقؓ کو خدشہ ہوا کہ اگر آئندہ بھی حفاظ و قراء صحابہؓ اسی طرح جنگوں میں شہید ہوتے رہے تو خدانخواستہ قرآن کا کوئی حصہ ضائع نہ ہو جائے' کیونکہ تعلیم و تعلم قرآن کا زیادہ تر انحصار حفظ پر تھا۔ لہٰذا انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے قرآن حکیم کو ایک جلد میں اکٹھا کرنے کی درخواست کی' جسے بار بار اصرار پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قبول فرما لیا اور حضرت زید بن ثابتؓ کو اس جمع قرآنی پر مامور فرمایا۔

صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت آتی ہے' فرماتے ہیں:

جنگ یمامہ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے بلوا بھیجا جب میں آپ کے پاس پہنچا تو وہاں پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمانے لگے ابھی عمرؓ میرے پاس آئے اور کہا یمامہ کی جنگ میں قرآن کریم کے بہت تعداد میں حفاظ اور قراء شہید ہوئے اور دیگر معرکوں میں بھی حفاظ اور قراء اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآن کے کسی حصہ کے ضائع ہونے کا ڈر ہے۔ میری رائے ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔ میں (یعنی حضرت ابوبکرؓ) نے عمرؓ سے کہا تم کیونکر اس کام کو کرتے ہو جسے رسول کریم ﷺ نے نہیں فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے جواباً فرمایا: اللہ کی قسم اس میں بہتری ہے' پس عمرؓ میرے سے اس بابت بحث کرتے رہے آخر مجھے شرح صدر ہو گیا اور میری بھی وہی رائے ہو گئی جو عمرؓ کی تھی۔ پھر

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا تم عقلمند اور جوان آدمی ہو۔ ہم تم پر کسی طرح کی تہمت نہیں لگا سکتے کیونکہ تم رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی وحی لکھا کرتے تھے۔ پس قرآن کو تلاش کر کے اسے ایک جلد میں جمع کردو حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم اگر حضرت ابوبکر صدیقؓ مجھے اس بات پر مجبور کرتے کہ تم ایک پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ کردو تو یہ بات مجھے زیادہ دشوار معلوم نہ ہوتی بہ نسبت اس کے کہ مجھے جمع قرآن کا حکم دیا۔ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا آپ کس طرح وہ کام کرتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا اللہ کی قسم یہ بہتر ہے پس میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بحث کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس بات کے لیے کھول دیا جس کے لیے حضرات شیخین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کھولے تھے۔

پھر میں قرآن کو جمع کرنے میں مستعد ہوا اور اسے جمع کرتا رہا۔ کھجور کی شاخوں پتھر کی تختیوں اور آدمیوں کے سینوں میں سے (یعنی حفاظ سے) یہاں تک کہ آخر سورۃ توبہ کی آیات مجھے حضرت ابوخزیمہ انصاریؓ کے پاس سے ملیں یعنی لقد جآء کم رسول سے خاتمہ سورۃ البراءۃ تک۔

پس یہ صحف حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس رہے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات ہوئی تو یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس منتقل ہوئے اور ان کی شہادت کے بعد ام المومنین حضرت حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ کے پاس آئے۔

دور صدیقیؓ کی جمع وحفاظت کا تمام واقعہ امام شاطبیؒ نے اس طرح بیان فرمایا ہے:

اِنَّ الْیَمَامَۃَ اَھْوَاھَا مُسَیْلَمَۃُ الْ
کَذَّابُ فِیْ زَمَنِ الصِّدِّیْقِ اِذْ خَسِرَا

وَبَعْدَ بَأْسٍ شَدِيْدٍ حَانَ مَصْرَعُهُ
وَكَانَ بَأْسًا عَلَى الْقُرَّآءِ مُسْتَعِرَا

نَادَى اَبَابَكْرِنِ الْفَارُوْقُ خِفْتُ عَلَى الْـ
قُرَّآءِ فَادْرِكِ الْقُرْاٰنَ مُسْتَطِرَا

فَاَجْمَعُوْا جَمْعَهُ فِي الصُّحُفِ وَ اعْتَمَدُوْا
زَيْدَ بْنَ ثَابِتِ نِ الْعَدْلَ الرِّضٰى نَظَرَا

فَقَامَ فِيْهِ بِعَوْنِ اللّٰهِ يَجْمَعُهُ
بِالنُّصْحِ وَالْجِدِّ وَ الْحَزْمِ الَّذِيْ بَهَرَا

مِنْ كُلِّ اَوْجُهِهِ حَتّٰى اسْتَتَمَّ لَهُ
بِالْاَحْرُفِ السَّبْعَةِ الْعُلْيَا كَمَا اشْتَهَرَا

فَاَمْسَكَ الصُّحُفَ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ اِلَى
الْفَارُوْقِ اَسْلَمَهَا لَمَّا قَضَى الْعُمَرَا

یعنی یمامہ کو مسیلمہ کذاب نے برباد کیا زمانہ حضرت ابو بکر صدیق ؓ میں یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ وہ خود بھی جنگ میں ناکام ہو گیا اور شدید جنگ کے بعد مسیلمہ کی ہلاکت کا وقت آ پہنچا اور یہ جنگ قاریوں کے اوپر بھڑکتی ہوئی آگ کی مانند تھی۔

حضرت عمر فاروق ؓ نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کو پکار کر پرزور درخواست کی کہ مجھے قاریوں کی جان کا اندیشہ ہے لہٰذا قرآن کو لکھوا کر سنبھال لیجیے۔

چنانچہ سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ قرآن کو صحیفوں میں جمع کیا جائے اور اس کام کے لیے سب نے حضرت زید بن ثابت ؓ پر اعتماد کیا جو بڑے منصف مزاج اور

نظر وفکر کے اعتبار سے پسندیدہ آدمی تھے۔

پس اس کام میں حضرت زید بن ثابتؓ سرگرمی سے لگ گئے۔ یہ کام انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر کیا وہ قرآن کو بڑی خیر خواہی' کوشش اور ایسی ہوشیاری سے جمع کر رہے تھے کہ یہ ہوشیاری ہر شان پر غالب تھی۔

ان کا جمع کرنا قرآن کی تمام؛ جو قراءات کے ساتھ تھا' حتیٰ کہ یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا اور ساتوں معروف ادائی طریقوں کے ساتھ تکمیل پذیر ہوا' چنانچہ تاریخی لحاظ سے یہ بات نہایت مشہور ہے۔

پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان مصاحف کو سنبھال کر رکھا اور جب انہوں نے اپنی زندگی کا وقت پورا کیا تو یہ صحف حضرت عمر فاروقؓ کے سپرد کر دیئے۔

سوال: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں اکٹھے ہونے والے مصحف کی کیفیت کیا تھی؟

جواب: قرآن حکیم کو نبی کریم ﷺ نے خود اپنی زندگی میں مکمل لکھوا دیا تھا جیسا کہ اوپر حدیث سے بھی تصریح ہوئی لیکن وہ چمڑے کے ٹکڑوں' پتھر کی تختیوں اور کھجور کے پتوں پر لکھا ہوا تھا اور متفرق تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعہ ان متفرق اشیاء پر سے کمال صحت اور پوری احتیاط کے ساتھ ایک جگہ جمع کر دیا۔

موطاء امام مالکؒ میں حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ "جَمَعَ اَبُوْبَکْرِنِ الْقُرْاٰنَ فِی الْقَرَاطِیْسِ" یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے قرآن کو کاغذ پر لکھ کر جمع کیا۔ معازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے "حَتّٰی جُمِعَ عَلٰی عَهْدِ اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْوَرَقِ" یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں قرآن کاغذ پر لکھ کر جمع کیا گیا۔ (الاتقان للسیوطی)

یہ مجموعہ بلا کسی حرف کے تغیر و تبدل یا کمی بیشی کے بعینہ وہی قرآن تھا جو نبی کریم ﷺ پر نازل ہوا اور اسے اسی ترتیب اور اسی طرز پر لکھا گیا جس ترتیب اور انداز میں نبی کریم ﷺ نے لکھوایا اور صحابہ کرامؓ کو حفظ کرایا۔ مصحف صدیقیؓ پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مکمل اتفاق ہوا۔

تیسرا دور: خلافت عثمانیؓ میں قرآن کی جمع و تدوین

سوال حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت میں قرآن مجید کی تدوین و حفاظت نیز نشر و اشاعت کا کیا اہتمام ہوا؟

جواب : خلیفہ ثالث سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں مملکت اسلامیہ کی حدود بہت وسیع ہو چکی تھیں اور بے شمار لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ جہاد فی سبیل اللہ حجاز سے بہت دور آرمینیا اور آذربائیجان کے علاقوں (ماوراالنہر) میں ہو رہا تھا۔ جنگ آرمینیا میں شریک ان نو مسلم عجمی لوگوں کو اپنے اپنے علاقوں میں مقرر کردہ قراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن کی تعلیم دی تھی۔ جب مختلف علاقوں کے لوگوں کا یہاں میل جول ہوا اور انہیں دیگر قراءات معلوم ہوئیں تو وہ باہم اختلاف کا شکار ہو گئے اور ایک دوسرے کی قراءات کا انکار کرنے لگے۔ اس جنگ میں رسول اللہ ﷺ کے مقرب صحابی حضرت حذیفہ بن الیمانؓ بھی شریک تھے۔ انہوں نے یہ اختلاف اور قراءات متواترہ کا انکار لوگوں کو کرتے دیکھا تو حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرا عرض کیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے معاملے کی نزاکت کو فوراً محسوس کیا اور قرآن کو لغت قریش پر لکھوانے کے لیے ایک مرتبہ پھر حضرت زید بن ثابتؓ کو طلب فرمایا اور ان کی اعانت کے لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشامؓ کو مقرر

فرمایا۔ پس ان حضرات نے حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے دور کا تحریر کردہ مصحف ام المومنین حضرت حفصہ ؓ سے منگوایا اور اس کی آٹھ نقول تیار کروا کر ایک ایک نسخہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، دمشق، بحرین، بصرہ اور یمن روانہ کیے۔ ان سات مصاحف کے علاوہ ایک نسخہ حضرت عثمان غنی نے اپنے پڑھنے کے واسطے مخصوص فرمایا۔ اسی مصحف کو مصحف امام کہتے ہیں اور اس مصحف کی تلاوت فرماتے ہوئے حضرت عثمان غنی ؓ شہید کیے گئے۔ ان سات مصاحف کے ساتھ ماہر قاری مجود بھی بطور استاذ روانہ کیے گئے۔ چونکہ یہ مصاحف حضرت عثمان غنی ؓ کے دور میں ان کے حکم پر تحریر کیے گئے تھے۔ اس لیے انھیں مصاحف عثمانی ؓ اور ان مصاحف کی طرز تحریر کو رسم عثمانی ؓ کہا جاتا ہے۔

(ملخص صحیح البخاری عن حضرت انس بن مالکؓ والنشر فی القراءات العشر للعلامہ الجزریؒ)

امام شاطبی نے خلافت عثمانی ؓ میں اس جمع و تدوین کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

وَكَانَ فِي بَعْضِ مَغْزَاهُمْ مُشَاهِدَهُمْ
حُذَيْفَةُ فَرَأَى فِي خُلْفِهِمْ غِيَرَا

فَجَاءَ عُثْمَانَ مَذْعُورًا فَقَالَ لَهُ
أَخَافُ أَنْ يَّخْلِطُوْا فَأَدْرِكِ الْبَشَرَا

فَاسْتَحْضَرَ الصُّحُفَ الْأُوْلَى الَّتِي جُمِعَتْ
وَخَصَّ زَيْدًا وَمِنْ قُرَيْشِهِ نَفَرَا

وَسَارَ فِي نُسَخٍ مِّنْهَا مَعَ الْمَدَنِيْ
كُوفٍ وَشَامٍ وَبَصْرٍ تَمْلَأُ الْبَصَرَا

وَقِيلَ مَكَّةَ وَالْبَحْرَيْنِ مَعْ يَمَنٍ
ضَاعَتْ بِهَا نَسَخٌ فِي نَشْرِهَا قَطَرَا

یعنی بعض جنگوں جیسے جنگ آرمینیہ وغیرہ میں حضرت حذیفہ ؓ نے فوجیوں کا جو یہ حال دیکھا تو ان کے اس اختلاف میں ان کو بڑی عبرتیں نظر آئیں۔ وہ حضرت عثمان ؓ کے پاس گھبرائے ہوئے تشریف لائے اور ان سے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں عامۃ المسلمین قرآنی اور غیر قرآنی الفاظ میں خلط ملط نہ کر دیں لہٰذا لوگوں کو سنبھالیں۔

چنانچہ حضرت عثمان ؓ نے وہ سابقہ لکھے ہوئے صحف منگوائے جن کو دور صدیقی ؓ میں لکھا گیا تھا اور حضرت زید بن ثابت ؓ اور قریش میں سے کچھ حضرات کو اس کام پر مامور کیا اور یہ مصحف عثمانی ؓ کئی نسخوں میں تیار ہو کر دیگر اسلامی شہروں کی طرف روانہ ہوئے۔ ان نسخوں میں سے مصحف مدنی سمیت مصاحف کوفی، شامی اور بصری بھی تھے جو آنکھوں کے لیے بڑے رونق افروز تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یمن سمیت مکہ اور بحرین بھی مصاحف عثمانی ؓ کے نسخے روانہ ہوئے۔ مہکا دیا ان شہروں میں ان (مصاحف عثمانیہ کے) نسخوں نے اپنی خوشبو سے اطراف وبلاد کو۔

سوال: کیا حضرت عثمان ؓ کے دور میں تحریر فرمائے گئے یہ مصاحف اب بھی موجود ہیں؟

جواب: ان میں سے اکثر مصاحف الحمد للہ اب بھی موجود ہیں، جیسے مصحف مدینہ اور مصحف کوفی، استنبول ترکی کے عجائب گھر میں موجود ہیں، مصحف شامی فاس مراکش میں موجود ہے۔ مصحف یمنی کتب خانہ جامع از ہر مصر میں موجود ہے اور حضرت عثمان ؓ کا ذاتی مصحف جسے مصحف امام کہتے ہیں تاشقند ازبکستان میں موجود ہے۔

سوال: کیا رسم عثمانی ؓ کو قرآن حکیم کی موجودہ دور میں ہونے والی کتابتوں میں بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے؟

جواب: قرآن کا مخصوص رسم الخط جس کو رسم قرآنی یا رسم عثمانی ؓ کا نام دیا گیا یہ

صحابہ کرامؓ کا اپنا وضع کردہ نہیں تھا بلکہ آنحضرت ﷺ نے ہی حضرات کاتبین صحابہ کرامؓ کو بحکم الٰہی تعلیم فرمایا تھا۔ یہ رسم الخط جس کی مخصوص اصطلاحات ہیں، الحمد للہ اب بھی قائم ومحفوظ ہے اور موجودہ دور میں بھی قرآن حکیم کی کتابت کے دوران رسم عثمانیؓ کا مکمل طور پر خیال رکھا جاتا ہے اور یہ بھی حفاظت قرآن کے الہامی وعدے کی سچائی پر ایک واضح دلیل ہے۔

دور رسالتؐ، دور صدیقیؓ اور دور عثمانیؓ کی جمع وتدوین میں فرق

سوال: آنحضرت ﷺ، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کی جمع وتدوین میں کیا فرق تھا؟

جواب: آنحضرت ﷺ کے دور مبارک میں چونکہ وحی الٰہی کا نزول ہوتا رہتا تھا، لہٰذا قرآن کو ایک جلد میں مجتمع کرنا ممکن نہ تھا مگر یہ ضرور تھا کہ آپؐ کے دور مبارک میں مکمل قرآن مجید لکھا ہوا موجود تھا۔ یہ تحریر شدہ مواد چمڑے کے ٹکڑوں، پتھر کی باریک سلوں، اونٹ کے شانے کی ہڈیوں اور کھجور کے پتے کے چوڑائی والے حصوں پر مرقوم تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان متفرق اشیاء پر سے اسے ایک جلد کے اندر کاغذ پر لکھوا کر محفوظ کر لیا۔

جبکہ حضرت عثمان غنیؓ نے نومسلم عجمیوں میں قراءات کا اختلاف دیکھ کر اسی مصحف صدیقیؓ کی متعدد نقول کروائیں اور انہیں بلاد اسلامیہ کے بڑے مرکزی شہروں میں روانہ فرما دیا ان تینوں ادوار کی جمع وتدوین میں کوئی اختلاف یا فرق نہیں تھا، ان تمام ادوار کی جمع وتدوین میں قراءات متواترہ کا اہتمام کیا گیا تھا جیسا کہ علامہ شاطبیؒ نے بھی اپنے اشعار میں بیان کیا ہے جو ہم نے تحریر کیے ہیں۔

چوتھا دور: اعراب ونقاط اور مزید تسہیلی اقدام

سوال: قرآن شریف پر اعراب اور نقاط کب لگائے گئے؟

جواب: خلافت بنوامیہ میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کے دور میں یہ کام ہوا۔ عجمی لوگ جب بڑی تعداد میں مسلمان ہوئے تو ان کو بغیر اعراب اور بغیر نقاط کے قرآن حکیم کی تلاوت میں ازحد دشواری ہوتی تھی۔ اسی بناء پر خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ نے حضرت ابوالاسود الدوئلیؒ سے (جو قرآءت ونحو میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے شاگرد تھے) درخواست کی کہ لوگوں کی سہولت کے لیے قرآن کو اعراب لگا دیں، پس ابوالاسود الدوئلیؒ نے لوگوں کی سہولت کے لیے اعراب لگائے اور یہ اعراب نقطوں کی صورت میں تھے۔ ابوالاسود الدوئلیؒ کے اعراب کی اشکال کو مزید واضح صورت خلیل بن احمد فراہیدیؒ نے دی۔ موجودہ دور میں اعراب قرآن کی شکل و صورت امام خلیل بن احمد فراہیدیؒ کی وضع کردہ ہی چل رہی ہے۔

خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ کے دور میں ہی حجاج بن یوسف گورنر عراق نے ابوالاسود الدوئلیؒ کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمرؒ اور نصر بن عاصم لیثیؒ سے درخواست کی کہ وہ قرآن کے باہم ملتے جلتے حروف میں فرق پیدا کریں۔ پس ان دونوں صاحبان نے قرآن حکیم کے حروف پر نقاط قائم کر کے انہیں باہم ممتاز کر دیا۔

سوال: تلاوت قران کریم کی آسانی کے لیے مزید کیا اقدامات کیے گئے؟

جواب: تلاوت قرآن کی آسانی کے لیے مہینہ کے تیس دنوں کی مناسبت سے قرآن مجید کو تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا نیز پاروں کے اجزاء بھی کیے گئے۔ بعض علماء نے قرآن کے ساٹھ احزاب مقرر کیے۔ یہ طریقہ عموماً مشرق وسطیٰ میں طبع شدہ قرآن کے نسخوں میں رائج ہے۔ قرآن وتفاسیر نیز احادیث کی کتب سے استفادہ کر کے

سورتوں کے نام اور ان کے مکی یا مدنی ہونے کی تعیین کی گئی۔ بہت سے قرآن کے نسخوں میں لفظ خمس کی اصطلاح رائج ہے کہ سورت کی ہر پانچ آیات پر خامسہ اور دس پر عشر لکھا ہوتا ہے' گویا بچوں کے اسباق کی تقسیم کا طریقہ وضع کیا گیا۔ بعض قرآن کے نسخوں میں اس خمس اور عشر کی جگہ رکوع کا ''ع'' بنایا گیا۔ تلاوت میں مزید آسانی کے واسطے وقوف کی علامات مقرر کی گئیں۔ اس سلسلہ میں علامہ سجاوندیؒ کی خدمات قابل ذکر ہیں۔ یہ تمام کام ماوراالنہر' سمرقند و بخارا کے اسلامی ادوار میں ہوا۔

تابعین اور تبع تابعین میں ممتاز قراء کرام

سوال: صحابہ کرامؓ کے بعد حضرات تابعین اور تبع تابعین میں ممتاز قراء کے اسماء گرامی تحریر کریں۔

جواب: صحابہ کرامؓ سے ایک خلق کثیر نے بلاد اسلامیہ کے مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کی جن میں درج ذیل حضرات تابعین اور تبع تابعین اپنے دور میں امام ہوئے:

مدینہ منورہ: ابن المسیبؒ۔ عروہؒ۔ سالمؒ۔ عمر بن عبدالعزیزؒ۔ سلیمان بن یسارؒ۔ عطاء بن یسارؒ۔ عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ۔ معاذ بن الحارث المعروف معاذ القاریؒ۔ ابن شہاب الزہریؒ۔ مسلم بن جندبؒ۔ زید بن اسلمؒ میمونہؒ بنت امام ابو جعفر مدنیؒ وغیرہم

مکہ مکرمہ: حضرت ابن ابزی مکیؒ۔ عبید بن عمیرؒ۔ عطاء بن ابی رباحؒ۔ طاؤسؒ۔ مجاہدؒ۔ عکرمہؒ۔ ابن ابی ملیکہؒ وغیرہم

کوفہ: علقمہؒ۔ الاسودؒ۔ مسروقؒ۔ عبیدہؒ۔ عمرو بن شرحبیلؒ۔ حارث بن قیسؒ۔ عمرو بن میمونؒ۔ ابو عبدالرحمٰن سلمیؒ۔ سعید بن جبیرؒ۔ زر بن حبیشؒ۔ نخعیؒ۔

شعبیؒ وغیرہم

بصرہ: ابورجاءؒ۔ نصر بن عاصمؒ۔ یحییٰ بن یعمرؒ۔ حسن البصریؒ۔ ابن سیرینؒ۔ قتادہؒ وغیرہم

شام: مغیرہ بن ابی شہاب المخزومیؒ۔ خلیفہ بن سعدؒ وغیرہم۔ ان کے علاوہ حمید بن قیس الاعرجؒ۔ عبداللہ بن ابواسحاقؒ۔ عیسیٰ بن عمروؒ۔ عاصم الجحدریؒ۔ اسماعیل بن عبداللہ المہاجرؒ۔ یحییٰ بن الحارثؒ اور شریح بن زید الحضرمیؒ قابل ذکر ہیں۔

فصل سوم: قراءات متواترہ

سوال: قراءات متواترہ کیا ہیں اور کسی قرآءت کے صحیح ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

جواب: قراءات متواترہ سے مراد وہ دس قراءات ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منصوص ہو کر بتواتر ہم تک پہنچی ہیں۔

چنانچہ صحیح احادیث میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شروع میں اللہ تعالیٰ نے قرآن ایک لغت پر نازل فرمایا تو میں نے درخواست کی کہ یارب! میری امت پر آسانی کیجئے یہ درخواست بار بار کی گئی حتی کہ سبعہ احرف میں پڑھنے کی اجازت ہو گئی۔

سبعہ احرف میں قرآن کے اترنے کی حکمت یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے میں تمام اہل عرب کو تخفیف و آسانی میسر ہو سکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ قرآن نے اہل عرب کو اپنی مثال لانے کا چیلنج کیا ہے اور فرمایا ہے کہ جس قدر معاونین و مددگار جمع کر سکتے ہو کر و تم سب مل کر قرآن جیسا کلام نہیں لا سکتے ہو۔ سبعہ احرف سے قرآن کے طرز ادا

میں وسعت ہو گئی اب یہ چیلنج صرف قریش کو نہیں بلکہ پورے قبائل عرب کے لیے ہو گیا۔

کسی بھی قراءات کو صحیح اور متواتر ان تین شرائط پر جانچ کر کہا جاتا ہے:

(۱) وہ قرآءت آنحضرت ﷺ سے صحیح سند اور تواتر کے ساتھ ثابت ہو۔

(۲) مصاحف عثمانیؓ میں سے کسی کے مطابق ہو۔

(۳) وجوہ عربیہ کے لحاظ سے ثابت ہو۔

علامہ جزریؒ نے ان تین ارکان کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

فَكُلُّ مَا وَافَقَ وَجْهَ نَحْوِ
وَكَانَ لِلرَّسْمِ احْتِمَالًا يَحْوِيْ
وَصَحَّ إِسْنَادًا هُوَ الْقُرْآنُ
فَهٰذِهِ الثَّلَاثَةُ الْأَرْكَانُ

یعنی تمام قرآءتوں میں ضروری ہے کہ (۱) وہ موافق ہو نحو کی کسی وجہ کے (۲) اور مصاحف عثمانیہؓ کی رسم پر حاوی ہو چاہے احتمالاً ہو یا تقدیراً۔ (۳) اور وہ سنداً صحیح ہو (متواتر ہو) تو یہ قرآن ہے۔ پس یہ تین ارکان ہیں۔ ان تین شرائط پر پورا اترنے والی قرآءت کو قرآءت متواترہ کہا جاتا ہے۔

اس وقت امت کے پاس دس قراءات متواترہ مکمل صحت کے ساتھ محفوظ ہیں اور بلاد اسلامیہ میں پڑھی پڑھائی جاتی ہیں۔ ان کے مسائل کتب قراءات میں تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ دس قراءات، ان دس عظیم ائمہ سے منسوب ہیں جنہوں نے اپنی زندگیاں قرآن اور تعلیم قرآن کے لیے وقف کر دی تھیں اور جو انہوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے حاصل کی جن کے نام ہم اوپر درج کر آئے ہیں۔

چونکہ یہ کتاب مسائل تجوید سے متعلق ہے۔ لہٰذا ہم یہاں صرف ان دس ائمہ کے اسماء اور ان کے دو دو راویوں کے نام نقل کرنے پر ہی اکتفا کریں گے۔ قرآءت کے تفصیلی علم کا حصول تجوید کے علم کے بعد ہوتا ہے اور یہ حفاظت قرآن کا تیسرا اہم رکن ہے۔

علم قراءات کی کچھ عظیم الشان اور اعلیٰ مرتبت کتب یہ ہیں:

(۱) التیسیر فی القراءات السبع

(۲) حرز الامانی ووجہ التھانی المعروف الشاطبیہ

(۳) الدرۃ المضیئۃ

(۴) طیبۃ النشر

(۵) النشر فی القراءات العشر وغیرہ

آئمہ قراءات اور ان کے رُواۃ

سوال: دس ائمہ قراءات اور ان کے دو دو راویوں کے نام تحریر کریں۔

جواب: اول: امام نافع بن عبدالرحمٰن مدنی ؒ

ان کے دو راوی (۱) قالون ؒ (۲) ورش ؒ

دوم: امام عبداللہ بن کثیر مکی ؒ

ان کے دو راوی: (۱) بزی ؒ (۲) قنبل ؒ

سوم: امام ابوعمرو بن العلاء بصری ؒ

ان کے دو راوی: (۱) دوری ؒ (۲) سوسی

چہارم: امام ابن عامر شامی ؒ

ان کے دو راوی: (۱) ہشام ؒ (۲) ابن ذکوان ؒ

پنجم: امام عاصم بن ابی النجود کوفیؒ

جن کی قرآءت سب سے زیادہ دنیا میں پڑھی پڑھائی جارہی ہے۔

ان کے دوراوی: (۱) ابوبکر شعبہؒ۔ (۲) حفص کوفیؒ

ششم: امام حمزہ بن حبیب کوفیؒ

ان کے دوراوی: (۱) خلفؒ۔ (۲) خلادؒ

ہفتم: امام علی الکسائی کوفیؒ

ان کے دوراوی: (۱) ابوالحارثؒ۔ (۲) دوریؒ (سابق الذکر)

ہشتم: امام ابوجعفر یزید بن القعقاع مدنیؒ

ان کے دوراوی: (۱) ابن وردانؒ۔ (۲) ابن جمازؒ

نہم: امام یعقوب الحضرمیؒ

ان کے دوراوی: (۱) رویسؒ۔ (۲) روحؒ

دہم: امام خلف بن ہشام کوفیؒ

ان کے دوراوی: (۱) اسحاقؒ (۲) ادریسؒ

امام عاصمؒ اور امام حفصؒ کے مختصر حالات:

سوال: امام عاصم کے مختصر حالات بیان کریں؟

جواب: آپ کا نام عاصم اور کنیت ابوبکر تھی۔ ابوبکر کے علاوہ آپ کو ابن بہدلہ اور ابن ابی النجود بھی کہا جاتا ہے۔ آپ قرآن وحدیث کے امام تھے۔ نیز لغت۔ نحو اور فقہ میں بھی کمال رکھتے تھے۔ آپ تابعی تھے۔ کیونکہ آپ کو حضرت حارث بن حسانؓ اور حضرت رفاعہ تمیمیؓ سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ علامہ جزری نے لکھا ہے کہ آپ کی روایات صحاح ستہ میں موجود ہیں۔

امام عاصم نے ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ۔ زِر بن حُبَیش الاَسَدِیؒ اور ابوعمر سعد بن الیاس شیبانیؒ سے قرآءت حاصل کی اور ان تینوں حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابی بن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قرآءت حاصل کی۔ امام عاصم کوفہ میں اپنے وقت کے شیخ القراء تھے۔ آپ اپنے استاد گرامی ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ کے رحلت فرمانے کے بعد ان کی مسند تدریس پر بیٹھے اور اپنے شیخ محترم کی جگہ درس دینے لگے اور اپنی وفات تک برابر یہ شغل جاری رہا۔

بڑے بڑے ائمہ حدیث اور ائمہ قراءات آپ کے شاگرد ہیں۔ قراء سبعہ میں امام حمزہ کوفیؒ۔ امام ابوعمرو بصریؒ آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ امام اعمشؒ۔ امام خلیل بن احمد فراہیدی نحویؒ۔ امام سفیان ثوریؒ۔ امام حمادؒ۔ امام ابوحنیفہؒ۔ امام سفیان بن عیینہؒ۔ ابوبکر شعبہؒ اور حفصؒ بہت زیادہ مشہور ہوئے۔ مؤخر الذکر دو حضرات آپ کی اختیار کردہ قرآءت کے راوی ہیں۔

صحیح روایت کے مطابق آپ کی وفات ۱۲۷ھ میں ہوئی اور مقام سماوہ جو شام اور عراق کے مابین ایک جگہ ہے مدفون ہوئے۔

سوال: حضرت حفصؒ کے مختصر حالات تحریر کریں؟

جواب: آپ امام عاصمؒ کے دوسرے راوی ہیں اور آپ کا پورا نام حفص بن سلیمان بن ابی داؤد الاسدی الکوفی الغاضری البزاز ہے۔ آپ امام عاصمؒ کے ربیب تھے۔ آپ نے امام عاصمؒ کو متعدد مرتبہ قرآن سنایا۔

حافظ ذہبیؒ نے طبقات القراء میں تحریر کیا ہے کہ آپ ۹۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۸۰ھ میں نوے سال کی عمر میں وفات پائی۔ یہ قبولیت خداداد ہے کہ صدیوں سے مکاتب و مدارس میں روایت حفص پڑھی پڑھائی جارہی ہے اور دنیائے اسلامی میں

افریقہ کے بعض ممالک کے علاوہ عموماً آپ کی روایت ہی پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے طویل عرصہ تک تدریس قرآن کے فرائض انجام دیئے اور جلیل القدر قراء نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔ جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو وہاں بھی درس دیا اور مکہ مکرمہ میں رہے تو وہاں پر بھی آپ کا فیض جاری ہوا۔

میری روایت حفص کی سند

میں نے روایت حفص کی سند حاصل کی اپنے شفیق اور محترم استاذ گرامی حضرت استاذ القراء والمجودین الشیخ المقری محمد عبدالمالک نور اللہ مرقدہ سے انہوں نے استاذ العرب والعجم الشیخ المقری محمد عبداللہ مکیؒ سے انہوں نے الشیخ ابراہیم سعد بن علی الشافعی المصریؒ سے انہوں نے الشیخ حسن بدیر المصریؒ سے انہوں نے خاتمۃ القراء الشیخ محمد المتولیؒ سے انہوں نے الشیخ احمد التہامیؒ سے انہوں نے الشیخ احمد سلمونہؒ سے انہوں نے الشیخ ابراہیم العبیدیؒ سے انہوں نے الشیخ عبدالرحمٰن الاجہوریؒ سے انہوں نے الشیخ احمد البقریؒ سے انہوں نے الشیخ محمد البقریؒ سے انہوں نے الشیخ عبدالرحمٰن الیمنیؒ سے انہوں نے اپنے والد الشیخ شحاذۃ الیمنیؒ سے انہوں نے الشیخ ناصر الدین الطبلاویؒ سے انہوں نے الشیخ زکریا الانصاریؒ سے انہوں نے الشیخ ابی نعیم رضوان العقبیؒ سے انہوں نے شیخ القراء والمحدثین شمس الملت والدین محمد بن محمد بن محمد الجزریؒ سے انہوں نے الشیخ ابو محمد عبدالرحمٰن معالی البغدادیؒ سے انہوں نے الشیخ ابوعبداللہ محمد بن احمد المعروف بالصائغ سے انہوں نے الشیخ ابوالحسن علی بن شجاع العباسی المعروف بالکمال الضریرؒ (داماد شاطبی) سے انہوں نے امام ابوالقاسم الشاطبیؒ سے انہوں نے الشیخ ابوالحسن علی بن ہذیلؒ سے انہوں نے الشیخ ابوداؤد سلیمان بن نجاحؒ سے انہوں

نے امام ابوعمرو عثمان بن سعید الدانیؒ سے انہوں نے الشیخ ابوالحسن طاہر بن غلبونؒ سے انہوں نے الشیخ ابوالحسن علی بن محمد الہاشمیؒ سے انہوں نے الشیخ ابوالعباس احمد بن سہل الاشنانیؒ سے انہوں نے الشیخ ابومحمد عبید بن الصباحؒ سے انہوں نے الشیخ حفصؒ، صاحب الروایۃ سے انہوں نے امام عاصم بن ابی النجود القاریؒ سے انہوں نے ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ اور زر بن حبیشؒ اور ابوعمر سعد بن الیاس شیبانیؒ سے ان تینوں حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت علی۔ حضرت عثمان۔ حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اور ان تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے قرآن حاصل کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

اہمیت سند

سوال: اسناد کی اہمیت کیا ہے اور یہ کیوں ضروری ہے؟

جواب: سند ایک شہادت اور علامت ہے جو استاذ کی جانب سے قابل اجازت طلبہ کو دی جاتی ہے اور وہ اس سند کے ذریعہ سے دیگر لوگوں پر اپنی اہلیت ثابت کر سکتے ہیں۔

علامہ سیوطیؒ الاتقان فی علوم القرآن میں فرماتے ہیں:

"بہت سے مشائخ نے یہ عادت مقرر کر لی ہے کہ سند قراءت دینے کے لیے کوئی رقم بطور نذرانہ لیتے ہیں تو یہ بات اجماعاً ناجائز ہے۔ شاگرد کی اہلیت معلوم ہونے پر اسے سند دینا واجب ہوتا ہے اور غیر اہلیت والے شخص کی کیفیت معلوم ہونے پر اسے سند دینا ممنوع ہے۔"

علامہ سیوطیؒ کے اس قول کی بناء پر سندوں کا کاروبار کرنے والے اپنے افعال کا محاسبہ کریں۔ ہمارے شیخ نور اللہ مرقدہ اسناد دینے کے معاملہ میں بے انتہا احتیاط برتتے تھے اور سلف وخلف کا یہی معمول ہم نے ان حضرات کی کتب میں منقول پایا

ہے۔ سند صحیح مستحق کو دینا اور علو اسناد کا اہتمام کرنا اس کے متعلق علامہ جزریؒ نے النشر فی القراء ات العشر اور منجد المقرئین میں بحث فرمائی ہے۔ اہل علم حضرات وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

مکمل شجرۃ الاساتذہ راقم کا مرتب کردہ قراء عشرہ کی مکمل اسناد پر مشتمل ہوگا۔ انشاء اللہ عنقریب طبع ہوکر شائقین کے لیے سرمایہ علم ثابت ہوگا۔

فصل چہارم: اہمیت تجوید

سوال: کیا قرآن کو صحیح ادا سے پڑھنا آنحضرت ﷺ سے منقول ہے؟

جواب: ہم اس سے پیشتر بتا چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح قرآن کے حروف کی اور اس کے رسم الخط کی حفاظت فرمائی ہے اسی طرح اس کے پڑھنے کی صحیح ادا کی بھی حفاظت فرمائی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے جس طرز اور ادا پر قرآن پڑھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بتلایا وہ صحیح کامل ترین اور سب سے زیادہ معتبر ہے۔ بعد میں صحابہ کرامؓ نے تابعین کو قرآن کی تعلیم دی تو سختی سے اسی ادا اور انہی اصول وضوابط پر کاربند رہے' جو کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ سے سیکھے تھے۔

جیسا کہ طبرانی کی معجم الکبیر میں ثقہ اسناد سے یہ روایت آئی ہے کہ کسی نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے یہ آیت پڑھی: ''إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ'' الخ مگر لِلْفُقَرَآءِ کے الف پر ہونے والا مد ادا نہیں کیا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ''آنحضرت ﷺ نے یہ آیت ہمیں اس طرح نہیں پڑھائی ہے۔'' پڑھنے والے نے دریافت کیا اے ابوعبدالرحمٰن آپ نے آنحضرت ﷺ سے کیسے پڑھا ہے؟ تب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے لِلْفُقَرَآءِ کو مد کے ہمراہ ادا کیا۔

اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ بغیر ادائیگی مد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قواعد کے خلاف سمجھا، جن کے مطابق آنحضرت ﷺ نے آپ کو پڑھایا تھا۔ اسی لیے آپ نے پڑھنے والے کو ٹوک دیا۔ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اداء میں تمام اصول وقواعد کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ خواہ وہ صفات محسنہ ہی کیوں نہ ہوں۔

سوال: علم تجوید ہم تک کیسے پہنچا؟

جواب: علم تجوید ہم تک ناقلین کی سعی اور محنت سے پہنچا۔ ابتداء سے ہی حضرات صحابہ کرامؓ نے براہ راست آنحضرت ﷺ سے قرآن مجید کو حاصل کیا۔ یہ حضرات روزانہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سنتے تھے اور اس کو پھر حفظ کرتے تھے۔ یہ عمل صحابہ کرامؓ سے تابعینؒ، اور تابعینؒ سے تبع تابعین کو منتقل ہوا۔ بعد کے آنے والوں میں ہر قاری کئی کئی اساتذہ سے پڑھتا رہا تا کہ خامی کا امکان ہی نہ رہے۔

یہ حضرات سالہا سال کی محنت سے یہ فن حاصل کرتے پھر اپنی تمام عمر اس کام کے لیے وقف کر دیتے۔ کیونکہ وہ اس کی اہمیت وفضیلت سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ قرآن حکیم کو صحت لفظی کے ساتھ پہنچانا ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ سلف و خلف نے اس چیز کو باحسن نبھایا اور انہی کی محنتوں اور لگن کی بدولت یہ علم ہم جیسے کم علموں تک پہنچا۔ ہم نے اپنے شیخ محترم کو جس طرح تعلیم قرآن میں منہمک ومستغرق پایا اور جو شان استغنیٰ دیکھی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ایسے ہی حضرت شیخ نے اپنے اساتذہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ اور حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کے تعلیم دینے سے متعلق جو واقعات ہمیں سنائے فی الحقیقت وہ سلف کی روایات کے امین معلوم ہوتے ہیں۔

واضعین فن تجوید

سوال: علم تجوید کے وضع کرنے والے کون تھے؟

جواب: علم تجوید دو طریقوں پر وضع ہوا۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن اسی طرح پڑھایا' جس طرح آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے سماعت فرمایا اور اسی ادا اور نہج پر آپ نے صحابہ کرامؓ کو قرآن کی تعلیم دی۔ چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل زبان تھے لہٰذا ان کو پڑھ کر بتا دینا کافی تھا۔ قواعد کی ضرورت انہیں نہ تھی۔ یہ طریقہ مِنْ حَیْثُ الْاَدَآء کہلایا۔

بعدازاں جب غیر عرب اقوام حلقہ اسلام میں داخل ہوئیں تو ان عجمی اقوام کے لیے ضروری ہوا کہ قرآن کو صحیح پڑھنے کے واسطے قواعد کو بھی مرتب کیا جائے۔ تب مِنْ حَیْثُ الْقَوَاعِد وضع کنندہ سامنے آئے۔ ان میں ابوالاسود الدوئلیؒ۔ خلیل بن احمد الفراھیدیؒ یا ابوعمر حفص بن عمر الدوری علیہ الرحمہ کے نام نامی قابل ذکر ہیں یا آئمہ قرآءت کے نام بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔ مگر امام خلیل بن احمد فراھیدیؒ م ۱۷۰ھ عمومی طور پر وہ پہلے شخص کہلائیں گے جنہوں نے سب سے پہلے اپنی کتاب ''کتاب العین'' کے آغاز میں مخارج وصفات اور حروف کے القاب واسماء وغیرہ کا تذکرہ فرمایا۔ اس سے قبل ہم لکھ آئے ہیں کہ حروف پر موجودہ اعراب کی شکل بھی امام خلیلؒ نے ہی مدون کی اور اکثر محققین تجوید کی آراء کے مطابق حروف کے مخارج کا سترہ ہونا یہ بھی سب سے پہلے امام خلیلؒ نے ہی اپنی کتاب مذکور میں نقل فرمایا۔ دیگر واضعین قواعد تجوید میں امام سیبویہؒ م ۱۸۰ھ قطرب نحویؒ م ۲۰۹ھ۔ امام فراء کوفی نحویؒ م ۲۰۷ھ اور امام صالح جرمیؒ م ۲۲۵ھ کے نام معروف ہیں۔

اہمیت تجوید قرآن کی روشنی میں

سوال: تجوید کی اہمیت وضرورت کو قرآن سے واضح کریں۔

جواب: (۱) قرآن شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا. (المزمل) ''قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر باطمینان پڑھو۔''

اور اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کا قول آتا ہے کہ ''اَلتَّرْتِيلُ هُوَ تَجْوِيدُ الْحُرُوفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوفِ'' یعنی ترتیل کا مطلب حروف کو تجوید سے ادا کرنا اور وقوف کی پہچان ہے۔

(۲) ایسے ہی آنحضرت ﷺ پر جب قرآن نازل ہوتا تو آپ اس کو یاد کرنے کے واسطے جلدی جلدی دہراتے' اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس امر سے منع فرمایا:

لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ ۝ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَ قُرْآنَهُ ۝
فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ ۝ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ۝ (القیامہ)

یعنی آپ اس کو پڑھنے میں زبان کو تیزی سے حرکت نہ دیں۔ بے شک اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے جب قرآن پڑھا جائے تو آپ اسے سنیں اور پھر پڑھیں' پھر اس کو بیان کر دینا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ' آنحضرت ﷺ کو قرآن پڑھنے میں عجلت کرنے سے منع فرما رہے ہیں۔ پس امتیوں پر تو کہیں زیادہ اس حکم کا اطلاق ہوتا ہے کہ وہ قرآن کو بنا سنوار کر اور تجوید سے پڑھیں۔

(۳) اسی طرح قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''وَ قُرْآنًا فَرَقْنَاهُ لِتَقْرَأَهُ عَلَى النَّاسِ عَلَى مُكْثٍ وَ نَزَّلْنَاهُ تَنْزِيلًا ۝

(الاسراء)

یعنی قرآن کو ہم نے واضح طور پر ترتیل کے ساتھ نازل کیا ہے تاکہ آپ ﷺ اسے لوگوں کے سامنے ترتیل سے پڑھ کر سنائیں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو ترتیل سے آنحضرت ﷺ پر نازل فرمایا اور پھر ترتیل سے ہی لوگوں کو تعلیم دینے کا حکم فرمایا۔

اہمیت تجوید احادیث مبارکہ کی روشنی میں

سوال: اہمیت تجوید کو احادیث مبارکہ سے ثابت کریں؟

جواب: (۱) آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے:

"اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ كَمَا اُنْزِلَ" (صحیح ابن خزیمہ)

یعنی اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ قرآن اسی طرح پڑھا جائے جیسا کہ یہ نازل ہوا ہے۔

(۲) حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے ایک طویل روایت وارد ہے اس میں آپ آنحضرت ﷺ کی قراءت کے متعلق فرماتے ہیں:

فَقَرَاَهَا يَقْرَءُ مُتَرَسِّلًا. (مسلم)

یعنی آپ ﷺ (قرآن کو) ٹھہر ٹھہر کر درستگی کے ساتھ مع خوش آوازی کے پڑھتے تھے۔

رَسْلٌ کا مطلب لغت میں خوش آوازی سے پڑھنا اور ٹھہر ٹھہر کر درستی کے ساتھ پڑھنا لکھا ہوا ہے۔

(۳) ایسے ہی ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی نماز میں تلاوت کو ایسے بیان فرماتی ہیں:

وَيَقْرَأُ بِالسُّوْرَةِ فَيُرَتِّلُهَا حَتّٰی تَكُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْهَا۔
(مسلم۔مؤطا)

یعنی آپ ﷺ سورت کو اس قدر خوبی سے ٹھہر ٹھہر کر ترتیل سے پڑھتے کہ وہ بڑی سے بڑی ہو جاتی۔

(۴) اسی طرح آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہے:

"اِقْرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِهَا" (مؤطا و نسائی)

یعنی قرآن کو عربوں کے لب ولہجہ اور آوازوں سے پڑھو۔

کسی بھی زبان کو سیکھنے اور بولنے کا معیار یہ ہے کہ وہ اہل زبان کے لب ولہجہ میں بولی اور پڑھی جائے' جیسے فارسی کو ایرانیوں کے لب ولہجہ پر' انگریزی کو انگریزوں کے لب ولہجہ پر حاصل کیا جائے۔ ایسے ہی عربی کو عرب لوگوں کے لب ولہجہ پر بولنا مہارت کہلائے گا۔

مگر قرآن حکیم اپنی خصوصیات کی وجہ سے ایک علیحدہ مقام رکھتا ہے جیسا کہ اس کا رسم الخط ایک امتیازی شان کا حامل ہے' اسی طرح اس کی صحت ادائیگی اور تلفظ بھی عام اصول سے الگ ہے۔ اس لیے اس کو عام عربوں کے لحون میں یا آج کل کے عربوں کے لحون میں نہیں پڑھا جائے گا بلکہ یہاں عرب سے وہ تربیت یافتہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم مراد ہیں جنہوں نے براہ راست آنحضرت ﷺ کی زبان مبارکہ سے قرآن کو حاصل کیا جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد مبارکہ ہماری اس بات کی تائید بھی کر رہا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّقْرَاَ الْقُرْاٰنَ غَضًّا كَمَا اُنْزِلَ فَلْيَقْرَاْهُ عَلٰى قِرَآءَةِ ابْنِ اُمِّ عَبْدٍ"

یعنی جو شخص قرآن کو اس معیار پر پڑھنا چاہے جس طرح وہ نازل کیا گیا تو

اس کو چاہیے کہ وہ ابن ام عبد (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ) کی قرآءت پڑھے۔

آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا نام لے کر فرمایا اس لیے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تجوید قرآن میں خوب مہارت اور دسترس حاصل تھی۔
(الاتقان للسیوطی)

پس معلوم ہوا کہ لحون عرب سے آج کل کے عرب نہیں بلکہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مراد ہیں کیونکہ یہ صحابہ کرامؓ تلاوت قرآن میں تجوید اور ادائیگی صحت کا مکمل اہتمام فرماتے تھے۔

ان احادیث سے تجوید کی اہمیت وضرورت وافادیت خوب کھل کر سامنے آتی ہے۔

اہمیت تجوید اقوال صحابہ کی روشنی میں

سوال: اہمیت تجوید کو اقوال صحابہؓ سے ثابت کریں؟

جواب: (۱) علامہ دانیؒ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

"جَوِّدُو الْقُرْاٰنَ" یعنی قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھو۔ (الاتقان للسیوطی)

(۲) علامہ جزریؒ النشر فی القراءات العشر میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد مبارکہ نقل فرماتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا:

"اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ"

یعنی ترتیل کا مطلب ہے حروف کو تجوید کے ساتھ پڑھنا اور وقوف کی معرفت جاننا۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا آئیں ہیں کہ یہ آیت "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا" کی تفسیر

ہے۔

(۳) ایسے ہی اس آیت وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ترتیل سے مراد قرآن کو خوب واضح کر کے پڑھنا ہے۔(الاتقان)

(۴) حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں نقل فرمایا ہے کہ آپؓ نے فرمایا:

"رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهُ"

یعنی بہت سے قرآن پڑھنے والے قرآن ایسا (غلط) پڑھتے ہیں کہ (غلط پڑھنے کی وجہ سے) قرآن ان پر لعنت کرتا ہے۔

(۵) بخاری میں حدیث آتی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے دریافت فرمایا گیا کہ آنحضرت ﷺ کی قراءت کیسی ہوتی تھی؟ تو حضرت انسؓ نے فرمایا:

آپ کی قراءت کشش صوت کے ساتھ ہوتی تھی' پھر انہوں نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کو پڑھ کر سنایا اور اللہ الرحمٰن اور الرحیم سب کو مد کے ساتھ پڑھا (یعنی حروف مدہ الف اور یاء کو ان کی اصلی مقدار کے مطابق)

(۶) ایسے ہی ابوداؤد میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ انہوں آنحضرت ﷺ کی قراءت کی کیفیت اس طرح بیان فرمائی کہ آپ حرف حرف نمایاں کر کے پڑھا کرتے تھے۔

(۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بصرہ کے گورنر تھے انہوں نے ایک مرتبہ بصرہ کے قراء کو بلوایا اور وہ سب تین سو جید قاری حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے پاس آئے اور انہوں نے قرآن حکیم کی تلاوت کی بعد ازاں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے ان سے فرمایا:

اَنْتُمْ خِیَارُ اَھْلِ الْبَصْرَۃِ وَ قُرَّآؤُھُمْ مَاتْلُوْہُ. (مسلم)

یعنی تم اہل بصرہ میں سب سے بہترین لوگ ہو پس قرآن کو خوبصورت انداز میں (باتجوید) پڑھتے رہو۔

اہمیت تجوید تابعین' آئمہ قراءات اور دیگر علماء کے اقوال کی روشنی میں

سوال: اہمیت تجوید کو تابعین' آئمہ قرآءت اور دیگر علماء کے اقوال سے ثابت کریں۔

جواب: (۱) حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے کہ تجوید سنت متبعہ ہے' پچھلا اگلے سے اخذ کرتا چلا آیا ہے۔ پس تم کو جس طرح پڑھایا جائے اسی کو اختیار کرو۔ (الاتقان)

(۲) علامہ جزریؒ النشر میں فرماتے ہیں کہ تجوید کی فرضیت پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے۔

(۳) ابوالعز القلانسیؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کو تجوید سے پڑھنا نماز کی طرح فرض عین ہے۔ (الاتقان)

(۴) علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِیْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ
مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

یعنی تجوید کا اختیار کرنا واجب ولازم ہے جو قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے گناہ گار ہے۔

(۵) علامہ سیوطیؒ الاتقان میں فرماتے ہیں:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ جس طرح مسلمانوں کے لیے قرآن کے معانی کا

سمجھنا اور اس کے احکام پر عمل کرنا عبادت اور فرض قرار دیا گیا ہے' اسی انداز سے ان پر قرآن کے الفاظ کا صحیح طور سے پڑھنا اور اس کے حروف کو اسی طرح پر ادا کرنا بھی لازم اور فرض ہے جس طرح ان حروف کا ادا کرنا جن کو فن قراءات کے آئمہ نے آنحضرت ﷺ تک قراءات متواترہ سے نقل فرمایا ہے۔

(۶) ایک اور جگہ پر علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

قرآن کی قراءت میں ترتیل مسنون ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا"

(۷) ملا علی قاریؒ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ میں بیان فرماتے ہیں:

"اَلْعِلْمُ بِهٖ فَرْضُ كِفَايَةٌ وَالْعَمَلُ بِهٖ فَرْضُ عَيْنٌ"

یعنی اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ تجوید کے قواعد کا جاننا فرض کفایہ ہے اور ان کے موافق عمل کرنا ہر قاری مکلف پر فرض عین ہے۔

(۸) علامہ الجوینیؒ فرماتے ہیں کہ:

فرض کفایہ ہونے میں یہ راز رکھا گیا ہے کہ اس کے تواتر کی تعداد منقطع نہ ہونے پائے اور اس طرح قرآن کریم تبدل وتحرف سے محفوظ رہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں کا ایک گروہ یہ فرض ادا کرتا رہے گا تو باقی لوگ اس ذمہ داری سے بری ہو جائیں گے۔ بصورت دیگر سب کے سب حفاظت قرآن نہ کرنے کے جرم میں ماخوذ ہوں گے۔

(۹) امام بیہقی نے اپنی سنن الکبری میں امام شافعیؒ کا قول نقل فرمایا ہے کہ "ترتیل کا کم تر درجہ یہ ہے کہ قرآن کو واضح' صاف اور حروف کو باہم جدا جدا پڑھے اور عجلت کا مظاہرہ نہ کرے۔"

(۱۰) اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ۔ (البقرہ)

یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی وہ اس کو اس طرح تلاوت کرتے ہیں

جیسا کہ اس کی تلاوت کا حق ہے۔

امام غزالیؒ اس آیت کی تفسیر کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

''تلاوت کا حق یہ ہے کہ تلاوت کے دوران زبان، عقل اور دل تینوں شریک ہوں۔ پس زبان کا حق میں حصہ یہ ہے کہ حروف کی کامل صحت سے ادائیگی۔ عقل کا حق میں حصہ یہ ہے کہ معانی و مفاہیم پر غور اور دل کا حق میں حصہ یہ ہے کہ احکامات الٰہی پر اطاعت اور عمل پیرا ہونے پر یقین ہونا۔

سوال: تجوید میں کن موضوعات پر بحث ہوتی ہے؟

جواب: تجوید میں حروف کے مخارج اور ان کی جمیع صفات لازمہ اور صفات عارضہ نیز حروف سے متعلقہ تمام امور پر بحث کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تجوید کے علم میں ایک اہم موضوع معرفۃ الوقف بھی ہے۔

فصل پنجم: تحسین صوت

سوال: تحسین صوت سے کیا مراد ہے؟

جواب: تحسین صوت سے مراد قرآن کو ایسی آواز سے پڑھنا ہے جو دل میں نرمی پیدا کرے اور جس سے خشوع و خضوع حاصل ہو، خشیت الٰہی پیدا ہو اور جس سے حضور قلب نصیب ہو۔ احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے شوق کو اُبھارے۔ سننے والے کا دل اس سے متاثر ہو۔ تجوید کے اصول و قوانین کی رعایت ملحوظ رہے اور کلمات قرآنیہ اور حروف کی ادائیگی میں اس تحسین صوت سے خلل نہ پڑے۔

سوال: اچھی آواز میں پڑھنے سے متعلق احادیث بیان فرمائیں؟

جواب: (۱) وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَیْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَتَغَنَّ بِالْقُرْاٰنِ۔ (بخاری)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو قرآن پڑھنے میں عمدہ آواز نہ بنائے وہ ہم میں سے نہیں''۔

(۲) عَنِ الْبَرَآءِ بْنِ عَازِبٍؓ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ حَسِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا. (الدارمی)

حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن کو اپنی آوازوں سے آراستہ کرو کیونکہ اچھی آواز سے قرآن کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۳) عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَا اَذِنَ اللّٰهُ لِشَيْءٍ مَّا اَذِنَ لِلنَّبِيِّ يَتَغَنّٰى بِالْقُرْاٰنِ. (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کسی آواز کو اس قدر توجہ سے نہیں سنتے جتنا کہ اس نبی کی آواز کو جو خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہو۔

سوال: الحان اور انغام سے کیا مراد ہے؟ اور ان کے مابین کیا فرق ہے؟

جواب: لحن سے مراد موزوں آواز ہے یعنی خوش آواز ہونا کہ اس میں تکلف اور بناوٹ کا کوئی شائبہ نہ ہو۔

نغم سے مراد گانے میں سر والی آواز نکالنا اور ان کے اوقات وغیرہ بھی مقرر ہوتے ہیں جو کہ دوسرے وقت میں نہیں بنتے اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ لہجہ یا الحان موزوں آواز یا طرز طبعی کو کہا جاتا ہے اور نغم ایک غیر طبعی سر والی آواز ہے کہ جس میں با قاعدہ خاص اصول وضوابط مقرر ہیں کہ

آواز کو کہیں گھٹانا یا کہیں بڑھانا یا کسی جگہ جلدی کرنا وغیرہ۔

سوال: تلاوت قرآن کے دوران اس میں سے کونسی چیز اختیار کرنی چاہیے؟

جواب: تلاوت قرآن میں الحان کو اختیار کرنا چاہیے۔ یعنی اپنے لہجہ طبعی میں خوش آوازی سے پڑھے اور تحسین صوت یہی ہے کہ جس میں قواعد تجوید کو ملحوظ رکھا جائے۔

یہ مستحب اور مستحسن ہے۔ جیسے اہل عرب عموماً خوش آوازی سے بلا تکلف پڑھتے ہیں اور یہ خوش آوازی ان کی طبعی اور جبلی ہوتی ہے کوئی بنائی ہوئی یا اختیاری نہیں ہوتی اسی وجہ سے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے باہم ممتاز ہوتا ہے۔

سوال: خوش آوازی سے قرآن پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: اس میں بعض حضرات نے بہت افراط وتفریط سے کام لیا ہے۔ بعض مطلقاً اس کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ تلاوت قرآن میں تحسین صوت بالکل ممنوع اور حرام یا فسق ہے اور بعض حضرات نے خوش آوازی میں بہت غلو کیا ہے۔

ہم اوپر تین احادیث خوش آوازی سے پڑھنے کی تائید میں لکھ کر آئے ہیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے' جو مسند احمد۔ ابوداؤد' ابن ماجہ اور سنن دارمی میں منقول ہے کہ آپ نے فرمایا:

"زَيِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ" یعنی اپنی آوازوں کے ذریعے قرآن کو زینت دو۔ ایسے ہی صحیحین کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی تلاوت قرآن سنی تو فرمایا:

"لَقَدْ اُوْتِيَ هٰذَا مِنْ مَّزَامِيْرِ اٰلِ دَاوٗدَ".

یعنی اللہ تعالیٰ نے انہیں آل داؤد کے ساز عطا فرمائے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو جب آپ کی یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا اگر مجھے

معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں اور بھی بنا سنوار کر پڑھتا۔

خوش آوازی سے پڑھنا دراصل آداب قرآنی میں سے ہے۔ جیسے تلاوت کے لیے باوضو ہونا اور مسواک کرنا آداب کے درجے ہیں' ایسے ہی حسن صوت بھی مستحب ہے۔ خوش آوازی سے پڑھنا نہ تو ممنوع ہے جیسا کہ بعض حضرات کہتے ہیں اور نہ ہی مقصود اصلی ہے۔

خوش آوازی اللہ تعالیٰ کے عطیات میں سے ایک عطیہ ہے۔ جس کو حاصل ہو اسے چاہیے کہ اپنی خوش آوازی کو اہل عرب کی خوش آوازی کے تابع رکھتے ہوئے قواعد تجوید کو ملحوظ رکھتے ہوئے بے تکلف اور سادگی سے پڑھے۔

سوال: خوش آوازی سے قواعد تجوید کو ملحوظ رکھتے ہوئے تلاوت کا انداز کیا ہو گا؟

جواب: قواعد تجوید سے قرآن کی تلاوت کرنا نہایت ضروری ہے اور خوش آوازی سے پڑھنا یہ ایک امر زائد مستحسن عمل ہوگا۔ مگر ایسی خوش آوازی جو تجوید کے قواعد کے خلاف ہو جیسے کہ ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا یا کوئی حرف گھٹا بڑھا دیا یا حرکات میں غلطی ہوئی یا ساکن کی جگہ متحرک اور متحرک کی جگہ ساکن پڑھ دیا تو یہ لحن جلی ہوگی اور ایسی خوش آوازی گناہ ہے۔ اور اگر خوش آوازی سے صفات محسنہ متاثر ہوں تو ایسی خوش آوازی مکروہ ہے پس صرف وہی خوش آوازی جائز اور مباح ہے جو قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو۔

سوال: قرآن کریم کی تلاوت میں خوش آوازی کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: قرآن مجید کی تلاوت میں حسن صوت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ حسن صوت کی لطافت کانوں کو بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اچھی آواز کی حامل تلاوت دل پر اثر کرتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

"اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ" (لقمٰن)

"یعنی بے شک کریہہ آوازوں میں گدھے کی آواز ہے۔"

وجہ یہ ہے کہ گدھا بے سری اور بے تکی آوازیں نہایت بھدے انداز میں بے ترتیب نکالتا ہے جو کانوں کو بُری معلوم ہوتی ہیں۔

آواز میں شیرینی، اعتدال اور دھیمے لہجے میں بات کرنا ایک مہذب اور معزز فطرت کے حامل انسان کی خصوصیات سمجھی جاتی ہیں۔ پس قرآن کریم جو مالک ارض و سما کا کلام ہے وہ اس بات کا کہیں زیادہ متقاضی ہے کہ اس کو خوش آوازی سے پڑھا جائے اور اس خوش آوازی کے سلسلہ میں جبکہ احادیث بھی وارد ہوں تو اس کے مستحسن اور مستحب ہونے میں کیا شک رہ جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ سے لہجوں کے ساتھ پڑھنا ثابت ہے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی حدیث ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَغَفَّلِ نِ الْمُزَنِیِّ یَقُوْلُ قَرَءَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فِیْ مَسِیْرٍ لَّهٗ سُوْرَةَ الْفَتْحِ عَلٰی رَاحِلَتِهٖ فَرَجَّعَ فِیْ قِرَآءَتِهٖ. قَالَ مُعَاوِیَةُ لَوْلَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ یَّجْتَمِعَ عَلَیَّ النَّاسُ لَحَکَیْتُ لَکُمْ قِرَآءَتَهٗ۔ (متفق علیہ)

یعنی حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس سال مکہ فتح ہوا آنحضرت ﷺ اپنی سواری پر راستے میں سورۃ الفتح قرآءت سے (یعنی ترجیع سے) پڑھتے جاتے تھے حضرت معاویہؓ نے فرمایا اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ لوگ مجھے گھیر لیں گے تو میں آپ ﷺ کی (مانند) قرآءت تمہیں سناتا۔

اس حدیث کی شرح میں علامہ نووی ؒ فرماتے ہیں کہ ترجیع آواز کے اتار چڑھاؤ

کو کہتے ہیں جو نہایت لطف دیتی ہے اور خوش آوازی سے قرآن کا پڑھنا دل پر زیادہ اثر کا باعث ہوتا ہے اس لیے خوش آوازی مستحب ہے۔ مگر گویوں عشاق اور فساق کی مانند پڑھنا بے ادبی ہے۔

ہمارے استاذ نور اللہ مرقدہ تحسین صوت کے ثبوت میں آنحضرت ﷺ کا وہ ارشاد بیان فرمایا کرتے تھے جو موطا اور نسائی وغیرہ میں منقول ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

"اِقْرَءُ وا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ"

"یعنی تم قرآن کو عربوں کے لب ولہجہ میں پڑھو۔"

اس حدیث کی جانب علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں اس طرح اشارہ فرمارہے ہیں:

مَعْ حُسْنِ صَوْتٍ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ
مُرَتَّلًا مُجَوَّدًا بِالْعَرَبِيْ

یعنی حسن صوت مع لحون عرب کے مطابق ترتیل اور اداء عربی کے ساتھ عمدہ ترین حالت کے ساتھ (قرآن پڑھا جائے)۔

لحون عرب

سوال: لحون عرب سے کیا مراد ہے؟

جواب: جیسا کہ ہم اس حدیث کی تشریح سابقہ صفحات میں بھی کر چکے ہیں کہ لحون عرب سے مراد وہ مخصوص عرب لہجے ہیں جو سلف صالحین سے بتواتر ہم تک پہنچے ہیں اور یہ لہجے ہم نے اپنے استاذ مرحوم نور اللہ مرقدہ کو بھی پڑھتے ہوئے سنا حضرت استاذؒ فرماتے تھے کہ یہ لہجے تواتر کے ساتھ منقول ہیں اور ہم نے اپنے اساتذہ سے سیکھے ہیں۔ آپ برصغیر پاک و ہند میں ان لہجوں کو متعارف کروانے والے تھے۔ آپ نے یہ لہجے حضرت قاری عبداللہ مکی رحمہ اللہ سے حاصل فرمائے اور بعد ازاں حضرت

استاذ نور اللہ مرقدہ نے یہ لحون اپنے شاگردوں کو منتقل فرمائے۔

ان عربی لہجوں میں حجازی۔ حسینی۔ یمنی۔ مایہ۔ عشاقی۔ دوکا۔ سیکا۔ حرب۔ رکب۔ مصری اور محطا وغیرہ کے نام بہت نمایاں ہیں۔

سوال: ان لحون کو کیسے سیکھا جا سکتا ہے؟

جواب: پہلے یہ لہجے اساتذہ اپنے طالب علموں کو سکھایا کرتے تھے۔ مختلف لہجوں میں مشق کرائی جاتی تھی۔ یہ لہجے ہم نے اپنے زمانہ طالب علمی میں حضرت استاذ نور اللہ مرقدہ سے اخذ کیے۔ استاذ مرحوم نے ہمیں سکھائے' پہچان بتلائی' بعد ازاں جب ہم لوگوں کا زمانہ آیا تو انحطاط فن ہوا اور حتی الوسع ہم نے بھی طالب علموں کو یہ لہجے سکھائے۔ دراصل اس میں طالب علموں کی اپنی ذاتی دلچسپی بھی شامل ہوتی ہے۔ ان لہجوں کو سیکھنے کا واحد ذریعہ استاذ سے مشق واستفادہ ہے اور اب تو ایسے ماہر اساتذہ بھی خال خال ہیں جو لحون عربیہ سے کما حقہ واقف ہوں۔ بہر حال جس قدر حدر و ترتیل میں (استاذ ماہر سے جو لہجوں کو جانتا اور سمجھتا ہو) مشق کرے گا ان لہجوں کو حاصل کرے گا شوق وطلب اس میں اولین شرط ہے۔ ذی فہم استاذ یہ بھی بتلائے گا کہ مختلف لہجوں میں ادائیگی کی صورت کیا ہوگی؟ نیز مختلف لہجوں میں آواز کے خانات کو کہاں اور کس قدر اونچا کرنا ہے اور کہاں اور کتنا نیچا کرنا ہے۔ بدون استاذ یہ لہجے حاصل کرنا بہت مشکل بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔

دوسری بات پھر یہ کہ ان لہجوں کو سیکھنے کے بعد ان پر مداومت ومزاولت ہو اس کے لیے پھر ضروری ہے کہ قرآن کو حدر و ترتیل میں اس قدر پڑھے کہ یہ مختلف لہجے بلا تکلف زبان پر جاری ہو جائیں اور پڑھنے والا جب چاہے اور جس وقت چاہے بلا تکلف اسے کسی بھی لہجے کو پڑھنے کی قدرت حاصل ہو جائے۔

تلاوت قرآن کے مراتب

سوال: تلاوت قرآن حکیم کے کتنے مراتب ہیں؟

جواب: قرآن مجید کی تلاوت کے تین مراتب ہیں:

(۱) ترتیل (۲) حدر (۳) تدویر

(۱) ترتیل: قرآن کی تلاوت خوب ٹھہر ٹھہر کر اس کے جمیع مخارج اور صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کرنا۔

(۲) حدر (بسکون الدال): قرآن کی تلاوت قواعد تجوید کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے تیز تیز کرنا۔

(۳) تدویر: ترتیل اور حدر کی درمیانی کیفیت جس میں قواعد تجوید کو مدنظر رکھ کر پڑھا جائے۔

علامہ جزریؒ طیبۃ النشر میں ان مراتب تلاوت کو اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

وَيَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ بِالتَّحْقِيْقِ مَعْ
حَدْرٍ وَّ تَدْوِيْرٍ وَّ كُلٌّ مُّتَّبَعْ

یعنی قرآن پڑھو تحقیق اور حدر اور تدویر کے ساتھ اور یہ تمام طریقے (ائمہ قراءات کی) اتباع میں ہیں۔

ہمارے شیخ حضرت قاری عبدالمالک صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ محققین نے پڑھنے کی رفتار کو پانچ اقسام میں بیان کیا ہے۔

(۱) تحقیق: یعنی پڑھنے میں بہت ہی ٹھہراؤ اور صفائی ہو۔

(۲) ترتیل: دوسرا اس سے ذرا رواں وہ ترتیل ہے۔

(۳) تدویر: تیسرا اس سے ذرا رواں جیسا کہ جہری نمازوں میں پڑھا جاتا ہے' یہ تدویر ہے۔

(۴) حدر: چوتھا اس سے بھی رواں جس کو حدر کہتے ہیں۔ جیسا بالعموم تراویح میں پڑھتے ہیں۔

(۵) زَمزَمَہ: اور پانچواں اس سے بھی تیز جیسے کوئی منزل یاد کرتے ہوئے یا چلتے پھرتے آہستہ آواز میں پڑھ رہا ہو اس کو زمزمہ کہتے ہیں۔ لیکن تجوید کا پایا جانا سب اقسام میں ضروری ہے۔ اسی لیے علامہ سخاوی ؒ نے ان پانچوں اقسام کے بیان کے بعد فرمایا ہے کہ:

"وَلَا بُدَّ فِيْ هٰذِهِ الْاَنْوَاعِ كُلِّهَا مِنَ التَّجْوِيْدِ"

سوال: مختلف ائمہ قراءات کے لیے مراتب تلاوت میں کونسا انداز اختیار کیا جائے؟

جواب: ویسے تو تمام طریقے ہی ہر قراءت و روایت میں اختیار کرنا درست ہے۔ مگر امام ورش ؒ۔ امام عاصم ؒ اور امام حمزہ ؒ کے لیے تحقیق۔ امام قالون ؒ۔ امام ابن کثیر مکی ؒ۔ امام بصری ؒ۔ امام ابو جعفر مدنی ؒ کے لیے حدر اور امام ابن عامر شامی ؒ۔ امام کسائی ؒ اور امام خلف ؒ کے لیے تدویر اختیار کرنا منقول ہے۔

یہاں پہنچ کر مقدمۃ الکتاب ختم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مقصود اصلی یعنی مسائل تجوید اور معرفۃ الوقوف کی تشریح و توضیح بیان کرنے میں بھی اپنی مدد شامل حال رکھے۔ آمین۔

☆☆☆

باب اول:

مبادیات تجوید

فصل اول: تجوید کی تعریف۔ موضوع۔ ثمرہ۔ غرض و غایت

سوال: تجوید کی تعریف بیان کریں؟

جواب: تجوید کے لغوی معنی علامہ جزریؒ نے النشر فی القراءات العشر میں اس طرح بیان فرمائے ہیں:

''التجوید مصدر ہے جو جَــوُدَتُ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں عمدہ کرنا اور یہ مقابل ہے لفظ رَدَآءَتُ (فاسد ہونا) کے۔ جَوَّدَ یعنی حَسَّنَ عمدہ کام کیا''۔

جہد المقل میں کہا گیا ہے ''اَلتَّجْوِیْدُ فِی اللُّغَةِ التَّحْسِیْنُ'' عام مفہوم یہ ہوا کہ اس کے لغوی معنی ہیں۔

''کسی کام کا عمدہ کرنا یا اچھا کرنا''

اصطلاح قراء میں اس کی تعریف علامہ جزری المقدمۃ الجزریہ میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

وَهُوَ اِعْطَآءُ الْحُرُوْفِ حَقَّهَا
مِنْ صِفَةٍ لَّهَا وَ مُسْتَحَقِّهَا

یعنی تجوید حروف کو ان کا حق یعنی ان کی صفات لازمہ اور ان صفات کے مقتضیات کا دینا ہے۔

نھایۃ القول المفید میں تجوید کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"اِعْطَآءُ كُلِّ حَرْفٍ حَقِّهٖ اَیْ مِنْ كُلِّ صِفَةٍ ثَابِتَةٍ لَّهٗ مِنَ الصِّفَاتِ وَ مُسْتَحَقِّهٖ" (ص. ١٢)

جھد المقل میں تجوید کی اصطلاحی تعریف اس طرح کی گئی ہے "عِلْمٌ یُّبْحَثُ فِیْهِ عَنْ مَّخَارِجِ الْحُرُوْفِ وَصِفَاتِهَا" (ص۔ ٧)

استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی "فوائد مکیہ" میں اس طرح تعریف بیان فرماتے ہیں:

"ہر حرف کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا۔"

ان تمام تعریفوں کو دیکھتے ہوئے ایک عام فہم تعریف یہ بنی "حروف کو ان کے مخارج مع جمیع صفات لازمہ و عارضہ کے بلا کسی تکلف کے ادا کرنا۔"

سوال: علم تجوید کی تعریف کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

جواب: کسی بھی علم کو شروع کرنے سے پہلے اس کی تعریف کا جاننا از بس ضروری ہے' کیونکہ اگر علم کی تعریف معلوم نہ ہو تو مجہول شے کی طلب لازم آئے گی اور یہ صحیح نہیں' اسی لیے علم تجوید کی تعریف کو سب سے پہلے بیان کیا جاتا ہے۔

سوال: تجوید کا موضوع کیا ہے؟

جواب: کسی شے کے حالات ذاتی کسی فن میں بیان کیے جائیں تو اس شے کو اس فن کا موضوع کہتے ہیں۔

عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ ''حروف کلمات قرآنیہ'' علم تجوید کا موضوع ہے مگر مناسب یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ علم تجوید کا موضوع ''احوال حروف'' ہیں اور احوال حروف سے مراد مخارج وصفات ہیں۔ لہٰذا تجوید کا موضوع ہوا ''مخارج وصفات حروف'' نہایۃ القول المفید میں علم تجوید کا موضوع ''القرآن'' کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں معنی وہی بنتے ہیں جو ہم اوپر بیان کر آئے یعنی ''احوال حروف''۔

سوال: موضوع کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

جواب: موضوع کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ وہ علم (جس پر بحث کی جائے) دوسرے علوم سے ممتاز ہو جائے۔ کیونکہ علوم میں باہم فرق موضوع کی وجہ سے ہوتا ہے۔

سوال: علم تجوید کی غرض وغایت بیان کریں؟

جواب: کوئی کام کرنے کے بعد اس کام کا جو نتیجہ مرتب ہوتا ہے اسے اس کی غایت کہتے ہیں۔

علم تجوید کی غایت نہایۃ القول المفید میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔

''بُلُوْغُ النِّهَایَۃِ فِیْ اِتْقَانِ لَفْظِ الْقُرْاٰنِ''

اور یہ بھی فرمایا کہ:

''غَایَۃُ صَوْنُ اللِّسَانِ عَنِ الْخَطَآءِ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی''

صاحب فوائد مکیہ فرماتے ہیں:

''تجوید کی غرض وغایت تصحیح حروف ہے۔''

سوال: غرض وغایت کا جاننا کیوں ضروری ہے؟

جواب: غرض وغایت یعنی کسی کام کے نتیجے کا جاننا اس لیے ضروری ہے کہ اگر کسی علم کی غرض وغایت معلوم نہ ہو تو اس علم کی معرفت بے فائدہ اور لغو کوشش ہوگی۔

سوال: تجوید کا ثمرہ یا فائدہ بیان کریں؟

جواب: کسی کام کے کرنے سے جو مقاصد حاصل ہوں وہ اس کام کا ثمرہ یا فائدہ ہے۔

نہایۃ القول المفید کے مطابق علم تجوید کا ثمرہ یا فائدہ:

"سَعَادَةُ الدَّارَيْنِ" ہے۔ یعنی دونوں جہان کی کامیابی۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضائے الٰہی کا حصول ہے۔

سوال: تجوید کی فضیلت کیا ہے؟

جواب: علم تجوید علوم شرعیہ میں سے ایک علم ہے جو کہ قرآن حکیم سے متعلق ہے۔ چونکہ علم تجوید کا تعلق براہ راست حروف وکلمات قرآنیہ سے ہے اس لیے یہ اشرف ومعزز ترین علم ہے۔

سوال: علم تجوید کی دیگر علوم سے کیا نسبت ہے؟

جواب: نسبت کا معنی تعلق ہے۔ علم تجوید دوسرے علوم سے بالکل جدا، ممتاز اور ایک مستقل فن ہے۔ جدا اور ممتاز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس علم کا تعلق براہ راست قرآن حکیم کے حروف اور کلمات کے ساتھ ہے۔

سوال: علم تجوید کا استمداد (سہارا) کن چیزوں پر ہے؟

جواب: اس علم کا سہارا ان صحیح روایات پر مبنی ہے جو کہ آنحضرت ﷺ سے اور ان کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین، تبع تابعین اور آئمہ قرآءات سے ہم تک ہمارے شیوخ کے ذریعے پہنچا ہے۔

سوال: علم تجوید کا حکم کیا ہے؟

جواب: علم تجوید کا حکم قرآن، حدیث، اقوال صحابہؓ اور آئمہ کے فرامین کی روشنی میں ہم تفصیلی طور پر مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں۔

سوال: علم تجوید کے مسائل کیا ہیں؟

جواب: اس کے مسائل قواعد کلیہ ہیں۔ جیسے کہ نون ساکن یا تنوین کے بعد حروف حلقی آئیں تو اظہار ہوتا ہے۔ قواعد کلیہ کی آگے کتاب میں تفصیل آ رہی ہے۔

سوال: ارکان تجوید کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں؟

جواب: ارکان تجوید چار ہیں' جو درج ذیل ہیں:

(۱) مخارج حروف کی پہچان (۲) صفات حروف کی پہچان

(۳) تجوید کے تمام قواعد کی پہچان (۴) زبان کو حروف کی صحیح ادائیگی کا عادی بنانا

حصول علم تجوید کا صحیح طریقہ

سوال: علم تجوید کا حصول کس طرح ہوتا ہے؟

جواب: کوئی علم یا فن صرف کتابوں میں رہ کر زندہ نہیں رہتا بلکہ جاننے والوں کے سینے میں محفوظ ہو کر زندہ رہتا ہے اگر وہاں سے نکل جائے تو پھر مردہ ہو جاتا ہے۔ تجوید وقر آءت اور صوت النبی اب تک سینہ بہ سینہ محفوظ چلی آ رہی ہے۔

امام کسائی کا قول ہے کہ کلام الٰہی کا حصول تحریری الفاظ یا رسم الخط سے نہیں کیا جا سکتا اس کو استاذ سے بالمشافہ حاصل کرنا ضروری ہے۔ مستند استاذ سے جس کی اسناد بہتر ہوں اور جو علم میں فائق ہو حصول علم تجوید ضروری ہے اور استاذ سے بالمشافہ حاصل کرنا ضروری اور لازمی ہے۔

الشیخ محمد علی بن خلف الحسینی ''القول السدید فی بیان حکم تجوید'' میں فرماتے ہیں:

مَنْ يَّأْخُذُ الْعِلْمَ عَنْ شَيْخٍ مُّشَافَهَةً

يَكُنْ عَنِ الزَّيْغِ وَالتَّصْحِيفِ فِيْ حَرَمٍ

یعنی جو اساتذہ کی خدمت میں رہ کر ان کی زبانی استفادہ کرتا ہے وہ گمراہی اور

تحریف سے محفوظ رہتا ہے۔

وَمَنْ يَكُنْ اٰخِذًا لِلْعِلْمِ مِنْ صُحُفٍ
فَعِلْمُهٗ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ كَالْعَدَمِ

اور جو شخص محض کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے اہل علم کے نزدیک اس کا وہ تمام علم لاشیٔ اور بے حقیقت ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تجوید کا پانچواں رکن یہ ہے کہ ایک لمبے عرصے تک شیخ کی خدمت میں حاضر رہ کر ان سے استفادہ کیا جائے۔

سوال: علم تجوید کو فن تجوید بھی کہا جاتا ہے کیا علم تجوید اور فن تجوید ایک ہی چیز کے دو نام ہیں یا یہ دو الگ الگ حقیقتیں ہیں؟

جواب: علم کسی چیز کے مکمل جان لینے کا نام ہے، کسی علم کے قواعد۔ اصول، ربط و تعلق اور موضوعات کو سمجھ لینا علم ہے اور اس علم کو عملی میدان میں مشق بہم پہنچا کر اس پر حاوی اور قدرت حاصل کر لینے کا نام فن ہے۔ فن حاصل کرنے کے لیے اعضاء جسمانی سے مشق ضروری ہے۔

چنانچہ علم فلسفہ۔ علم ریاضی۔ علم ہیئت یہ سب علوم ہیں جبکہ فن سپہ گری۔ نجاری۔ لوہاری اور سناری وغیرہ یہ سب فنون ہیں جن میں اعضاء کی مدد سے مشق بہم پہنچا کر کمال حاصل کیا جاتا ہے۔ کام میں مشق جتنی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر صفائی پیدا ہوتی جاتی ہے۔ جیسے ایک تلوار کیسے کاٹتی ہے یہ علمی حیثیت سے بہت جلد معلوم ہو جاتا ہے مگر جب تک سینکڑوں مرتبہ تلوار بازی کی صحیح مشق کر کے اور اس پر صحیح و مضبوط گرفت رکھتے ہوئے اور وقت و موقع محل کا صحیح اندازہ بہم پہنچا کر ہاتھ میں صفائی اور ایسی عمدگی سے تلوار چلانا یہ مہارت بہت مشق سے پیدا ہوتی ہے۔

کسی چیز کو پہلے نظری حیثیت سے جانا چاہتا ہے۔ پھر فن کی حیثیت سے اس پر

عبور حاصل کیا جاتا ہے۔ تمام دماغی کاموں کو جان لینے کو علم کہتے ہیں اور ان میں دسترس اور مہارت پیدا کرنا یہ فن ہے۔ تجوید کے قواعد و اصول معلوم کرنا یہ علم تجوید ہے۔ ان قواعد کی مشق صحیح مخارج سے بہ رعایت صفات لازمہ ومحسنہ حروف کی ادائیگی اور پھر ادائیگی کی تکرار کہ بلا تکلف وہ عادت ہو جائے یہ چیز ایک طویل عرصے کی مشق کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس کو فن تجوید کہتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ تجوید علم بھی ہے اور فن بھی۔ ایسے بہت سے حضرات آپ کو نظر آئیں گے جو علم تجوید تو پڑھے ہوئے ہوں گے مگر عملی میدان میں قاصر ہوں گے۔ دراصل فن تجوید کو عمل و مشق سے حاصل کرنا ہی اصل مقصود ہے۔ علامہ دانیؒ کا قول النشر میں منقول ہے کہ "تجوید میں مہارت وکمال حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ زبان و ذہن سے محنت وسعی کی جائے۔" (النشر فی القراءات العشر ج۱)

اسی چیز کو علامہ جزریؒ مقدمہ میں ایسے بیان کرتے ہیں:

مُكَمِّلًا مِّنْ غَيْرِ مَا تَكَلُّفِ
بِالللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفِ

یعنی ہر حرف کو اس طرح ادا کرنا کہ وہ بغیر کسی تکلف کے مکمل ہو، تلفظ میں لطافت ہو بغیر کسی بے راہ روی کے۔

ہمارے استاذ حضرت قاری عبد المالک صاحب نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے والے ماہر قاری کو قراءت کے دوران مخارج وصفات کا خیال ہی نہیں ہوتا، صحیح پڑھنا اس کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے وہ بغیر کسی تردد کے مخارج وصفات کی جانب دھیان کیے بغیر تمام قرآن صحیح پڑھتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ اگر سوتے ہوئے بھی قرآن کی تلاوت کرے تو وہ بھی صحت تلفظ کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یقیناً یہی وہ مرحلہ ہے جہاں آ کر علم تجوید فن تجوید بن جاتا ہے۔

سوال: فن تجوید کی خصوصیات کو تفصیل سے بیان کریں؟

جواب: فن تجوید کی چار خصوصیات ہیں:

(۱)علمی (۲)فنی (۳)کیفی (۴)حالی

علمی اور فنی کی وضاحت ہم اوپر سوال کے جواب میں کر آئے ہیں۔ یہاں کیفی اور حالی کی وضاحت کرتے ہیں۔ علمی حیثیت سے یہ تو معلوم ہو جاتا ہے کہ زبر کی مقدار کیا ہے یا الف کی مقدار کیا ہے؟ مدتوسط میں دو الف کی مقدار سے کیا مراد ہے اور مدطول میں تین الف کی مقدار سے کیا مراد ہے؟ مگر جب تک ذوق سلیم اور فطرت صالحہ نہ ہو ان مقادیر کی صحیح ادا عملی طور پر کرنا دشوار ہوتا ہے اور یہ ذوق سلیم اور فطرت صالحہ فن کے جید اور حاذق اساتذہ کی صحبت میں عرصہ دراز تک اکتساب فن حاصل کرنے سے پیدا ہوتی ہے پس یہ اساتذہ سے حاصل کی گئی کیفیت فن کیفی کہلائے گی۔

ہم لہجوں کے بیان میں تحریر کر آئے ہیں کہ اگر لہجوں کو سیکھنے کی لگن اور تڑپ ہوگی تو لہجوں کو سیکھ سکے گا۔ پس سمجھو کہ جیسے اور فنون میں کمال حاصل کرنے کے لیے ذوق۔ لگن سلیم الفطرت اور وجدان کی ضرورت ہے اس سے کہیں زیادہ ذوق وشوق، لگن اور وجدان تجوید کو سیکھنے میں بھی چاہیے۔ پھر اس ذوق ووجدان اور لگن کو اس قدر ترقی دے لینا کہ حروف قرآنی اور کلمات قرآنی کی ادائیگی بے تکلف ہونے لگے، جیسے حضرت استاذ نور اللہ مرقدہ کا قول اوپر نقل کر کے آیا ہوں کہ اگر نیند میں بھی پڑھے تو صحت الفاظ کے ساتھ پڑھتا چلا جائے اور کوئی غلطی نہ کرے، ایسی حالت وخصوصیت کو حالی سے تعبیر کریں گے۔

سوال: ایک ماہر فن کی کیا خصوصیات ہونی چاہئیں؟

جواب: ایک ماہر فن کے لیے ضروری ہے کہ اپنی آواز پر قابو رکھتا ہو۔ آواز نہ زیادہ پست ہو نہ زیادہ بلند ہو مگر گہری اور قوی ہونی چاہیے۔

تلاوت کے دوران ہانپنا۔ کانپنا۔ لرزنا آواز میں پھسپھساہٹ یا آواز میں لجلجاہٹ ہونا یا آواز میں رعشہ کی سی کیفیت کا ہونا یہ سب آواز کی کمزوریاں ہیں۔ ایسے ہی بے موقع تلاوت کا شروع کرنا یا بغیر کسی موقع محل کے بے تکے پن سے ختم کرنا یہ بھی عیوب میں شمار ہوتا ہے' ان سے ایک ماہر قاری کو اجتناب کرنا چاہیے حروف کی ادائیگی میں حروف کا اپنے مخارج سے ان کی صفات اصلیہ ومحسنہ کے ساتھ ادا ہونا۔ مشابہ الصوت حروف کو باہم ایسے ممتاز کر کے ادا کرنا کہ سننے والوں کو واضح فرق نظر آئے' حروف کی ادائیگی کی مدت کا برابر ہونا ان میں فرق نہ ہونا ایک حرف جیسا پہلے ادا کیا گیا ہے ویسا ہی دوسری مرتبہ بلکہ ہر مرتبہ ادا ہونا۔ زبر کی مقدار۔ الف کی مقدار اور مقدار مدات سب متوازن اور نپی تلی ہونا۔

ضروری ہے کہ ایک سانس میں بہ سہولت تمام ایک فقرے کو ادا کیا جائے۔ سانس کا درمیان میں ٹوٹ جانا یا مشکل سے پورا ہونا یہ عیوب میں شمار ہوگا یا آواز پر ایک دباؤ سا محسوس ہونا' اسی طرح چہرے کے تاثرات کا بگڑنا۔ کانوں پر ہاتھ رکھنا۔ دونوں ہاتھوں سے چہرے کو چھپالینا یا انگلیوں سے کنپٹی یا پیشانی کو بجانا یا جسم ہاتھوں اور سر کو بے جا حرکت دینا اور بلا ضرورت ہلانا وغیرہ یہ تلاوت کے عیوب ہیں۔ بے تکلف ادائیگی حسن ولطف پیدا کرتی ہے ایک ماہر فن کی تلاوت میں ان خصوصیات کا لازماً وافر حصہ موجود ہونا چاہیے۔

فصل دوم: لحن اور اس کی اقسام

سوال: لحن کیا ہے؟ اور اس کے کیا معنی ہیں؟

جواب: لَحَنَ يَلْحَنُ لَحْنًا باب فتح سے "غلطی کرنا" اور یہ تجوید کی ضد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ. یعنی قرآن مجید خالص عربی لب ولہجہ میں اتارا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو پڑھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ عربی لب ولہجہ میں پڑھا جائے اس کے علاوہ پڑھنے کا ہر وہ انداز غلط ہے جس میں اس کی عربیت مجروح ہو جائے اور لحن عجمی پیدا ہو جائے۔ زمخشری نے لحن کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔

عربی میں کہا جاتا ہے "هٰذَا لَيْسَ مِنْ لَحْنِيْ وَلَا مِنْ لَحْنِ قَوْمِيْ"

یعنی نہ یہ میری لغت ہے اور نہ میری قوم کی۔ مقابیس اللغہ میں ابن فارس نے کہا لحن بسکون حاء کے معنی ہیں کلام عربی کو اس کی عربیت کی شان سے نکال کر غلط اور بھونڈے طریقہ پر ادا کرنا جو عربوں کی طبائع سلیمہ کے برخلاف ہو۔

(مقابیس اللغہ لابن فارس ۵/ ۲۳۹)

قرآن اپنی عبارت میں متواتر ہے اسی طرح وہ اپنی طرز ادا اور پڑھنے کے طریقہ میں بھی متواتر ہے لہٰذا جس طرح قرآن کے کلمات وحروف میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی اسی طرح اس کو پڑھنے کے انداز میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہوگا ورنہ ڈر ہے کہ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ یعنی یہ لوگ کلمات کتاب کو اپنے مقام سے بدل دیتے ہیں۔ (المائدہ۔۱۳) کی وعید میں داخل نہ ہو جائے اور غلط پڑھنے والا اس آیت اور وعید کا مصداق نہ بن جائے۔

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ. (البقرہ)

"یعنی ظالموں نے اس قول کو جو انہیں پڑھنے کو کہا گیا تھا' دوسرے ہی کلام میں تبدیل کر ڈالا۔"

قراءات شاذہ جو نہایت عمدہ اور فصیح لغت عربیہ پر مشتمل ہیں' اسی لیے ان کی تلاوت حرام ہے کہ وہ عرضہ اخیرہ (آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ تلاوت جو آپؐ نے آخری رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ دو مرتبہ دور

فرمانے میں پڑھی) کے مطابق نہیں تو لحن کے ساتھ پڑھی جانے والی قراءت کو کیسے جائز کہا جا سکتا ہے؟ جس سے کلام کی عربیت ہی جاتی رہتی ہے۔

(القراءات القرآنیہ ص ۸)

پس اگر قرآن اسی طریقہ اور لب ولہجہ میں نہ پڑھا گیا' جس میں وہ نازل ہوا ہے تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا اور کلام اللہ میں تحریف کرنے والا نافرمان اور گناہ گار شمار ہوتا ہے جس کی سزا عذاب الٰہی ہے۔ معلوم ہوا کہ تجوید کے ساتھ تلاوت فرض اور اس کے خلاف حرام ہے اور حرمت کی دلیل یہ ہے کہ قرآن حکیم تجوید کے ساتھ نازل ہوا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا" یعنی ہم نے قرآن عربی میں نازل کیا ہے۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ یعنی وہ قرآن جو عربی میں ہے اور اس کی عربیت ہر قسم کی کجی اور خامی سے پاک ہے۔ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ یعنی فصیح عربی زبان میں۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ قرآن کو اگر لحن کے ساتھ پڑھا جائے جس سے اس کی عربیت اور طرز ادا بگڑے تو وہ صریحاً غلط ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی غیر اردو داں بتکلف ٹوٹی پھوٹی زبان میں اردو بولے اور اہل زبان اس کی اردو پر ہنسیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان کا ایک لب ولہجہ ہوتا ہے۔ قرآن شریف جب تک عربوں میں رہا اس کی ادا میں کوئی عیب اور بھونڈا پن نہیں آیا' پھر جب عربوں سے نکل کر عجمیوں میں پہنچا تو انہوں نے اس کو اپنی اپنی زبانوں کے لب ولہجہ پر پڑھنا شروع کیا' کسی سے استعلاء واطباق ادا نہ ہوا کسی نے مخارج بگاڑے۔ غرض فطری طور پر جو زبانوں کی طرز میں اختلاف ہوتا ہے۔ قرآن کی عربیت اس سے مجروح ہوئی۔ لہٰذا تلاوت قرآن کو لحن سے محفوظ رکھنے کے لیے علماء اسلام کو حروف کے مخارج وصفات کی توضیح وتشریح کی ضرورت پیش آئی اور ان قواعد تجوید کی پابندی شریعت اسلامیہ کی

روشنی میں ضروری قرار دی گئی تا کہ دنیائے اسلام کے تمام مسلمان قرآن کو لحن سے محفوظ رکھیں اور قرآن کی عربیت اور اس کے لب ولہجہ کو زیادہ سے زیادہ سنواریں۔

سوال: لحن کی تعریف بیان کریں؟

جواب: "اَلْخَطَاءُ وَ الْمَیْلُ عَنِ الصَّوَابِ فِی الْقِرَآءَ ةِ" غلطی کرنا اور قرآءت میں صحیح راستے سے ہٹ جانا لحن کہلاتا ہے اور اردو میں اس کی جامع مانع تعریف ایسے ہوگی۔

فن تجوید کی اصطلاح میں مطلقاً خطا کو لحن کہتے ہیں یعنی مخارج۔ صفات لازمہ، حرکات وسکنات اور صفات عارضہ میں کسی بھی قسم کی غلطی جو قرآن کی عربیت کو مجروح کرے لحن کہلائے گی۔

سوال: لحن کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: لحن کی دو اقسام ہیں:

(۱) لحن جلی (۲) لحن خفی

لحن جلی کا مطلب ہے بڑی غلطی یا واضح غلطی

لحن جلی

سوال: لحن جلی کی تعریف بیان کریں اور اقسام بتائیں؟

جواب: لحن جلی کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے۔

''مخارج۔ صفات لازمہ اور حرکات وسکنات میں غلطی کرنے کو لحن جلی کہتے ہیں۔''

لحن جلی کی اقسام درج ذیل ہیں:

(۱) تبدیلی حرف بالحرف:

یعنی ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ دینا اور یہ دوسرا حرف خواہ انتیس عربی حروف میں سے ہو یا کوئی غیر عربی حرف ہو یا کوئی غیر عربی آواز ہو۔ جیسے عین کی جگہ ہمزہ۔ ذال کی جگہ ظاء۔ صاد کی جگہ سین اور ضاد کی جگہ ظاء یا دال وغیرہ مثلاً قُلْ کی جگہ کُلْ۔

کسی حرف کا دوسرے حرف سے بدل جانا دو وجوہ کی بنا پر ہوتا ہے۔

(الف) تبدیلی مخرج:

یعنی ایک حرف کا مخرج دوسرے مخرج سے بدل جائے۔ جیسے قاف کی جگہ کاف۔ حاء کی جگہ ھاء۔ عین کی جگہ ہمزہ وغیرہ۔ یا اسی طرح کسی عربی حرف کی جگہ عجمی حرف پیدا ہو جائے' جیسے راء کو "ڑے" سے بدلنا یا دال کو ڈال بنا دینا وغیرہ۔

(ب) تبدیلی صفات:

یعنی کسی حرف کی صفات لازمہ میں تغیر کرنا جیسے حرف طاء میں صفت اطباق و استعلاء کے ترک سے تاء کی آواز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح صاد میں انہی دونوں صفات کے ترک سے سین کی آواز بن جاتی ہے۔

(۲) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا:

کسی حرکت کو جس قدر پڑھنے کا قاعدہ مقرر ہے اس سے تجاوز کر کے پڑھنا جیسے نَسْتَعِيْنُ کو نَسْتَاعِيْنُ پڑھنا۔ رَيْبَ فِيْهِ کو رَيْبَا فِيْهِ پڑھنا وغیرہ۔ یعنی زبر کو اتنا کھینچنا کہ اس سے الف مدہ پیدا ہو جائے' ایسے ہی زیر کو اس قدر کھینچنا کہ اس سے یاء مدہ پیدا ہو جائے جیسے اِهْدِ کو اِهْدِیْ پڑھنا۔ اور پیش کو اس قدر کھینچ کر پڑھنا کہ واوَ

مدہ پیدا ہو جائے جیسے اَلْحَمْدُ کو اَلْحَمْدُوْ کر دینا وغیرہ۔

(۳) حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا:

جیسے لَمْ يُوْلَدْ کو لَمْ يُلَدْ پڑھنا یا تَرْمِيْهِمْ کو تَرْمِهِمْ پڑھ دینا۔ ان امثلہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حروف مدہ کو ان کی ذاتی اور طبعی مقدار سے کم کھینچا گیا ہے جس کی وجہ سے یہ حروف مدہ معدوم ہو گئے ہیں۔

(۴) حرکات وسکنات میں غلطی:

ایک حرکت کا دوسری حرکت سے بدل جانا جیسے اَنْعَمْتَ کی جگہ اَنْعَمْتُ پڑھ دینا۔ لِمَ كَتَبْتَ کی جگہ لِمَ كَتَبْتِ پڑھ دینا وغیرہ۔

یا ساکن کی جگہ متحرک پڑھ دینا جیسے اَلْمَغْضُوْبِ کی جگہ اَلْمَغَضُوْبِ یا اَنْعَمْتَ کی جگہ اَنَعَمْتَ یا وَلَا حَرَّمْنَا کی جگہ وَلَا حَرَّمَنَا وغیرہ۔ یا متحرک کی جگہ ساکن پڑھ دینا جیسے عَجَبًا کی جگہ عَجْبًا پڑھنا۔ اسی طرح فَطَرَنَا کی جگہ فَطَرْنَا پڑھنا۔ یا مخفف کی جگہ مشدد حرف یا مشدد کی جگہ مخفف پڑھ دینا جیسے شَدَدْنَا کی جگہ شَدَّدْنَا اور لَمَّا کی جگہ لَمَا پڑھنا یہ تمام اغلاط لحن جلی کہلاتی ہیں۔

نوٹ: تغیر وتبدل اور کمی وزیادتی الفاظ وحرکت کسی ایک روایت میں لحن ہوں گی' ہاں جب اختلافات قرآءات کو پڑھے گا تو وہ تغیر وتبدل جو قرآءات متواترہ میں ثابت اور مروی ہوں گے وہ پڑھنا صحیح ہوگا۔

سوال: لحن جلی کی وجہ سے معانی میں جو تغیر رونما ہوتا ہے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: لحن جلی سے معانی میں جو تغیر وتبدل ہوتا ہے اسے ہم یہاں بیان

کرتے ہیں:

(ا) تبدیل حرف بحرف:

قرآنی کلمات	تحریف شدہ کلمات
اَلْعٰمِلِیْنَ کام کرنے والے	اَلْاٰمِلِیْنَ امید کرنے والے
وَلَا تَخُطُّہٗ اور نہ اسے لکھتے	وَلَا تَخُتُّہٗ اور نہ اسے پے در پے نیزہ مارتے تھے
صُدُوْرِ سینے	سُدُوْرِ بال لٹکانا
یَجْحَدُ انکار کرتے ہیں	یَجْھَدُ کوشش کرتے ہیں
قُلْ کہو	کُلْ کھاؤ
تَحْمِلُ اٹھاتے ہیں	تَھْمِلُ آنسو بہاتے ہیں
قَلْبٌ دل	کَلْبٌ کتا
نَصْرٌ مدد	نَسْرٌ گدھ۔ نَثْرٌ بکھیرنا یا نثر میں گفتگو کرنا
یَبْسُطُ فراخ کرتا ہے	یَبْسُتُ چلتا ہے۔ کشادہ قدم رکھتا ہے
خَلَقَ پیدا کرنا	حَلَقَ سر مونڈا
اَلْحَمْدُ تعریفیں	اَلْھَمْدُ کپڑے کا پرانا ہو کر پھٹنا
حَرَمًا حرم (سرزمین مکہ)	ھَرَمًا کمزور ہونا۔ بوڑھا ہونا
عَلِیْمٌ باخبر	اَلِیْمٌ دردناک
فَتَرْضٰی پس آپؐ راضی ہو جائیں گے	فَتَرْدٰی پس آپؐ (نعوذ باللہ) ہلاک ہو جائیں گے۔

بِضْعَ سِنِيْنَ	چند سال	بِدْعَ سِنِيْنَ	انوکھے سال
خَلَقَ	پیدا کرنا	خَلَكَ	اس لفظ کا کوئی مطلب نہیں
جَعَلَ اللّٰهُ	اللہ نے بنایا	جَالَ اللّٰهُ	اللہ نے اکٹھا کیا
لَا يَعْلَمُوْنَ	نہیں جانتے ہیں	لَا يَأْلَمُوْنَ	نہیں دکھی ہوتے
بِالْحَقِّ	سچائی	بِالْهَكِّ	فاسد العقل
		اَلْحَكّ	رگڑنا۔ گھسنا
ضَآلِّيْنَ	گمراہ	دَآلِّيْنَ	راستہ دکھانے والے
		ظَآلِّيْنَ	ہمیشہ رہنے والے
طَالَ	غالب ہونا۔ فخر کرنا۔ لمبا ہونا	تَالَ	جادو کرنا
يَنْظُرُوْنَ	وہ دیکھتے ہیں	يَنْذُرُوْنَ	وہ نذر مانتے ہیں
اَلصَّيْفُ	موسم گرما	اَلسَّيْفُ	تلوار
قَنَطُوْا	مایوس ہوئے	قَنَتُوْا	اطاعت کی
		كَنَتُوْا	مضبوط ہوئے
يَمْحُ	وہ مٹاتا ہے	يَمْهُ	وہ بہت مارتا ہے
بَثَّ	پھیلایا	بَسَّ	جانور کو آہستہ ہانکا
اَلْبَحْرُ	سمندر	اَلْبَهْرُ	غالب ہونا۔ فضیلت میں بڑھ جانا
اَلْاِسْمُ	نام	اَلْاِثْمُ	گناہ
صَبَرَ	صبر کیا	سَبَرَ	گہرائی کی آزمائش کی
اَلصَّبْرُ	صبر	اَلسَّبْرُ	شیر
لَا تَرْفَعُوْا	مت اونچی کرو	لَا تَرْفَئُوْا	مت مرمت کرو

	یا مت کپڑے کو رفو کرو۔
نَضِيْدٌ تہ بہ تہ	نَدِيْدٌ مثل ونظیر
وَقَيَّضْنَا اور ہم نے مقرر کیا	وَقَيَّدْنَا اور ہم نے بیڑی ڈالی
اَلْبَاطِلُ باطل	اَلْبَاتِلُ کاٹ کر جدا کرنے والا

(۲) حرکات کو بڑھا کر پڑھنا:

قَالَ اس ایک مرد نے کہا۔ قَالَا ان دو مردوں نے کہا۔ مَالِكِ مالک بادشاہ۔ مَالِكِيْ میرا بادشاہ' میرا مالک۔ قِيْلَ اس ایک مرد سے کہا گیا قِيْلَا ان دو مردوں سے کہا گیا۔ اِنَّ یقیناً' اِنَّا یقیناً ہم' اُدْعُ تو ایک مرد بلا۔ اُدْعُوْا تم سب مرد بلاؤ۔ اُتْلُ تو تلاوت کر' اُتْلُوْا تم سب تلاوت کرو۔

(۳) حروف مدہ کو گرا کر پڑھنا:

قَالَا ان دو مردوں نے کہا۔ قَالَ اس ایک نے کہا۔ فَرَّقْنَا ہم نے جدا کر دیا' فَرَّقْنَ ان سب عورتوں نے جدا کر دیا (جمع مونث غائب کا صیغہ بن جائے گا)' اَغْرَقْنَا ہم نے غرق کر دیا۔ اَغْرَقْنَ ان سب عورتوں نے غرق کر دیا۔ اُدْعُوْا تم سب مرد بلاؤ۔ اُدْعُ تو ایک مرد بلا۔

(۴) حرکات وسکنات کی تبدیلی:

اَنْعَمْتَ تو نے انعام کیا۔ اَنْعَمْتُ میں نے انعام کیا۔ اَنْعَمْتِ تو ایک عورت نے انعام کیا۔ نَزَّلْنَا ہم نے نازل کیا۔ نَزَّلَنَا اس نے ہم کو نازل کیا' خَلَقْنَا ہم نے پیدا کیا۔ خَلَقَنَا اس نے ہمیں پیدا کیا' تَرَكْنَا ہم نے چھوڑا' تَرَكَنَا اس نے ہمیں چھوڑا۔

لحن خفی

سوال: لحن خفی کی تعریف کریں؟

جواب: صفات عارضہ کو جنہیں محسنہ۔ مزینہ اور محلیہ بھی کہا جاتا ہے ان میں غلطی کرنے کو لحن خفی کہتے ہیں۔ لحن خفی کا لغوی مطلب ہے چھوٹی غلطی یا پوشیدہ غلطی۔

سوال: لحن خفی کی اقسام بیان کریں؟

جواب: لحن خفی کی دو اقسام ہیں:

(۱) لحن خفی کی پہلی قسم وہ ہے جس کو قاری ہی پکڑ سکتا ہے اور قاری ہی اسے معلوم کر سکتا ہے جیسے ادغام کی جگہ اظہار کر دینا۔ مرقق کی جگہ مفخم یا اس کے برعکس کر دینا۔ اسی طرح مد کی جگہ قصر کرنا اور قصر کی جگہ مد کر دینا اور وقف بالروم میں پوری حرکت کا پڑھ دینا وغیرہ۔

(۲) لحن خفی کی دوسری قسم وہ ہے جس کو ماہر اور حاذق قاری ہی محسوس کر سکتے ہیں جیسے تکرار راءات۔ تطنین نونات۔ اخفاء غنہ میں کمی بیشی کا ہونا۔ وہ مواقع جہاں لام کو مرقق پڑھا جاتا ہے وہاں مفخم پڑھ دینا یا اس کے برعکس کرنا یا مقدار مدود میں کمی بیشی کرنا۔ مدات وغنات میں آواز کا ہلانا وغیرہ۔ لحن خفی کی ان اقسام سے تلاوت کی خوبصورتی اور رونق ختم ہو جاتی ہے۔

لحن جلی وخفی کا حکم

سوال: لحن جلی وخفی کا حکم بیان کریں؟

جواب: لحن جلی کے ارتکاب میں عقاب کی وعید ہے اور لحن خفی کے ارتکاب میں عتاب کا اندیشہ تسلیم کیا گیا ہے اول حرام ہے اور دوسری مکروہ ہے۔

علامہ جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ع

مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

یہاں پر لفظ اٰثِمٌ عام ہے اور لحن جلی و لحن خفی دونوں کے گناہوں کو شامل ہے۔

علم تجوید میں واجب کی دو اقسام ہیں:

(۱) واجب شرعی:

کہ جس کو اختیار کرنے پر ثواب اور ترک کرنے پر عقاب ہو واجب شرعی کی حد یہ ہے کہ حروف کو تغیر سے اور معنیٰ کو فساد سے بچایا جائے لہٰذا اس کا مرتکب گناہ گار ہوگا۔

(۲) واجب اصطلاحی:

اس کے ذیل میں صفات عارضہ مثلاً ادغام۔ اخفاء۔ اقلاب۔ ترقیق تفخیم داخل ہیں۔ متاخرین علماء کے مطابق ان کا تارک اٰثِمٌ میں داخل نہیں لیکن متقدمین نے تمام کے واجب شرعی ہونے کو اختیار فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ ناصر الدین الطبلاوی کی یہی رائے ہے۔

مگر متاخرین کے یہاں قول زیادہ اقرب الی التحقیق یہ ہے کہ یہ دونوں ہی واجب شرعی ہیں مگر اول بمعنی فرض کے ہے جس کا ترک حرام ہے اور دوسرا بمعنی سنت موکدہ کے ہے جس کا ترک مکروہ ہے۔

لحن خفی کی دونوں اقسام کے متعلق ملا علی قاریؒ المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں:

''لحن خفی کی پہلی قسم میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور پکڑ کا اندیشہ ہے اور یہ مکروہ ہے اور لحن خفی کی دوسری قسم میں ناراضگی کا اندیشہ تو نہیں لیکن یہ تلاوت میں حرج عظیم ہے۔''

سوال: تجوید کے مطابق تلاوت کیسے ہوگی؟

جواب: علامہ جزریؒ فرماتے ہیں:

وَلَيْسَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ تَرْكِهِ
اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِئٍ بِفَكِّهِ

یعنی تجوید میں اور اس کو ترک کرنے میں بس یہی فرق ہے کہ وہ شخص جو تجوید کی اہمیت کو سمجھ لیتا ہے' اپنے منہ سے ریاضت کرتا ہے۔ یعنی تجوید کے مطابق ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ ریاضت و مشق خوب کی جائے' کسی ماہر استاذ مجود قاری کے سامنے جتنے عرصہ بھی مشق و استفادہ کا موقع مل جائے غنیمت ہے اور ضروری ہے کہ ترتیل و حدر دونوں میں استعداد بہم پہنچائے کیونکہ تلاوت کے لیے دونوں میں خوبی سے پڑھنا اہم وضروری ہے۔

عیوب تلاوت

سوال: عیوب تلاوت کیا ہیں؟

جواب: (۱) حروف لینیہ و رخوہ کو سست آدمی کی مانند حد سے زیادہ ڈھیلا پڑھنا۔

(۲) حروف کی آواز کا کرخت ہونا جیسے جھگڑا کر رہا ہو۔

(۳) حروف کو آپس میں قطع کر کے مثل سکتہ کے پڑھنا خصوصاً حروف مظہرہ کو وضاحت کی نیت سے اس طرح پڑھنا۔ حالانکہ اظہار کی ایک حد مقرر ہے۔

(۴) حرف مبدو یا حرف موقوف علیہ کو واضح نہ کرنا کہ ان کی آواز سنائی نہ دے۔

(۵) حرکات کو ڈھیلا پڑھنا جس سے حروف مدہ پیدا ہو جائیں۔

(۶) مبالغہ کے ساتھ قلقلہ کرنا کہ حرف متحرک سنائی دے۔

(۷) حرف مجاور جو قوی یا ضعیف ہو اس کی صفت قوت وضعف دوسرے حرف کو دے

دینا۔

(۸) موقوف علیہ سے پہلے حرف کی حرکت کو کھینچنا جس سے حرف، مد پیدا ہو جائے۔

(۹) مشدد کو مخفف یا اس کے برعکس پڑھنا۔

(۱۰) متحرک حرفوں کو ساکن یا اس کے برعکس پڑھنا۔

(۱۱) حروف مدہ کو بلا سبب مد طبعی سے زیادہ کھینچنا۔

(۱۲) حروف مدہ کو ان کے مد طبعی سے بھی گھٹا دینا، یہ غلطی پہلی غلطی سے زیادہ قبیح ہے۔

(۱۳) حروف مرققہ کی ترقیق میں اتنا مبالغہ کرنا کہ امالہ کی سی صورت بن جائے۔

(۱۴) حروف مفخمہ مفتوحہ یا مکسورہ میں تفخیم کو اتنا مبالغہ سے ادا کرنا کہ انضمام شفتین ہو۔

(۱۵) حروف اخفاء میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ جس سے مد کا شبہ ہو۔

(۱۶) مد فرعی کی مقدار میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ وہ حد تجاوز سے بڑھ جائے۔

(۱۷) حالت وصل میں بغیر سبب کے بھی حروف لین کو مد کر کے پڑھنا جیسے مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی واو اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ کی یاء کو اس طرح پڑھنا جس میں ڈھیلا پن ہو۔

(۱۸) ہمزہ کی تحقیق میں مبالغہ کرنا جس سے ناف ہل جائے، خصوصاً حرف مدہ کے بعد۔

(۱۹) حروف کو چبانا جیسے کوئی نشہ میں بولتا ہے۔

(۲۰) ضمہ میں انضمام شفتین کامل۔ فتحہ میں انفتاح فم۔ کسرہ میں انخفاض فم وصوت ہونا ضروری ہے۔ مجہول پڑھنا یا ناقص ادا کرنا دونوں طرح معیوب ہے۔

فصل سوم: استعاذہ وبسملہ

سوال: استعاذہ کے کیا معنی ہیں نیز اس کا حکم بیان کریں؟

جواب: استعاذہ کا لغوی مطلب ہے ''پناہ طلب کرنا'' اور قراء کی اصطلاح میں قرآن کی تلاوت شروع کرنے سے قبل اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ پڑھنا۔ استعاذہ کا حکم قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے:

''فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○''

درج بالا آیت میں اللہ تعالیٰ تلاوت قرآن سے قبل استعاذہ کا حکم فرما رہے ہیں جبکہ استعاذہ کن الفاظ سے شروع کیا جائے ان کی تعلیم ان آیات میں دی جا رہی ہے۔

وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُبِکَ مِنْ ھَمَزٰتِ الشَّیٰطِیْنِ یا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ یا قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ۔

سوال: استعاذہ کے مسنون الفاظ کیا ہیں؟

جواب: اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ دونوں طرح صحیح ہے۔ ہر دو الفاظ روایات میں مروی ہیں مگر اول الذکر الفاظ کو قراء کے یہاں ترجیح حاصل ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل کلمات استعاذہ بھی کتب احادیث میں وارد ہیں:

(۱) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الْغَادِرِ۔

(۲) اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْقَوِیِّ مِنَ الشَّیْطٰنِ الْغَوِیِّ۔

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ جائز ہے کہ آدمی اپنے ذوق سلیم کے مطابق اچھے الفاظ میں جس عنوان سے چاہے استعاذہ کر سکتا ہے البتہ اس میں اس قدر اضافہ ضروری ہے کہ کمی یا زیادتی سلف کے الفاظ کے مطابق کرے۔ (النشر ص ۲۵۱ ج۱)

سوال: استعاذہ بلند آواز سے ہو یا آہستہ؟

جواب: دونوں طرح صحیح ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ تلاوت جہر سے کرنی ہو تو استعاذہ بھی جہراً کرے ورنہ آہستہ کرے۔

سوال: کیا استعاذہ کا آیت سے وصل درست ہے؟

جواب: اوساط سور میں اگر بغیر بسملہ کے صرف استعاذہ پڑھے تو اس کا آیت قرآنی سے وصل کرنا بھی صحیح ہے۔ البتہ ادباً اس موقع پر وصل نہ کرے۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے کسی نام سے آیت شروع ہو رہی ہو۔ جیسے اَللّٰهُ يَعْلَمُ

سوال: بسملہ کے کیا معنی ہیں؟ نیز اس کا حکم بیان کریں۔

جواب: بسملہ کے معنی ہیں قرآن کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے استعاذہ کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھنا۔

بسملہ کا حکم یہ ہے کہ احادیث صحیحہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بِسْمِ اللّٰهُ کا پڑھنا ثابت ہے۔ (شامی ص ۴۵۸ ج ۱) جب بھی کسی سورت سے تلاوت شروع کی جائے تو ماسوا سورۃ البراءۃ کے بسملہ پڑھی جائے گی۔

سوال: بسملہ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: بَسْمَلَةٌ بمعنی بسم اللہ پڑھنا۔ اسلام کے آغاز کے بعد جہاں دیگر لغات کی ابتداء ہوئی اس قسم کے الفاظ کی بھی ابتداء ہوئی جن میں بطور تخفیف دو یا زیادہ کلمات کو تعبیر کیا جاتا ہے چنانچہ حَمْدَلَةٌ بمعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا۔ هَلْهَلَةٌ بمعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنا۔ حَوْلَقَةٌ یا حَوْقَلَةٌ بمعنی لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہنا وغیرہ اسی قسم کے الفاظ ہیں۔

سوال: سورۃ البراءۃ پر بسملہ کیوں نہیں پڑھی جاتی؟

جواب: سلف وخلف کا اجماع ہے کہ ابتداء براءۃ پر بسملہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ممنوع ہونے کی دو وجہ بیان کی گئی ہیں:

(۱) اس سورت میں جہاد وقتال کا حکم نازل ہوا ہے جو غضب الٰہی کی علامت ہے لہٰذا بسملہ جو مضمون رحمت ہے اس کا یہاں پڑھنا مناسب نہیں تھا۔

(۲) حضرات صحابہ کرامؓ قطعیت کے ساتھ سورۃ البراءۃ کے مستقل سورت ہونے یا سورۃ الانفال کے جز ہونے کا فیصلہ نہیں فرما سکے اس لیے علیحدہ سورت تو قائم کی گئی ہے مگر بسملہ جو کہ دو سورتوں کو جدا کرنے کی مضبوط علامت ہے نہیں لکھی گئی۔

لیکن مذکورہ دونوں عوامل کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ دور صحابہؓ سے برابر یہی عمل ہے کہ یہاں بسملہ پڑھی پڑھائی نہیں گئی ہے اور بسملہ کا نہ پڑھنا نص صریح ہے اور نص صریح کی مخالفت درست نہیں۔

سوال: استعاذہ اور بسملہ کا محل کیا ہے؟

جواب: استعاذہ کا محل ابتداء تلاوت جبکہ بسملہ کا محل ابتداء سورت ہے۔

سوال: ابتدائے تلاوت کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: مجموعی طور پر ابتداء کی تین اقسام ہیں:

(۱) **ابتدائے تلاوت از ابتدائے سورت:** اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنی تلاوت کی ابتداء کسی سورت سے شروع کر رہے ہیں یعنی آپ کی تلاوت کی بھی ابتداء ہے اور سورت کی بھی ابتداء ہے جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

حکم یہاں پر یہ ہے کہ استعاذہ اور بسملہ پڑھے جائیں گے سوائے سورۃ البراءۃ کے۔

(۲) **ابتدائے تلاوت از درمیان سورت:** اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی بھی سورت کے درمیان میں کہیں سے بھی تلاوت شروع کریں جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ یا سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ وغیرہ۔

یہاں حکم یہ ہے کہ تلاوت شروع کرنے کی وجہ سے استعاذہ تو کریں گے مگر بسملہ میں اختیار ہے چاہے پڑھیں چاہے نہ پڑھیں۔

(۳) ابتدائے سورت از درمیان تلاوت: اس کا مطلب یہ ہے کہ تلاوت کرتے کرتے کوئی دوسری سورت شروع ہو جائے جیسے وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ الٓمّٓ یا وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ یہاں حکم یہ ہے کہ صرف بسملہ پڑھی جائے گی۔ استعاذہ نہیں ہو گا مگر سورۃ البراءۃ پر بسملہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

سوال: استعاذہ اور بسملہ کے فصل و وصل کے اعتبار سے ان تینوں قسموں میں ممکنہ کتنی صورتیں بنتی ہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ ان میں سے کونسی جائز اور کون سی ناجائز ہیں؟

جواب: استعاذہ اور بسملہ کی کسی سورت یا اجزائے سورت سے فصل و وصل کی چار صورتیں بنتی ہیں جن کو ہم اسی ترتیب سے بیان کریں گے جیسا کہ ہم اوپر کے سوال میں بتا کر آئے ہیں:

(۱) ابتدائے تلاوت از ابتدائے سورت

(الف) فصل کل:

استعاذہ۔ بسملہ اور سورت تینوں کو الگ الگ سانس سے پڑھنا۔

جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَالْعَصْرِ ۝ اس طریقہ کو فصل کل کہتے ہیں یعنی تمام اجزاء کو الگ الگ سانس میں پڑھنا۔

نوٹ: ہم فصل کی علامت آیت کے گول نشان (O) کی صورت میں ظاہر کریں گے اور وصل میں یہ نشان نہیں ہوگا

(ب) وصل کل:

استعاذہ۔ بسملہ اور سورت تینوں کو ایک سانس میں پڑھنا اس طریقے کو وصل کل کہتے ہیں جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْعَصْرِ O یعنی تمام اجزاء کو ایک ہی سانس میں پڑھنا۔

(ج) فصل اول وصل ثانی:

یعنی استعاذہ کو ایک سانس میں اور بسملہ وسورت کو دوسرے سانس میں پڑھنا' اس طریقے کو فصل اول وصل ثانی کہتے ہیں جیسے:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ O بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْعَصْرِ O

(د) وصل اول فصل ثانی

یعنی استعاذہ اور بسملہ کو ایک سانس میں اور سورت کو دوسرے سانس میں پڑھنا' اس طریقہ کو وصل اول فصل ثانی کہتے ہیں جیسے

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O وَالْعَصْرِ O

یہ چاروں صورتیں جائز ہیں۔

(۲) ابتدائے تلاوت از درمیان سورت:

یہاں پر استعاذہ ضروری ہے اور بسملہ میں اختیار ہے۔ اس لیے استعاذہ اور

بسملہ کے ساتھ ان کی اشکال بھی مختلف بنتی ہیں پہلے ہم استعاذہ کے ساتھ بسملہ اگر پڑھی جائے تو اس کی بننے والی صورتیں بیان کرتے ہیں۔

(الف) فصل کل:

ہر جز کو الگ سانس میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمْ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ ٥ وَاِذْقَالَ رَبُّکَ۔

(ب) وصل کل:

تمام اجزاء کو ایک ہی سانس میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاِذْقَالَ رَبُّکَ۔

(ج) فصل اول وصل ثانی:

استعاذہ کو ایک سانس میں اور بسملہ و آیت کو دوسرے سانس میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمْ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَاِذْقَالَ رَبُّکَ۔

(د) وصل اول فصل ثانی:

استعاذہ اور بسملہ کو ایک سانس میں اور آیت کو دوسرے سانس میں پڑھنا جیسے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ ٥ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ۔

فصل کل۔ وصل اول فصل ثانی یہ دو صورتیں بالاتفاق جائز ہیں اور بقایا دو حالتیں وصل کل اور فصل اول وصل ثانی میں اختلاف ہے۔ صاحب غیث النفع سید علی النوری

الصفاقسیؒ۔ علامہ جزریؒ اور حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ کی آراء کے مطابق مذکورہ بالا تمام فصل و وصل کی صورتیں جائز ہیں:

مگر بعض محققین نے بِسْمِ اللّٰہُ کو اوساط (اجزاء) کے ساتھ وصل کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے۔ ہمارے دور میں مشائخ واساتذہ کا بھی اسی پر عمل ہے یعنی اس صورت میں فصل کل اور وصل اول فصل ثانی جائز ہیں جبکہ وصل کل اور فصل اول وصل ثانی ناجائز ہیں۔

اگر بسملہ نہ پڑھی جائے تو پھر استعاذہ کا آیت کے ساتھ فصل و وصل دونوں جائز ہیں اس کی شکل ایسے بنے گی۔

فصل

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمْ٥ وَ اِذْقَالَ رَبُّکَ۔

وصل

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ وَ اِذْ قَالَ رَبُّکَ۔

لیکن وصل کے موقع پر شرط یہ ہے کہ ایسے مواقع پر استعاذہ کا وصل نہ کرے جہاں اللہ کے کسی نام سے آیت شروع ہو رہی ہو جیسے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی یا اَللّٰہُ یَعْلَمُ وغیرہ

(۳) ابتدائے سورت از درمیان تلاوت

(الف) فصل کل

سورت کی آخری آیت۔ بسملہ اور اگلی سورت کی ابتدائی آیت تینوں کو الگ الگ سانس میں پڑھنا جیسے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ

الرَّحِیْمِ ○ وَالْفَجْرِ۔

(ب) وصل کل:

سورت کی آخری آیت۔ بسملہ اور اگلی سورت کی ابتدائی آیت تینوں کو ایک سانس میں پڑھنا جیسے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْفَجْرِ۔

(ج) فصل اول وصل ثانی:

سورت کی آخری آیت کو جدا پڑھنا اور نئے سانس سے بسملہ اور دوسری سورت کو شروع کرنا جیسے:

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَالْفَجْرِ

(د) وصل اول فصل ثانی:

سورت کی آخری آیت اور بسملہ کو ایک سانس میں پڑھنا اور دوسری سورت کی ابتدائی آیت کو دوسرے سانس میں پڑھنا جیسے:

ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا حِسَابَھُمْ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ وَالْفَجْرِ۔

مذکورہ بالا چاروں صورتوں میں سے ابتدائی تین جائز ہیں اور آخر الذکر چوتھی صورت وصل اول فصل ثانی ناجائز ہے اس لیے کہ اس صورت میں یہ وہم ہوتا ہے کہ بسملہ کا تعلق گزشتہ سورت کے ساتھ ہے جو ختم ہوئی ہے۔ حالانکہ بسم اللہ کا تعلق شروع ہونے والی سورت کے ساتھ ہے لہٰذا اس وہم سے بچنے کے لیے مذکورہ صورت کو ناجائز قرار دیا گیا۔

سوال: آپ اوپر بتا کر آئے ہیں کہ بسملہ کا محل ابتداء سورت ہے تو ''ابتداء

تلاوت از درمیان سورت'' میں بسملہ کیوں پڑھی جارہی ہے؟

جواب: اجزاءسورمحل بسملہ نہیں ہیں۔مگر جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ

كُلُّ اَمْرٍ ذِی بَالٍ لَمْ يُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ وَ اَبْتَرُ۔ (راوہ ابوداؤد)

یعنی کوئی بھی عظیم الشان کام بسم اللہ کے بغیر شروع کیا جائے تو وہ مقطوع الشرف ہوتا ہے تلاوت کلام اللہ سے بڑھ کر عظیم الشان کام کون سا ہوسکتا ہے اس لیے اس حدیث کی اتباع میں بسم اللہ کو درمیان سورت بھی پڑھا جاسکتا ہے اور نہ پڑھنے کی وجہ جیسا کہ ہم اوپر بتا کر بھی آئے کہ بسملہ کا محل ابتداءسورت ہے۔

سوال: اجزاءسور میں بسم اللہ کا وصل آیت سے بہتر کیوں نہیں سمجھا گیا؟

جواب: جیسا کہ اوپر بتایا گیا کہ بسملہ کا محل ابتداءسورت ہے لہٰذا محل نہ ہونے کی وجہ سے آیت قرآنی سے اس کا فصل بہتر سمجھا گیا۔

سوال: سورۃ الانفال اور سورۃ البراءۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھے بغیر فصل وصل کی کیا صورتیں بنتی ہیں؟

جواب: سورۃ الانفال اور سورۃ البراءۃ کے درمیان بسم اللہ پڑھے بغیر وصل۔ وقف اور سکتہ تین وجوہ صحیح ہیں۔اب ہم ان کو پڑھنے کا طریقہ بیان کرتے ہیں۔یہ تینوں وجوہ بغیر بسملہ کے ہیں۔

(۱) وصل: اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌۢ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

(۲) وقف: اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ○ نئے سانس سے بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

(۳) سکتہ: اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمْ سکتہ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

(نوٹ) سکتہ کا مطلب ہے کہ آخری حرف کو وقف کی مانند ساکن کر کے تھوڑی دیر کے لیے آواز کو بند رکھنا مگر سانس نہ توڑنا اور پھر اسی سانس سے اگلی آیت پڑھنی شروع کر دینا۔ سکتہ کی وضاحت باب الوقوف میں انشاءاللہ تفصیل سے بیان ہوگی۔

سوال: بین الانفال والبراءۃ کا حکم اوپر بیان ہوا لیکن اگر سورۃ الانفال کے علاوہ کسی دوسری سورت کے اختتام کے بعد سورۃ البراءۃ شروع کی جائے تو وہاں کیا حکم ہے؟

جواب: سورۃ الانفال کے علاوہ کسی اور سورت کے اختتام کے بعد اگر سورۃ البراءۃ شروع کی جائے تو پھر صرف ایک وجہ صحیح ہے۔ یعنی پڑھی جانے والی سورت کی آخری آیت پر وقف اور پھر نئے سانس سے سورۃ البراءۃ کی ابتداء کرنا جیسے:

غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ o بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ۔

سوال: اگر سورہ توبہ کے درمیان میں سے کسی بھی مقام سے تلاوت شروع کریں تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب: اوساط براءۃ میں ابتدائے تلاوت کے وقت بسم اللہ پڑھنا جمہور کے نزدیک دیگر سورتوں کی مانند جائز ہے۔

☆☆☆

باب دوم:

مخارج الحروف

فصل اول: مبادیات مخارج الحروف

سانس اور آواز

سوال: سانس اور آواز کیا ہیں؟

جواب: سانس کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

"اَلْهَوَآءُ الْخَارِجُ مِنْ دَاخِلِ الرِّئَةِ مُتَصَعِّدَةً اِلَى الْفَمِ" یعنی "پھیپھڑوں میں سے خارج ہو کر منہ کی طرف چڑھنے والی ہوا" علامہ مرعشی کہتے ہیں "وہ ہوا جو انسان سانس کے ذریعے خارج کرتا ہے اسے سانس کہتے ہیں۔"

آواز کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔

"هَوَآءٌ يَتَمَوَّجُ بِتَصَادُمِ الْجِسْمَيْنِ"

یعنی "آواز وہ ہوا ہے جو دو جسموں کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہے۔"

سوال: جسمین سے کیا مراد ہے؟

جواب : یہاں پر جسمین سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے حرف ادا ہوتا ہے۔ مطلق جسم انسانی مراد نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ جب بھی کوئی حرف ادا ہوگا تو اس میں جسمین کا یا تو اتصال ہوگا یا قرب ہوگا مثلاً باء اور میم کی ادائیگی کے دوران دونوں ہونٹ باہم مل جاتے ہیں اسے اتصال جسمین کہیں گے اور واؤ کو ادا کرنا ہو تو اتصال جسمین نہ ہوگا بلکہ دونوں ہونٹ قریب قریب ہوں گے یعنی قرب جسمین ہوگا۔

سوال: سانس اور آواز میں کیا فرق ہے؟

جواب : سانس وہ ہوا ہے جو انسان کے منہ سے بلا ارادہ خارج ہوتی ہے اسے سانس یا تنفس کہتے ہیں اور یہ مسموع نہیں ہوتی۔ جبکہ آواز منہ سے نکلنے والی وہ ہوا ہے جس میں ارادہ کا دخل ہو اور یہ مسموع ہوتی ہے۔

حرف:

سوال: حرف کسے کہتے ہیں؟

جواب : حرف کا لغوی مطلب ''کنارہ'' ہے یعنی حروف کی اصوات بھی ان کے ناموں کے شروع میں ایک کنارہ پر پائی جاتی ہیں مثلاً جب ہم ''شین'' کہتے ہیں تو اس کے شروع میں حرف ''ش'' آ رہا ہے یہ صورت تمام حروف میں ہوتی ہے ماسواء حرف الف اور ہمزہ کے۔

حرف کی تعریف اصطلاح قراء میں اس طرح ہے۔

''هُوَ صَوْتٌ مُّعْتَمَدٌ عَلٰى مَقْطَعٍ مُّحَقَّقٍ اَوْ مُقَدَّرٍ''

یعنی ''وہ آواز جو کہ مخرج محقق یا مقدر پر اعتماد کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔''

سوال: الف اور ہمزہ کے شروع میں ان کے مسمٰی کیوں نہیں آ رہے ہیں؟

جواب : الف کا کوئی ایسا نام تجویز نہیں کیا جا سکا کہ جس کے شروع میں الف ہو کیونکہ الف کے نام کی ابتداء میں الف کا آنا ناممکن ہے لیکن الف کے نام کا ہمزہ سے

شروع ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ حرف الف کی ہی نفی ہو جائے بلکہ بطور مجاز اس وجہ سے کہ ہمزہ شروع کلمہ میں ہمیشہ بصورت الف ہی لکھا جاتا ہے۔ گو اس کے شروع میں الف کی آواز نہیں لیکن کتابت میں یہ اس کے مثل ہے۔ اس کے علاوہ مبداء صوت کے اعتبار سے مخرج سے بھی فی الجملہ تعلق ہے کیونکہ الف کا مخرج منہ کا خلاء ہمزہ کے مخرج اقصیٰ حلق ہی سے شروع ہوتا ہے۔

ہمزہ اصل میں اَمْــزَہٌ تھا شروع کے ہمزہ کو ھاء سے بدل لیا گیا۔ ھاء اور ہمزہ چونکہ ہم مخرج ہیں۔ اس لیے بعض مواقع پر اہل زبان ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل لیتے ہیں۔

مثلاً اِھْرَاقٌ (خون بہانا) اصل میں اِءْ رَاقٌ ہے۔

سوال: حروف کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: حروف کی دو اقسام ہیں:

(۱) حروف مبانی (۲) حروف معانی

(۱) حروف مبانی:

الف سے لے کر یاء تک تمام حرفوں کو حروف مبانی کہتے ہیں یعنی وہ حروف جن سے کلمات تشکیل پاتے ہیں ان کو حروف مفردہ بھی کہتے ہیں اور ان کو حروف تہجی جو کہا جاتا ہے تو یہ مجازاً کہا جاتا ہے۔

(۲) حروف معانی:

وہ کلمہ جو بغیر دوسرے کلمہ سے ملے ہوئے معانی نہ دے اور ان کا نام حرف المعانی ہے جیسے اِنَّ — اَنَّ — اِنْ — فِیْ — عَنْ وغیرہ

مزید تفصیل کے لیے ہماری کتاب الجواہر النقیہ ص ۲۴ کی بحث ملاحظہ کریں۔

پھر حروف مبانی کی دو اقسام ہیں:

(۱) حروف اصلیہ (۲) حروف فرعیہ

(۱) حروف اصلیہ: حروف اصلیہ وہ حروف ہوتے ہیں جن کا مخرج ایک ہی ہو جیسے حروف حلقیہ۔ حروف جوفیہ۔ شجریہ۔ لہاتیہ۔ حافیہ وغیرہ

(۲) حروف فرعیہ: حروف فرعیہ وہ حروف ہیں جن کا مخرج دو اصلی حروف کے درمیان ہو یعنی کچھ حصہ آواز کا ایک حرف سے اور کچھ حصہ دوسرے حرف کی آمیزش سے نکلے۔

ملا علی قاریؒ نے حروف فرعیہ کی تعریف یہ کی ہے۔

''ایسا حرف جو اپنا اصلی مخرج یا صفت ذاتیہ چھوڑ چکا ہو'' اسے حرف فرعی کہتے ہیں۔

جیسے ہمزہ مسہلہ۔ الف ممالہ۔ لام مفخمہ۔ صاد مشمہ۔ نون مخفاۃ۔ یاء مشمہ۔ میم مخفاۃ۔ میم مدغم۔ حروف مفخمہ کے بعد الف مفخمہ وغیرہ۔ (النشر ج ا صفحہ ۲۰۲)

سوال: حروف فرعیہ کی وضاحت کریں؟

جواب: حروف فرعیہ درج ذیل ہیں:

(۱) ہمزہ مسہلہ: ایسا ہمزہ جو کہ ہمزہ اور حرف مدہ کے درمیان پڑھا جائے یعنی ہمزہ مسہلہ کالواو۔ کالالف اور کالیاء جیسے ءَ اَعۡجَمِیٌّ میں ہمزہ ثانیہ ہمزہ مسہلہ ہے۔

(۲) الف ممالہ: وہ الف جس کو امالہ صغریٰ یا امالہ کبریٰ سے پڑھا جائے جیسے مَجۡرٖهَا۔

(۳) لام مفخمہ: جیسے لام اسم الجلالہ اَللّٰهُ

(۴) صاد مشمہ: صاد مشمہ بالزای جیسے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ وغیرہ کہ صاد اور زای کے مابین ہے یہ صورت روایت حفص میں نہیں۔

(۵) نون مخفاۃ: جیسے مِنۡكُمۡ، عَنۡكُمۡ وغیرہ۔

(۶) یاء مشمہ: بصورت واوٗ جو کہ روایت ہشام اور قرآءت کسائی میں ہے جیسے قِيۡلَ، وَغِيۡضَ۔

(۷) الف مفخمہ: حرف مفخم کے بعد الف مفخم جیسے رَانَ - طَالَ - قَالَ وغیرہ

(۸) میم مخفاۃ یا مدغم: جب میم میں اظہار ہو تو حروف اصلیہ میں سے ہے اور جب اخفاء یا ادغام ہوگا تو حروف فرعیہ یعنی ناقصہ میں سے ہے۔

تعداد حروف میں مذاہب

سوال: کل حروف کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: حروف کی تعداد میں دو مذہب ہیں ہم ان کو ترتیب وار بیان کرتے ہیں۔

(۱) مبرد کا مذہب: مبرد نحوی نے حروف کی تعداد اٹھائیس بیان کی ہے۔ انہوں نے الف اور ہمزہ کو ایک حرف قرار دیا ہے ان کے نزدیک الف کوئی مستقل حرف نہیں بلکہ ہمزہ ہلینہ ہے۔ مبرد کے خیال کے مطابق الف فتحہ کی ایک ایسی صوت ممتدہ یعنی صوت طویل ہے جس کا کوئی معین مخرج نہیں۔

(۲) بصریین اور جمہور کا مذہب: بصریین اور جمہور علماء تجوید کے نزدیک حروف کی تعداد انتیس ہے وہ الف مدہ کو ہمزہ سے علیحدہ حرف شمار کرتے ہیں (جهد المقل)

سوال: یہاں جمہور کے مذہب پر ایک اعتراض ہوتا ہے کہ وہ الف اور ہمزہ کو

تو دو الگ حرف مانتے ہیں جبکہ واؤ مدہ اور یاء مدہ کو واؤ غیر مدہ اور یاء غیر مدہ سے الگ حرف نہیں مانتے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: حروف مدہ میں الف اصل ہے اور واؤ اور یاء میں جو مدیت پائی جاتی ہے وہ الف کی مدیت کے مشابہ ہے کیونکہ الف مدیت سے کسی حال میں بھی خالی نہیں ہوتا یعنی الف حرف مدہ ہی ہوتا ہے بخلاف واؤ اور یاء کے کہ کبھی مدہ اور کبھی غیر مدہ ہوتے ہیں۔

سوال: الف میں مدیت کو اصل کیوں کہا گیا ہے؟

جواب: الف میں مدیت کے اصل ہونے کی درج ذیل وجوہ ہیں:

(۱) الف کے اصل ہونے کی ایک وجہ تو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ اصل میں حرف مدہ الف ہی ہے۔

(۲) آواز کا جوف دہن میں وسیع ہونا اور یہ صفت حرف الف میں ہے۔ واؤ مدہ اور یاء مدہ میں بھی اگرچہ آواز جوف دہن میں پھیلتی ہے مگر واؤ میں انضمام شفتین اور یاء میں وسط زبان کے قدرے تالو کی جانب بلند ہونے کی وجہ سے الف بقایا دونوں حروف مدہ سے ممتاز ہو گیا ہے۔

عام مفہوم اس طرح سمجھو کہ الف کی ادا میں کسی عضو کا عمل بالکل نہیں کیونکہ یہ ہوا ہی پر ختم ہو جاتا ہے اور اس کا اعتماد اور ٹھہراؤ کسی معین جگہ پر نہیں ہوتا بخلاف واؤ مدہ اور یاء مدہ کے کہ واؤ مدہ قدرے انضمام شفتین سے اور یاء مدہ میں وسط لسان کا دخل بہر حال موجود ہے۔

(۳) مدیت کے حامل حروف کی آواز پوشیدہ اور نرم ہوتی ہے اور یہ کیفیت حروف مدہ میں سب سے زیادہ الف میں پائی جاتی ہے جبکہ یاء اور واؤ میں الف کے مقابلہ میں یہ کیفیت کم ہے۔

سوال: حروف کی ترتیب بیان کے کتنے طریقے ہیں؟

جواب: حروف کو بیان کرنے کی ترتیب تین طرح ہے:

(۱) ترتیب اہل لغت: یعنی ا۔ ب۔ ت۔ ث۔ ج۔ ح جو کہ ی پر ختم ہوتی ہے۔

(۲) ترتیب اہل حساب: اس ترتیب میں حروف کو اعداد کی طرف نسبت دی جاتی ہے یعنی اَبْجَدْ۔ هَوَّزْ۔ حُطِّیْ۔ كَلِمَنْ۔ سَعْفَصْ۔ قَرَشَتْ۔ ثَخَّذْ۔ ضَظَّغْ۔

(۳) ترتیب حسب مخارج: علماء تجوید عموماً کتب تجوید میں مخارج کے لحاظ سے ترتیب بیان کرتے ہیں یعنی اولاً حروف جوفیہ۔ پھر حروف حلقیہ۔ پھر حروف لسانیہ پھر حروف شفویہ اور پھر حروف غنہ۔

تعداد مخارج میں مذاہب

سوال: مخارج کی تعداد میں کتنے مذاہب ہیں؟

جواب: مخارج کی تعداد میں مختلف اقوال ملتے ہیں ان کو ہم بالترتیب بیان کرتے ہیں:

(۱) علامہ رضیؒ کا مذہب:

علامہ رضیؒ کے مذہب کے مطابق انتیس حروف کے انتیس مخارج ہیں کیونکہ حروف اصلیہ انتیس ہیں اور ان کے ہمراہ نون مخفاۃ کا مخرج بھی شمار کیا جائے تو مخارج کی تعداد تیس ہو جاتی ہے۔

ابو شامہ کا مذہب بھی یہی ہے۔

(۲) سیبویہ ؒ کا مذہب:

سیبویہ ؒ۔ مکی بن ابی طالب ؒ۔ امام شاطبیؒ اور علامہ ابن حاجب ؒ کے نزدیک کل مخارج سولہ ہیں انہوں نے جوف دہن کا مخرج حذف کر دیا ہے۔ الف کا مخرج اقصیٰ حلق اور واوٗ مدہ کا مخرج انضمام شفتین اور یاء مدہ کا وسط زبان اور تالو ہے۔

(۳) فراءؒ کا مذہب:

فراءؒ۔ قطربؒ۔ جرمیؒ۔ ابن کیسانؒ وغیرہم کے نزدیک مخارج کی تعداد چودہ ہے پس ان حضرات نے جوف دہن کے مخرج کو حذف کیا ہے اور ان حروف کا مخرج وہی بتایا ہے جو سیبویہ وغیرہم نے بتایا ہے اور لام۔ نون اور راء کا ایک مخرج کلی قرار دیا ہے جو جزوی طور پر تین مخارج میں منقسم ہے یعنی تینوں میں کمال قرب ہے۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الہ بادیؒ نے فوائد مکیہ میں اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔

(۴) خلیلؒ کا مذہب:

خلیل بن احمد نحوی الفراہیدیؒ۔ ابوالقاسم الھذلیؒ۔ علامہ جزریؒ۔ ابوالحسن بن شریحؒ اور بوعلی سیناؒ کے مذہب کے مطابق انتیس حروف کے سترہ مخارج ہیں انہوں نے حروف مدہ کا مخرج جوف دہن اور اسی طرح لام' نون اور راء کے مخرج الگ الگ بیان کیے ہیں۔

جمہور کے نزدیک سترہ مخارج کا قول راجح ہے۔

سوال: مخارج کی تعداد میں علماء کا اختلاف کیوں ہے؟

جواب: مخارج کی تعداد کا یہ اختلاف حقیقی نہیں ہے۔ حروف مدہ کا مخرج خلیل

نے جوف دہن بیان کیا ہے۔ محقق قول کے مطابق الف بالکلیہ جوفی اور ہوائی حرف ہے اس میں آواز کا اعتماد کسی معین جگہ پر نہیں ہوتا' اس لیے فراء اور سیبویہ نے مبداء مخرج یعنی اقصیٰ حلق کو اس کا مخرج قرار دیا اور واؤ اور یاء جب مدہ ہوں تو اس وقت آواز کا اعتماد زبان اور شفتان پر نہایت ہی ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے لہٰذا فراء اور سیبویہ نے اس ضعیف اعتماد کی بنا پر مدہ وغیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا اور خلیل نے ضعف اور قوت کا اعتبار کر کے حروف مدہ کا مخرج جوف دہن قرار دیا ہے۔

اسی طرح لام۔ نون' راء میں فراء نے قرب کا اعتبار کیا ہے جبکہ سیبویہ اور خلیل نے قرب کا اعتبار نہیں کیا ہے اور ان کے مخارج الگ الگ بیان کیے ہیں۔

جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ محققین کا قول ہے کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ علیحدہ ہے مگر بعض حروف کے مخارج نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کئے جاتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ نکلا کہ خلیل کا مذہب تحقیق اور سیبویہ اور فراء کا مذہب طلب اختصار پر مبنی ہے۔ چونکہ مخارج کے باب میں سب سے بڑا مقصد امتیاز بین الاصوات والحروف ہے' اس لیے متاخرین اہل فن نے بالعموم خلیل کی رائے کو اقرب الی التحقیق قرار دیا ہے۔

سوال: مخارج کا بنیادی مقصد حروف کی آوازوں میں فرق کرنا ہے۔ اس اصول کی بنیاد پر تو علامہ رضی ؒ کا مذہب سب سے انسب وبہتر معلوم ہوتا ہے۔ پس اسی مذہب کو کیوں اختیار نہیں کر لیا گیا کیونکہ ان کے قول کے مطابق انتیس حروف کے انتیس مخارج ہیں' کیا اس مذہب سے زیادہ تحقیق اور وضاحت نہ ہوتی؟

جواب: علامہ ابو شامہ فرماتے ہیں کہ حقیقت میں ہر حرف کا ایک مستقل اور الگ مخرج ہے لیکن بوجہ شدت قرب کے سب کو علیحدہ علیحدہ بیان کرنا دشوار ہے۔ اسی

شدت قرب کا اعتبار کرتے ہوئے فراء نے چودہ۔ سیبویہ نے سولہ اور خلیل بن احمد نے ان دو حضرات سے زیادہ، سترہ مخارج بیان کیے ہیں اور اکثر محققین اور علماء تجوید نے بیان مخارج میں خلیل کا مذہب اختیار کیا ہے۔ علاوہ ازیں خلیل کا مذہب زیادہ مدلل، جامع اور قابل اعتماد سمجھا جاتا ہے۔

دانتوں کے نام اور ان ناموں کی توجیہات

مخارج کے شروع کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ دانتوں اور داڑھوں کے بارے میں تفصیل بیان کر دی جائے۔ کیونکہ سترہ میں سے سات مخارج میں دانتوں کا دخل ہے۔

سوال: دانتوں کی تعداد کتنی ہے اور ان کے نام کیا ہیں؟

جواب: انسان کے منہ میں عموماً بتیس دانت ہوتے ہیں سولہ دانت اوپر اور سولہ دانت نیچے ہوتے ہیں۔ ان بتیس میں سے بارہ دانت اور بیس داڑھیں ہوتی ہیں۔ ہم ان دانتوں اور داڑھوں کے نام بالترتیب بیان کرتے ہیں۔

(۱) ثَنایا:

سامنے والے چار دانتوں کو ثنایا کہتے ہیں پھر ان کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ثنایا عُلیا: سامنے کے اوپر والے دو دانت ثنایا علیا کہلاتے ہیں ان کو ثنایا مشرفہ بھی کہا جاتا ہے۔

(ب) ثنایا سُفلی: سامنے کے نیچے والے دو دانت ثنایا سفلی کہلاتے ہیں۔

(۲) رَباعِیات یا قَواطع:

ثنایا کے متصل ایک ایک دائیں بائیں اور اوپر نیچے چار دانت رَباعِیات یا قَواطع

کہلاتے ہیں۔

(۳) اَنیاب یا کَواسِر:

رَباعیات سے متصل ایک ایک دانت دائیں بائیں اور اوپر نیچے یہ چار دانت اَنیاب یا کَواسِر کہلاتے ہیں۔

دانتوں کو عربی میں سِنٌّ کہتے ہیں جس کی جمع اَسْنَان ہے۔

(۴) ضَواحِک:

اَنیاب سے متصل ایک ایک داڑھ دائیں بائیں اور اوپر نیچے۔ یہ چار داڑھیں ضَواحِک کہلاتی ہیں۔

(۵) طَواحِن:

ضَواحِک کے ساتھ تین تین داڑھیں دائیں بائیں اور اوپر نیچے یعنی کل بارہ داڑھیں طَواحِن کہلاتی ہیں۔

(۶) نَواجِذ:

طَواحِن کے ساتھ ایک ایک داڑھ دائیں بائیں اور اوپر نیچے یعنی چار داڑھیں نَواجِذ کہلاتی ہیں۔

داڑھوں کو عربی میں اَضْـــــــرَاس کہتے ہیں جو کہ ضِرْس کی جمع ہے، اسی لیے ضَواحِک۔ طَواحِن اور نَواجِذ کو اَضراس کہا جاتا ہے۔

ایک بات اور بھی ذہن نشین کرلیں کہ مخارج میں زیادہ تر اوپر والے دانتوں اور داڑھوں کو دخل ہے۔ نیچے والے دانتوں میں صرف ثنایا سفلی کا حروف صفیر کے مخرج سے تعلق ہے۔

سوال: دانتوں کے ناموں کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: دانتوں کو ان ناموں سے پکارنے کی درج ذیل توجیہات ہیں:

ثنایا اور ثَنِیَّات:

یعنی سامنے والے دانت یہ ثَنِیَّةٌ کی جمع ہے اور ثَنٰی کے معنی دو کے ہیں چونکہ یہ دانت متصل دو اوپر اور دو نیچے ہیں اور ان کے علاوہ کوئی دانت یا داڑھیں اکٹھی دو ملی ہوئی نہیں ہیں اس لیے انہیں ثنایا یا ثنیات کہا جاتا ہے۔

رَباعِیات:

رَبَاعِیَةٌ کی جمع اور ربع کے معنی چار ہے چونکہ یہ دانت بھی تعداد میں چار ہیں اس لیے انھیں رباعیات کہتے ہیں۔ نیز اس کا مطلب ٹھہرنا بھی ہے چونکہ ان دانتوں میں غذا ٹھہر جاتی ہے لہٰذا انھیں رباعیات کہتے ہیں۔

ان کا دوسرا نام قواطع ہے جو قَاطِعَةٌ کی جمع ہے اور جس کے معنی کاٹنے والی کے ہیں' چونکہ ان دانتوں سے چیزوں اور غذا کو کاٹنے کا کام لیا جاتا ہے اس لیے ان کو قواطع بھی کہتے ہیں۔

اَنیاب:

نَابٌ کی جمع ہے معنی نوکدار چونکہ یہ تیز نوکیلے ہوتے ہیں اس لیے انھیں اَنیاب کا نام دیا گیا ہے۔ ان کا دوسرا نام کَوَاسِر ہے جو کَاسِرَةٌ کی جمع ہے معنی توڑنے والی اور چونکہ ان دانتوں سے چیزوں کو توڑنے کا کام لیا جاتا ہے اس لیے ان کو کَوَاسِر کہتے ہیں۔

ضَواحِک:

یہ ضَاحِکَۃٌ کی جمع ہے داڑھوں میں عموماً ہنستے ہوئے یہی ظاہر ہوتی ہیں اس لیے ان کوضَواحِک کہتے ہیں یعنی ہنسنے والی۔

طَواحِن:

یہ طَاحِنَۃٌ کی جمع ہے۔ چیزوں یا غذا کو پیسنے والی' چونکہ ان داڑھوں سے یہ کام لیا جاتا ہے اس لیے ان کوطَواحِن کہتے ہیں۔

نَواجِذ:

نَاجِذَۃٌ کی جمع ہے اردو میں اسے عقل داڑھ کہتے ہیں عربی میں اسے نَاجِذَۃُ الْعَقَل کہتے ہیں یعنی وہ داڑھ جو عقل کے کامل ہونے پر نکلتی ہے کیونکہ یہ دانتوں اور داڑھوں میں سب سے آخر میں نکلتی ہیں۔

اصول مخارج سے متعلق معلومات

سوال: لسان کے کتنے حصے ہیں؟

جواب: لسان یا زبان کے درج ذیل اہم حصے ہیں جو کہ تصویر سے مزید واضح ہو رہے ہیں۔

زبان کے چھ حصے کیے جا سکتے ہیں۔

(۱) اقصیٰ لسان (۲) شجرلسان (۳) طرف لسان

(۴) رأس لسان (۵) حافہ لسان (۶) ظہرلسان

سوال: اقصیٰ لسان سے زبان کا کونسا حصہ مراد ہے؟

جواب: اقصیٰ لسان سے زبان کا وہ جز والا حصہ مراد ہے جو حلق سے متصل

ہے۔

سوال: شجر لسان سے زبان کا کون سا حصہ مراد ہے؟

جواب: شجر لسان زبان کے وسطی حصے کو کہتے ہیں اسی وجہ سے شجر لسان کا ایک اور نام وسط لسان بھی لیا جاتا ہے۔

سوال: حافہ لسان سے زبان کا کون سا حصہ مراد ہے؟

جواب: حافہ کے لغوی معنی کنارہ کے ہیں۔ علامہ جعبری ؒ نے بتشدید الفاء کہا ہے یعنی حَآفَّة بمعنی کسی چیز پر محیط ہونا' زبان کے یہ کنارے موٹے ہوتے ہیں اور گویا اضراس پر محیط ہوتے ہیں' بخلاف طرف لسان کے کہ وہ باریک ہوتا ہے۔

اصطلاح میں زبان کا وہ دائیں بائیں کنارہ جو گالوں میں چھپا ہوتا ہے اور داڑھوں سے لگتا ہے حافہ کہلاتا ہے یعنی حافہ لسان سے زبان کے دائیں بائیں وہ موٹے کنارے مراد ہیں جو نواجذ۔ طواحن اور ضواحک پانچ داڑھوں سے ملتے ہیں۔ حافہ کا وہ حصہ جو ناجذ سے لگے اسے حافہ وسطیٰ اور حوضاحک سے لگے اسے ادنیٰ حافہ کہتے ہیں۔ پھر اس حصہ میں دائیں طرف والے کو حافہ یمنی اور بائیں طرف والے کو حافہ یسریٰ کہتے ہیں۔

سوال: طرف لسان اور راس لسان سے کیا مراد ہے؟

جواب: منہ کی جانب والا زبان کا حصہ اور اس کے کناروں کو طرف لسان کہا جاتا ہے۔ طرف لسان زبان کے سامنے والا وہ گول کنارہ ہے جو بارہ دانتوں سے لگتا ہے جبکہ راس لسان زبان کی نوک کو کہتے ہیں جو ثنایا کو لگتی ہے۔

سوال: جب حافہ لسان کا مطلب بھی زبان کا کنارہ ہے اور طرف لسان کا مطلب بھی زبان کا کنارہ ہے پھر اس تخصیص کی کیا وجہ ہے کہ ایک حصے کو تو حافہ کہا گیا اور دوسرے کو طرف کہا گیا؟

جواب: بے شک حَافَۃ اور طَرْف دونوں کا مطلب ''کنارے'' کے ہیں لیکن ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ ان کناروں سے کیا مراد ہے؟ یعنی زبان کے موٹے کناروں کو حافہ کہا جاتا ہے اور زبان کے باریک گول کنارہ کو طرف کہا جاتا ہے اور ان دونوں کے فرق کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ ضاد اور لام کے مخارج کی وضاحت بخوبی ہو جائے یعنی ضاد کا مخرج کہاں سے شروع ہو کر کہاں تک ہے اور لام کے مخرج کا محل وقوع کیا ہے۔

سوال: ظہر لسان سے کیا مراد ہے؟

جواب: ظہر لسان بمعنی پشت زبان، یہاں ظَہر سے مراد ظَہر رَاسُ اللّسان یعنی راس زبان کی پشت ہے جن مشائخ تجوید نے اپنی کتب میں ظَہر اللّسان یعنی پشت زبان کا لفظ استعمال فرمایا ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ نے النشر فی القراءات العشر میں فرمایا ہے تو اس سے مراد بھی ظَہر راس لسان ہی ہے۔

یاد رہے کہ ظَہر لسان سے پوری زبان کی پشت یا وسط لسان کے حصے کو مراد لینا صحیح نہیں کیونکہ مشائخ تجوید نے ظہر لسان سے ظہر راس لسان یعنی زبان کی نوک کی پشت ہی مراد لی ہے۔

سوال: تالو کے کتنے حصے ہیں؟

جواب: تالو کے دو حصے ہیں:

(۱) نرم تالو (۲) سخت تالو

(۱) نرم تالو: اس سے مراد تالو کا وہ نرم حصہ ہے جو کہ حلق کے قریب اقصیٰ لسان کے مقابل ہے۔ اس کو غَلْصَمَۃ بھی کہتے ہیں۔ جو قاف کا مخرج ہے۔

(۲) سخت تالو: اس سے مراد تالو کا وہ سخت حصہ ہے جو کہ منہ کی جانب وسط لسان

کے مقابل ہوتا ہے۔ اور اس کو عَكَدَۃ کہتے ہیں جو کاف کا مخرج ہے۔

نوٹ: تالو اصول مخارج میں شامل نہیں مگر چونکہ اس کا تعلق بعض حروف کے مخارج میں بہت واضح ہے اس لیے اسے یہاں بیان کیا گیا ہے۔

سوال: ہونٹ کے کتنے حصے ہیں؟

جواب: ہونٹ کے چار حصے ہیں:

(۱) بَطْنُ الشَّفَۃ: یعنی نیچے کے ہونٹ کا وہ اندرونی حصہ جو ہونٹوں کے بند ہونے کے وقت اندر چھپ جاتا ہے۔

(۲) تر حصہ: جو کہ داخلِ فَم ہے۔

(۳) ظاہری حصہ: ظاہری بشرہ سے تعلق رکھنے والا حصہ جسے بری کہتے ہیں۔

(۴) وسطی حصہ: جو ظاہری بشرہ اور تر حصہ کے درمیان واقع ہے۔

سوال: اِطباق شفتین سے کیا مراد ہے؟

جواب: اِطباق شفتین سے مراد دونوں ہونٹوں کو بند کرنا ہے۔

سوال: اِنضمام شفتین سے کیا مراد ہے؟

جواب: اِنضمام شفتین سے مراد دونوں ہونٹوں کا گول کرنا ہے۔

سوال: حلق کے کتنے حصے ہیں؟

جواب: حلق کے تین حصے ہیں:

(الف) اقصیٰ حلق (ب) وسط حلق (ج) ادنیٰ حلق

(الف) اقصیٰ حلق: اقصیٰ حلق، حلق کا وہ حصہ ہے جو سینہ سے متصل ہے اس کو

اقصیٰ حلق اس لیے کہتے ہیں کہ یہ منہ سے دور ہے۔

(ب) وسط حلق: وسط حلق، حلق کے درمیان والے حصے کو کہا جاتا ہے۔

(ج) ادنیٰ حلق: ادنیٰ حلق، حلق کا وہ حصہ ہے جو منہ کی طرف گلے کے اوپر کا حصہ ہے۔

سوال: جوف دہن سے کیا مراد ہے؟

جواب: جوف دہن سے گلے، منہ اور ہونٹوں کا خالی حصہ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ زور سے خالی آواز نکالی جائے اس طرح پر کہ آواز حلق، لسان یا شفتان کے کسی خاص حصہ پر نہ ٹھہرے بلکہ سینہ کی طرف سے شروع ہو کر ہونٹوں سے باہر نکل جائے۔ سینہ سے ہونٹوں تک اس کھلے حصہ کو جوف دہن (منہ کا خالی حصہ یا منہ کا خلا) کہا جاتا ہے۔

سوال: خیشوم سے کیا مراد ہے؟

جواب: خیشوم یعنی ناک کا بانسہ جیسا کہ تصویر سے بھی ظاہر ہے۔ یہ ناک کی جڑ میں ہڈی والے حصے کو کہتے ہیں۔

فصل دوم: مخارج الحروف

سوال: مخرج کیا ہے؟

جواب: مَخْرَجْ بروزن مَفْعَلْ یعنی نکلنے کی جگہ، اصطلاح قراء میں "اَلْحَيِّزُ الْمُوَلِّدُ لِلْحَرْفِ" یعنی (حلق، زبان یا ہونٹوں میں) جس جگہ سے حرف کی آواز پیدا ہوتی ہے اسے مخرج کہتے ہیں۔

سوال: مخارج کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: مخارج کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مخرج محقق (۲) مخرج مقدر

(۱) مخرج محقق: وَهُوَ جُزْءٌ مُّعَيَّنٌ مِّنْ اَجْزَاءِ الْحَلْقِ وَ اللِّسَانِ وَالشَّفَةِ یعنی حلق لسان اور شفتان کے اجزاء معینہ میں سے کسی معین جگہ پر آواز ٹکے تو اسے مخرج محقق کہتے ہیں۔

(۲) مخرج مقدر: حلق لسان اور شفتان کے اجزاء معینہ میں سے کسی معین جگہ پر آواز نہ ٹکے تو اسے مخرج مقدر کہتے ہیں یعنی جوف دہن اور خیشوم۔

نہایۃ القول المفید میں ان دونوں اقسام کی تعریف ایسے کی گئی ہے۔

"صَوْتٌ اِعْتَمَدَ عَلٰى مُقَطَّعٍ اَىْ مَخْرَجٍ مُّحَقَّقٍ وَّ هُوَ اَىْ يَكُوْنُ اعْتِمَادُهٗ عَلٰى جُزْءٍ مُّعَيَّنٍ مِّنْ اَجْزَاءِ الْحَلْقِ وَاللِّسَانِ وَالشَّفَتَيْنِ اَوْ مُقَطَّعٍ مُّقَدَّرٍ وَّهُوَ هَوَاءُ الْفَمِ لَا مُعْتَمَدَ لَهُ فِىْ شَيْءٍ مِّنْ اَجْزَاءِ الْفَمِ۔"

سوال: مخرج محقق اور مخرج مقدر کتنے ہیں؟

جواب: مخارج کی کل تعداد سترہ ہے جن میں سے پندرہ مخارج تو محقق ہیں اور دو مخرج مقدر ہیں۔

سوال: اصول مخارج کیا ہیں؟

جواب: اصول اصل کی جمع ہے جس کا مطلب ہے جڑ۔ وہ چیز جو فرع کے مقابل ہو یعنی حلق، لسان اور شفتان وغیرہ اصول ہیں اور ان سے ادا ہونے والے مخارج فرع ہیں۔

اصطلاح قراء میں اس کی تعریف اس طرح کی جاتی ہے کہ

''حلق سے لے کر شفتان تک وہ جگہیں جہاں سے ایک یا ایک سے زیادہ مخارج ادا ہوتے ہیں۔''

مثلاً شفتان یعنی ہونٹ اس اصل میں دو مخرج ہیں یا خیشوم کہ جس میں ایک مخرج ہے تفصیل آگے آرہی ہے۔

سوال: اصول مخارج کتنے ہیں؟

جواب : اصول مخارج پانچ ہیں:

(۱) جوف دہن (۲) حلق (۳) لسان

(۴) شفتان (۵) خیشوم

ابوشامہ نے فاء کا مخرج ثنایا علیا اور باطن لب کو قرار دیتے ہوئے اصول مخارج میں چھٹا اصل علیحدہ شمار کیا ہے کیونکہ فاء کا مخرج نہ تو کامل لسانی ہے اور نہ کامل طور پر شفوی ہے۔ مگر جمہور کے نزدیک اصول مخارج پانچ ہی ہیں۔ (ابراز المعانی ص ۵۱۶)

سوال: ان اصول مخارج میں کتنے مخرج ہیں اور ہر اصل میں کتنے حروف پائے جاتے ہیں؟

جواب : اصل اول: حلق: اس میں تین مخارج اور چھ حروف ہیں.

اصل دوم۔ لسان: اس میں دس مخارج اور اٹھارہ حروف ہیں۔

اصل سوم۔ شفتان: اس میں دو مخارج ہیں جن سے چار حروف ادا ہوتے ہیں۔

اصل چہارم۔ جوف دہن: اس میں ایک مخرج ہے جس سے تین حروف ادا ہوتے ہیں۔

اصل پنجم۔ خیشوم: اس میں ایک مخرج ہے جس سے نون و میم بحالت غنہ ادا ہوتے

ہیں۔

سوال: حروف کی تعداد جمہور کے نزدیک انتیس ہے مگر ہم جب اصول مخارج سے ادا ہونے والے حروف کو شمار کرتے ہیں تو یہ تعداد میں تینتیس بنتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: ان پانچ اصول مخارج میں سے بنیادی درجہ میں پہلے تین اصول مخارج کو سمجھنا چاہیے کیونکہ بعد والے دو مخرجوں کی حیثیت مستقل مخارج کی نہیں بلکہ ضمنی اور حروف کی ادا میں ایک مخصوص حالت کے مقام تعین کی نشان دہی مقصود ہے اسی وجہ سے ان مخرجوں سے ادا ہونے والے حروف کو تعداد حروف میں مستقلاً شمار نہیں کیا گیا ورنہ حروف کی تعداد تینتیس ہوتی۔ البتہ حروف مدہ میں سے ایک حرف الف کو شمار کیا جاتا ہے اور الف کو حرف شمار کرنے کی وجہ مبادیات مخارج الحروف میں بیان ہو چکی ہے۔

بیان مخارج میں ترتیب

سوال: مخارج کو بیان کرنے کی ترتیب کیا ہے؟

جواب: مخارج کو بیان کرنے کی ترتیب دو طرح پر ہے:

(۱) ایک ترتیب تو یہ ہے کہ مخارج کی ابتداء سینہ کی طرف سے کی جائے اور مخارج کی انتہا شفتان پر کی جائے یہ جمہور کا مذہب ہے۔

(۲) دوسری ترتیب اس طرح ہے کہ پہلا مخرج شفتان ہو آخری اقصیٰ حلق ہو۔ بعض علماء نے یہ ترتیب اختیار کی ہے۔ اس دوسری ترتیب پر پہلا مخرج میم کا بنتا ہے اور اول ترتیب پر حروف مدہ کا مخرج جوف دہن بنتا ہے۔

سوال: مخارج کو بیان کرنے کی ترتیب (جمہور کے مطابق جو ہے) کے لحاظ

سے پہلا اصل حلق ہوتا ہے مگر مخارج کے بیان میں جوف دہن کو سب سے پہلے کیوں لایا جاتا ہے؟

جواب : چونکہ حرفوں کی تولید سانس اور آواز سے ہوتی ہے۔ اور سانس پھیپھڑوں سے چلتا ہے اس لیے اکثر علماء تجوید مخارج کے بیان و ترتیب میں حروف ہوائیہ کو پہلے بیان کرتے ہیں۔

ملا علی قاری ؒ فرماتے ہیں کہ حروف مدہ کے مخرج کو تمام مخارج پر اس لیے مقدم کیا گیا کہ حروف مدہ کا مخرج تمام مخارج پر عام ہے گویا یہ مخرج کل اور دیگر مخارج بمنزلہ اجزاء ہیں اور یہی تقدیم کی اصل وجہ ہے وگرنہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ تمام مخارج کا بیان مخارج مقدرہ پر مقدم ہونا چاہیے۔

اصل اول: جوف دہن

سوال: جوف دہن میں کون سا مخرج ہے؟

جواب : اصول مخارج کی ترتیب میں جوف دہن اصل اول ہے اس میں ایک مخرج ہے جس سے تین حروف مدہ ادا ہوتے ہیں:

مخرج (۱): جوف دہن یعنی منہ کا خالی حصہ۔

اس سے یہ تین حروف الف جیسے قَالَ- واو ساکنہ ماقبل ضمہ جیسے قُوْلُوْا، یاء ساکنہ ماقبل کسرہ جیسے قِيْلَ ادا ہوتے ہیں۔

ایک ہی کلمہ میں تینوں حروف مدہ کی مثالیں یہ ہیں: نُوْحِيْهَا- اُوْتِيْنَا- اُوْذِيْنَا-

ان حروف کو حروف مدہ۔ حروف جوفیہ۔ حروف ہوائیہ۔ حروف علت۔ حروف خفیفہ۔ حروف مدولین اور حروف ضعیفہ کہتے ہیں۔

سوال: الف اور ہمزہ میں کیا فرق ہے؟

جواب : الف اور ہمزہ میں مندرجہ ذیل فرق ہیں:

نمبر شمار	الف	ہمزہ
ا۔	الف ہمیشہ ساکن بے جھٹکے اور ماقبل مفتوح ہوتا ہے جیسے کَان۔ قَالَ۔ مَا	ہمزہ متحرک اور ساکن دونوں طرح ہوتا ہے نیز یہ جھٹکے سے ادا ہوتا ہے جیسے اَکْرَمَ۔ شَاْنٌ۔ جَآءَ
۲۔	الف ہمیشہ کلمہ کے وسط یا آخر میں ہوتا ہے جیسے مثالیں اوپر مذکور ہیں۔	ہمزہ کلمہ کے شروع۔ وسط اور آخر تینوں مواقع پر آ سکتا ہے۔
۳۔	الف صفات کے لحاظ سے ضعیف حرف ہے۔	ہمزہ صفات کے لحاظ سے قوی حرف ہے۔
۴۔	الف کی آواز خلاء دہن میں پھیلتی ہے اور نرم ہوتی ہے۔	ہمزہ کی آواز سخت ہوتی ہے' ادائیگی کے وقت سینہ پر دباؤ ہوتا ہے اور مخرج میں اس کی آواز بند ہو جاتی ہے۔

سوال: حرف کی دو حالتیں ہوتی ہیں ساکن یا متحرک۔ لیکن الف ایک ایسا حرف ہے جو نہ ساکن ہے نہ متحرک پھر اسے ساکن کیوں کہتے ہیں؟

جواب : آواز کا خلاء دہن میں وسیع ہونا یہ صفت حرف الف میں پائی جاتی ہے' الف تمام حروف میں اس قدر ضعیف ہے کہ اپنے ضعف اور عدم استقلال کی وجہ سے نہ سکون کا متحمل ہے اور نہ حرکت کا۔ اسی لیے اپنی ادائیگی میں یہ ہمیشہ دیگر حروف کا محتاج رہتا ہے۔ اور الف کو ساکن کہنے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ "لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ" کے تحت اس کو

بھی ساکن سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

سوال: بعض حضرات الف کو حروف حلقی میں شمار کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب: الف کی آواز اقصیٰ حلق سے شروع ہوتی ہے اور اس کی انتہا ہوا فم پر ہوتی ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ لِلْهَوَآءِ تَنْتَهِیْ میں اس جانب اشارہ فرمارہے ہیں سیبویہ اور فراء نے مبداء صوت یعنی اقصیٰ حلق کو الف کا مخرج کہا ہے لیکن یہ کلام سہولت بیان یا اختصار پر مبنی ہے چونکہ الف کے مخرج یعنی جوف دہن کی ابتداء اقصیٰ حلق سے ہوتی ہے لہٰذا اقرب کی بناء پر الف کا مخرج اقصیٰ حلق کہہ دیا مگر مخارج کا اعتبار منتھی صوت سے کیا جاتا ہے اس لیے مجودین نے حروف کے مخارج کی تحقیق کا یہ معیار مقرر کیا ہے کہ کسی حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو تو اس کے شروع میں ہمزہ لگا کر اس کو ساکن ادا کرو اور جہاں آواز کا انقطاع ہو سمجھو کہ وہی اس کا مخرج ہے، معلوم ہوا کہ مخرج کے باب میں آواز کے مبداء کا نہیں بلکہ منتھیٰ کا اعتبار ہوتا ہے۔

اصل دوم: حلق

سوال: حلق میں کتنے مخارج اور کتنے حروف ہیں؟

جواب: حلق میں تین مخارج ہیں اور ان سے چھ حروف ادا ہوتے ہیں:

مخرج (۲) اقصیٰ حلق: یعنی حلق کا وہ حصہ جو سینہ سے قریب ہے اس سے دو حرف ادا ہوتے ہیں، ہمزہ اور ھاء

مخرج (۳) وسط حلق: حلق کا درمیانی حصہ اس سے عین اور حاء ادا ہوتے ہیں۔

مخرج (۴) ادنیٰ حلق: حلق کا وہ حصہ جو منہ سے متصل ہے اس حصہ سے دو حرف

ادا ہوتے ہیں' غین اور خاء۔

ان چھ حروف کو باعتبار مخرج حروف حلقیہ کہتے ہیں۔

سوال: حرفوں کی تولید سانس سے ہوتی ہے اور سانس پھیپھڑوں سے چلتا ہے اس لحاظ سے اقصیٰ حلق کو اقصیٰ حلق کیوں کہا جاتا ہے۔ مبداء سانس کے مطابق ادنیٰ حلق کیوں نہیں کہتے اور ادنیٰ حلق کو اقصیٰ حلق کہا جانا چاہیے۔

جواب: یہ صحیح ہے کہ حرفوں کی تولید سانس اور آواز سے ہوتی ہے اور سانس پھیپھڑوں سے چلتا ہے۔ اسی لیئے مخارج حروف کی ترتیب میں اول جوف دہن اور پھر اقصیٰ حلق' وسط حلق اور پھر ادنیٰ حلق کو لایا جاتا ہے۔

مگر حلق کی جو تقسیم کی گئی ہے وہ علماء تجوید نے منہ کے قریب اور بعید ہونے کی بناء پر کی ہے حروف کی تولید تو سانس سے ہوئی مگر یہ مسموع ہو کر ادا منہ سے ہی ہوئے اس لیے علماء تجوید نے حلق کی تقسیم بھی منہ کے قرب و بعد کی بناء پر کی منہ کے نزدیک والے حلق کے حصہ کو ادنیٰ حلق' درمیانی حصہ کو وسط حلق اور سینے سے متصل اور منہ سے دور والے حصہ کو اقصیٰ حلق کا نام دیا۔ اور چونکہ یہ شروع سے اسی طرح چلا آ رہا ہے لہٰذا اس میں کوئی قباحت بھی متصور نہیں کی گئی ہے۔

اصل سوم۔ لسان

سوال: اصل سوم لسان میں کتنے مخارج ہیں اور ان سے کتنے حروف ادا ہوتے ہیں؟

جواب: اصل سوم لسان میں دس مخرج ہیں اور ان سے اٹھارہ حروف ادا ہوتے ہیں۔

مخرج (۵): اقصیٰ لسان یعنی زبان کی جڑ جو حلق سے متصل ہے اور اس کے مقابل

اوپر کا تالو اس سے حرف قاف ادا ہوتا ہے۔

مخرج (۶): قاف کے مخرج سے ذرا ہٹ کر منہ کی جانب زبان کی جڑ اور اوپر کا تالو اس سے کاف ادا ہوتا ہے۔

ان دونوں حروف کو باعتبار مخرج لَھَوِیہ اور لَہاتِیَہ کہتے ہیں۔

مخرج (۷): وسط زبان اور اس کے مقابل وسط تالو سے جیم، شین اور یاء غیر مدہ (یعنی یاء متحرک اور یاء لین) ادا ہوتے ہیں۔

ان تینوں حروف کو باعتبار مخرج شجریہ کہا جاتا ہے۔

مخرج (۸): حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ جس وقت کے وہ دائیں یا بائیں جانب کی اضراس علیا کی جڑ سے لگے۔ (یعنی اوپر والی پانچ داڑھیں نواجذ۔ طواحن اور ضواحک) تو اس سے ضاد ادا ہوتا ہے۔ ضاد کو دونوں طرف سے بیک وقت نکالنا بھی صحیح ہے۔

اس کو باعتبار مخرج حافیہ کہتے ہیں۔

مخرج (۹): ادنیٰ حافہ مع زبان کے کنارے کے آخر تک جب دائیں یا بائیں طرف سے ضاحک۔ ناب۔ رباعیہ اور ثنایا کے اوپر تالو سے لگے تو اس سے لام ادا ہو گا۔ یہ بھی ضاد کی مانند دائیں اور بائیں دونوں طرف سے ادا کیا جا سکتا ہے۔ مگر ضاد کو بائیں جانب سے ادا کرنا آسان ہے اور لام کو دائیں جانب سے۔ اور لام کو بیک وقت دونوں طرف کے کنارے مع راس لسان اوپر کی ضَاحِکَین، نَابَین، رَباعَیتَین اور ثنایا علیا کے مسوڑھوں سے نکالنا بھی ٹھیک ہے۔

مخرج (۱۰): لام کے مخرج سے ذرا نیچے یعنی زبان کا کنارہ جب ثنایا۔ رباعی اور ناب کے اوپر تالو سے لگے تو اس سے نون ادا ہوتا ہے۔

مخرج (۱۱): زبان کا کنارہ مع پشت زبان جب ثنایا اور رباعی کے اوپر تالو سے لگے تو اس سے راء ادا ہوتی ہے۔ لام' نون اور راء کو باعتبار مخرج طَرفِیَہ اور ذَلقِیَہ کہتے ہیں۔

مخرج (۱۲): زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ ہے اس سے طاء' دال اور تاء نکلتے ہیں۔ ان حروف کو باعتبار مخرج نِطعِیَہ کہتے ہیں۔

مخرج (۱۳): زبان کی نوک اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا ان سے صاد۔ زای اور سین ادا ہوتے ہیں۔ ان حروف کو باعتبار مخرج صفیر یہ اور اَسَلِیَہ کہتے ہیں۔

مخرج (۱۴): زبان کی نوک اور ثنایا علیا کا کنارہ یہاں سے بھی تین حروف ظاء۔ ذال اور ثاء ادا ہوتے ہیں۔ ان کو باعتبار مخرج لِثوِیَہ کہتے ہیں۔

سوال: مخرج (۱۳) میں بتایا گیا ہے کہ زبان کی نوک اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا ان سے حروف صفیر ادا ہوتے ہیں سوال یہ ہے اتصال ثنایا علیا سے کیا مراد ہے کیا یہ اتصال زبان کی نوک سے ہوگا یا ثنایا سفلی سے اس کی وضاحت کریں؟

جواب: زبان کی نوک اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا سے بعض لوگ مخرج کے اس بیان میں لفظ اتصال سے بڑا دھوکہ کھاتے ہیں کیونکہ غلطی سے وہ یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ اتصال ثنایا علیا کا زبان کی نوک سے تعلق رکھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ثنایا علیا کے اتصال کا مطلب یہ ہے کہ حروف صفیر ادا کرتے وقت اوپر نیچے کے ثنایا علیا اور ثنایا سفلی کو ملا لینا چاہیے مگر بالکل کناروں سے کنارے ملانے کی ضرورت نہیں کیونکہ اس میں تکلف ہے بلکہ طبعاً جس طرح منہ بند ہونے کی حالت میں اوپر نیچے کے دانت آپس میں ملے ہوئے ہوتے ہیں ویسا ہی ملانا چاہیے پھر زبان کی نوک کو نیچے کے دانتوں کے کنارہ پر لگانا چاہیے اس طرح کے اوپر کے دانتوں سے جدا رہے کیونکہ اگر زبان کی نوک اوپر کے دانتوں کے ساتھ لگ جائے گی تو پھر صفت صفیر ادا نہیں ہوگی۔

اصل چہارم: شفتان

سوال: اصل چہارم شفتان میں کتنے مخرج اور کتنے حروف پائے جاتے ہیں؟

جواب: شفتان میں دو مخرج اور ان سے چار حروف ادا ہوتے ہیں۔

مخرج (۱۵) ثنایا علیا کے کناروں کو نچلے ہونٹ کے اندرونی حصہ پر لگانے سے فاء ادا ہوتی ہے۔

مخرج (۱۶) دونوں ہونٹ' اس سے واؤ متحرک و لین اور باء اور میم ادا ہوتے ہیں یعنی باء اور میم اطباق شفتین سے اور واؤ انضمام شفتین سے ادا ہوتی ہے۔

فاء۔ واؤ۔ باء اور میم ان چاروں حروف کو شفویہ کہتے ہیں۔

اصل پنجم: خیشوم

سوال: اصل پنجم خیشوم کا مخرج بیان کریں؟

جواب: مخرج (۱۷) خیشوم یعنی ناک کا بانسہ اس میں ایک مخرج ہے اور اس سے غنہ ادا ہوتا ہے۔

سوال: غنہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: غَنَّ یَغُنُّ غَنًّا وَ غَنَّةً کے لغوی معنی گنگنانا اور اصطلاح میں

"صَوْتٌ اَغَنٌّ شَبِیْهٌ بِصَوْتِ الْغَزَالَةِ اِذَا ضَاعَ وَلَدَهَا"

یعنی "غنہ ایک ایسی آواز کا نام ہے جو کہ ہرنی اپنے بچے کے گم ہو جانے پر نکالتی ہے۔"

نیز مکھی کا بھنبھنانا بھی اس میں شمار کیا جا سکتا ہے۔

حروف غنہ۔ اقسام غنہ۔ نیز کچھ اشکالات اور ان کے جوابات

سوال: خیشوم سے ادا ہونے والے حروف کون سے ہیں؟

جواب: حسب ذیل حروف کی آواز خیشوم میں جاتی ہے۔

(۱) نون ساکنہ یا تنوین بحالت اخفاء جیسے مِنْكُمْ ۔ قَوْمًا ظَلَمُوْا ۔

(۲) میم ساکنہ بحالت اخفاء عند الباء جیسے عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۔

(۳) نون ساکنہ یا تنوین مدغم بادغام ناقص جیسے مَنْ يُّؤْمِنُ ۔ بَرْقٌ يَّجْعَلُوْنَ ۔ مِنْ وَّالٍ ۔ وَرَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۔

(۴) میم ساکنہ مدغم فی المیم جیسے اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ۔

(۵) نون ساکنہ مدغم فی النون جیسے مَنْ نَّشَآءُ ۔

(۶) نون مشددہ جیسے اِنَّ ۔ اَنَّ ۔

(۷) میم مشددہ جیسے عَمَّا ۔ مِمَّا ۔

سوال: مخرج اصلی یعنی لسان وشفتان سے کون سے حروف ادا ہوتے ہیں؟

جواب: حسب ذیل حروف مخرج اصلی یعنی لسان وشفتان سے ادا ہوتے ہیں:

(۱) نون ساکن وتنوین مظہرہ جیسے اَنْعَمْتَ ۔ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ۔

(۲) میم مظہرہ جیسے اَمْ لَمْ ۔

(۳) نون متحرکہ جیسے نَسْتَعِيْنُ ۔

(۴) میم متحرکہ جیسے مُلِكِ

اقسام غنہ

سوال: خیشوم سے ادا ہونے والے حروف اور لسان وشفتان سے ادا ہونے

والے حروف کی تمام اقسام میں غنہ بہر حال موجود ہے۔ پس کیا غنہ کی بھی اقسام ہیں؟

جواب : غنہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) غنہ آنی (۲) غنہ زمانی

(۱) غنہ آنی:

غنہ آنی آن کی طرف منسوب ہے یعنی زمانے کا غیر منقسم حصہ پس یہ غنہ کی وہ کیفیت ہے جس کی مقدار کو بیان نہیں کیا جا سکتا ہے اور اصطلاح میں وہ غنہ جو کہ بغیر قصد و ارادہ کے خود بخود ادا ہو جائے اور مخرج اصلی (یعنی لسان و شفتان) سے ادا ہونے والے حروف میں یہی غنہ پایا جاتا ہے اور جن حضرات نے غنہ کو صفات لازمہ میں شمار کیا ہے ان کی مراد یہی غنہ آنی ہے۔

(۲) غنہ زمانی:

غنہ زمانی سے مراد یہ ہے کہ کچھ زمانہ آواز جاری رہتی ہے۔ ایسا غنہ جس کو قصد و ارادہ سے ادا کیا جاتا ہے اور اس غنہ کی مقدار ایک الف ہوتی ہے خیشوم سے ادا ہونے والے ساتوں حروف میں غنہ زمانی پایا جاتا ہے۔

غنہ زمانی کی دو اقسام ہیں:

(الف) غنہ بطور ذات کے (ب) غنہ بطور صفت کے

(الف) غنہ زمانی بطور ذات کے: نون ساکنہ یا تنوین بحالت اخفاء اور میم ساکنہ مخفاۃ عند الباء ان میں غنہ بطور ذات کے ہوتا ہے۔

(ب) غنہ زمانی بطور صفت کے: (۱) نون ساکنہ یا تنوین مدغم بادغام ناقص (۲) میم ساکنہ مدغم فی المیم (۳) نون ساکنہ مدغم فی النون (۴) نون مشددہ اور

(۵) میم مشددہ ان پانچ حالتوں میں غنہ بطور صفت کے ہوتا ہے۔

سوال: غنہ زمانی بطور ذات اور بطور صفت کا کیا مطلب ہے؟

جواب: غنہ زمانی بطور ذات کا مطلب یہ ہے کہ نون ساکنہ وتنوین بحالت اخفاء اور میم ساکنہ مخفاۃ اپنے مخرج اصلی یعنی طرف لسان اور شفتان سے متحول ہو کر خیشوم میں منتقل ہو جاتا ہے اور مخرج اصلی سے تعلق ضعیف ہوتا ہے یعنی نون ساکنہ و تنوین بحالت اخفاء اور میم ساکنہ میں اخفاء کے وقت ان حروف کا اکثر حصہ خیشوم میں منتقل ہو جاتا ہے اس لیے اس وقت جو غنہ کیا جاتا ہے اسے غنہ ذاتی بھی کہہ دیتے ہیں یعنی ان حروف کی ذات ہی اپنے مخرج اصلی سے خیشوم کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔

اور غنہ زمانی بطور صفات کا مطلب یہ ہے کہ (مذکورہ بالا پانچ اقسام جو غنہ زمانی بطور صفات میں ذکر ہوئی ہیں) ان میں نون اور میم کا اپنے مخرج اصلی سے بھی تعلق قائم رہتا ہے مگر وہ غنہ جو اس وقت بقدر ایک الف بڑھا کر خیشوم سے ادا کیا جاتا ہے وہ غنہ بطور صفت کے ہوتا ہے اور محل وقوع اس کا بھی خیشوم ہی ہے۔

سوال: کیا غنہ آنی اور غنہ زمانی بیک وقت کسی ایک حرف میں اکٹھے ہو سکتے ہیں؟

جواب: جن حروف میں غنہ زمانی پایا جائے گا ان حروف میں غنہ آنی بہر حال موجود ہو گا جبکہ جن حروف میں غنہ آنی پایا جاتا ہے ضروری نہیں کہ ان حروف میں غنہ زمانی بھی پایا جائے۔

سوال: مخرج کے بیان میں بتایا گیا کہ خیشوم سے غنہ ادا ہوتا ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خیشوم حروف مخفاۃ کا مخرج ہے یا صفت غنہ کا مخرج ہے؟

جواب: اس مسئلہ میں علماء تجوید بہت مختلف الاقوال ہوئے ہیں بعض کا خیال ہے کہ خیشوم حروف مخفاۃ کا مخرج ہے۔ اور بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ حروف مخفاۃ کا

مخرج نہیں بلکہ صفت غنہ کا مخرج ہے۔

جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ یہ حروف مخفاۃ کا مخرج ہے ان کے قول پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حروف مخفاۃ حروف فرعیہ میں سے ہیں۔ جب دیگر حروف فرعیہ مثلاً الف ممالہ، ہمزہ مسہلہ وغیرہ کے مخارج بیان نہیں کیے گئے ہیں تو نون ومیم مخفاۃ کا مخرج کیوں بیان کیا جارہا ہے۔ اس اعتراض کا یہ جواب دیا گیا کہ دیگر حروف فرعیہ اپنے اصل حروف کے مخارج سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً الف ممالہ کا مخرج بھی تقریباً وہی ہے جو الف خالص کا ہے۔ اسی طرح ہمزہ مسہلہ کا مخرج بھی تقریباً وہی ہے جو کہ ہمزہ محققہ کا ہے۔ اس لیے دیگر حروف فرعیہ کے مخارج بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اس کے برخلاف خیشوم ایک ایسا مخرج فرعی ہے جس کا مخرج اصلی یعنی لسان وشفتان سے تعلق بہت ضعیف گویا نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اور یہ ایک استقلالی شان رکھتا ہے اس لیے اس مخرج کو الگ سے بیان کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔

اور جو حضرات خیشوم کو صفت غنہ کا مخرج مانتے ہیں ان کے قول پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ پھر دیگر صفات لازمہ کے مخارج بھی بیان ہونے چاہیے۔ صرف صفت غنہ کے مخرج کو ہی کیوں بیان کیا گیا۔ اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا کہ چونکہ صفت غنہ کا مخرج دیگر صفات سے بالکل علیحدہ ہے اس لیے دیگر صفات کے مقابلہ میں صفت غنہ کے مخرج کو بیان کرنے کی حاجت ہوئی۔ جبکہ دیگر صفات کے مخارج اسی مقام سے تعلق رکھتے ہیں۔ جہاں سے یہ حروف ادا ہورہے ہوتے ہیں۔

میں یہ کہتا ہوں کہ غنہ چاہے حروف مخفاۃ کا ہو جو کہ بطور ذات کے ہوتا ہے یا وہ نون ومیم کی ان اقسام میں ہو جن میں بطور صفت کے ہوتا ہے ان تمام حروف وصفت کا مخرج خیشوم ہی ہے۔

ہمارے اس بیان کی تائید علامہ جزریؒ کے بیان کردہ بیان مخارج سے ہوتی ہے۔علامہ جزری المقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں:

وَ غُنَّةٌ مَّخْرَجُهَا الْخَيْشُوْمُ

یعنی اور غنہ اس کا مخرج خیشوم ہے۔

اسی طرح علامہ جزری النشر فی القراءات العشر میں بھی مخرج اس طرح بیان فرما رہے ہیں۔

"اَلْمَخْرَجُ السَّابِعُ عَشَرَ الْخَيْشُوْمُ وَ هُوَ الْغُنَّةُ".

(النشر فی القراءات العشر ج ا ص ۲۰۱)

یعنی سترہواں مخرج خیشوم ہے اور وہ غنہ ہے۔

دراصل اس مخرج میں بالذات تو وہ حروف بیان کرنے مقصود ہیں جن میں غنہ بطور ذات ہوتا ہے اور ان کا مخرج خیشوم ہے اور جن حروف میں غنہ بطور صفت پایا جاتا ہے ان کا مخرج خیشوم تو نہیں مگر ان کی صفت غنہ کا محل یہی خیشوم ہے۔

خلاصہ اس بحث کا یہ نکلا کہ چاہے خیشوم کو حرف غنہ کا مخرج کہہ لیا جائے یا صفت غنہ کا مخرج کہہ لیا جائے دونوں طرح صحیح ہے۔جیسا کہ گزشتہ تمام بحث سے آپ کو معلوم بھی ہو گیا ہوگا۔

توجیہات القاب حروف

سوال: حروف مدہ کے مختلف ناموں کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟

جواب: (ا) مدہ: ان حروف کو مدہ اس لیے کہتے ہیں کہ ان میں صفت مدیت ایسی لازم ہے کہ اگر وہ صفت ان حروف میں سے ختم ہو جائے تو ان کی ذات ہی باقی نہ رہے اور نیز یہ کہ مد فرعی بھی انہی تین حروف پر ہوتا ہے۔

(۲) جوفیہ: ان حروف کو جوفیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ جوف دہن یعنی منہ کے خلا سے ادا ہوتے ہیں۔

(۳) ہوائیہ: حروف ہوائیہ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ حروف ہوا پر تمام ہوتے ہیں کیونکہ ان کی آواز کسی معین جگہ پر نہیں نکتی ہے۔

(۴) حروف علت: چونکہ ان حروف میں تعلیل ہوتی ہے اس لیے ان کو حروف علت کہا جاتا ہے۔

(۵) حروف خَفِیّہ: ان کو حروف خفیہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان حروف کی آواز چھپی ہوئی اور نرم ہوتی ہے۔

(٦) حروف مدولین: حروف مدہ کو حروف مدولین بھی کہا گیا ہے لیکن حروف لین کو مدہ نہیں کہا گیا ہے۔

(۷) حروف ضعیفہ: چونکہ ان حروف میں اکثر صفات ضعیفہ پائی جاتی ہیں اس لیے یہ ضعف سے ادا ہوتے ہیں۔ اس لیے انہیں حروف ضعیفہ کہا گیا ہے۔

سوال: حروف مدہ کی آواز میں دیگر حروف کے مقابلہ میں درازی کیوں پائی جاتی ہے؟

جواب: دیگر حرفوں کی آواز تو اپنے مخارج کے مساوی ہی ہوتی ہے لیکن حروف مدہ ایسے حروف ہیں کہ اپنی ذوات سے زیادہ درازی صوت کو قبول کرتے ہیں کیونکہ کوئی معین حصہ ایسا نہیں کہ جس پر آواز رک جائے بلکہ محض ایک صوت ہوتی ہے جو کسی معین جگہ پر نہیں ٹھہرتی ہے۔

سوال: حروف حلقیہ کو حلقیہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب : ہمزہ۔ہاء۔عین۔حاء۔غین اور خاء یہ چھ حروف اس وجہ سے حروف حلقیہ کہلاتے ہیں کیونکہ یہ حروف، حلق سے ادا ہوتے ہیں۔

سوال: حروف لَہاتیہ کو لَہاتیہ یا لَہویہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب : قاف اور کاف کو لَہویہ یا لَہاتیہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ یہ حروف لَہات سے ادا ہوتے ہیں۔

سوال: لَہات کیا ہے؟

جواب : لَہات لام کے زبر کے ساتھ یہ وہ نرم سا بغیر ہڈی کا گوشت ہے جو ہڈی دار تالو کے آخر میں زبان کی جڑ پر لٹکا ہوا ہے اردو میں اس کو کوا کہتے ہیں اور عربی میں اسے لسان صغیر کہتے ہیں۔

سوال: اقصیٰ لسان یعنی زبان کی جڑ سے قاف اور کاف ادا ہوتے ہیں جبکہ اقصیٰ حلق سے ہمزہ اور ہاء ادا ہوتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہمزہ وہاء کا تو ایک ہی مخرج شمار کیا گیا جبکہ قاف اور کاف کے الگ الگ مخرج بیان ہوئے؟

جواب : اقصیٰ لسان میں بہ نسبت اقصیٰ حلق کے وسعت پائی جاتی ہے اور واضح طور پر قاف وکاف کے مخارج میں بعد موجود ہے، یہی وجہ ہے کہ اقصیٰ حلق سے نکلنے والے حرفوں کی ترتیب میں تو اختلاف موجود ہے مگر اقصیٰ لسان میں قاف وکاف کے مخارج میں کوئی اختلاف نہیں۔

مزید وضاحت اس طرح سمجھو کہ اقصیٰ لسان کے اوپر جو نرم گوشت حلق کی طرف مائل ہے اس کو "غَلْصَمَہ" کہا گیا ہے جو قاف کا مخرج ہے اور تالو کا ھڈی والا وہ حصہ جو غلصمہ سے ملا ہوا ہے وہ "غَلَدَہ" ہے تو اب مخرج قاف وکاف اس طرح ہوا کہ اقصیٰ زبان وغَلْصَمَہ قاف کا مخرج اور اقصیٰ زبان وغَلَدَہ کاف کا مخرج ہے۔

سوال: حروف شجریہ کو شجریہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: جیم۔شین اور یاء غیر مدہ کو حروف شجریہ کہا جاتا ہے اور وسط زبان اور تالو کے درمیان کشادہ حصے کو عربی میں شجر کہتے ہیں۔اردو میں اس کے ہم معنی کوئی لفظ نہیں یعنی دونوں جبڑوں کے ملتے وقت زبان کے اوپر کا وہ حصہ جو تالو سے لگ جاتا ہے اور اس حالت میں یہ حروف مذکورہ ادا ہوتے ہیں۔

سوال: ضاد کو حَافِیَہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: حافہ زبان کی کروٹ کو کہتے ہیں یعنی زبان کے دائیں بائیں کے موٹے کنارے' چونکہ یہ حرف وہاں سے ادا ہوتا ہے اس لیے حَافِیَہ کہلاتا ہے۔

ضاد کے تین نام اور ہیں۔

(۱) ضِرسِیَہ: ضاد کو ضرسیہ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ داڑھوں سے ادا ہوتا ہے اور عربی میں داڑھ کو ضِرس کہتے ہیں۔

(۲) مُستَطِیلَہ: مستطیلہ ضاد کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں صفت استطالت پائی جاتی ہے اور استطالت کا مطلب ہے' لمبائی اور درازی۔

(۳) اَصعَبُ الحروف: ضاد کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کہ یہ ادائیگی کے اعتبار سے تمام حرفوں سے مشکل ہے۔

سوال: لام۔نون اور راء کو طَرفِیَہ یا ذَلقِیَہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: ذَلق اور طَرَف کا مطلب دھار کے ہیں چونکہ یہ حروف زبان کے کنارہ سے ادا ہوتے ہیں اس لیے ان حروف کو طَرفِیَہ یا ذَلقِیَہ یا ذَولَقِیَہ کہا جاتا ہے۔

سوال: طاء۔دال اور تاء کو نِطعِیَہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: نِطعٌ اور نِطَعٌ کا مطلب یہ ہے کہ منہ میں تالو کا وہ اٹھا ہوا حصہ جس میں ابھری ہوئی لکیریں ہوتی ہیں اور تالو کے اس حصہ پر عموماً زبان لگی رہتی ہے اس

لیے ان کو نِطْعِيَّهٌ یا نِطَعِيَّهٌ کہا جاتا ہے۔

سوال: صادٗ زای اور سین کو صفیریہ یا اسلیہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب: اَسَلَةُ اللِّسَان کے معنی ہیں زبان کی نوک اور چونکہ یہ حروف زبان کی نوک سے ادا ہوتے ہیں' اس لیے ان کو حروف اَسَلِيَّهٌ۔ اِسْلِيَّهٌ یا اُسُلِيَّهٌ کہا جاتا ہے۔

جبکہ صفیریہ ان کو اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان میں صفت صفیر پائی جاتی ہے اور صفیر کا مطلب ہے سیٹی کی آواز۔

سوال: ظاء۔ ذال اور ثاء کو لثویہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: ان حروف کو لثویہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ لثہ (مسوڑھوں) کے قریب سے ادا ہوتے ہیں اس لیے ان کو لِثْوِيَّهٌ یا لِثَوِيَّهٌ یا لُثَوِيَّهٌ کہا جاتا ہے۔

سوال: فاء۔ باء۔ میم اور واؤ (غیر مدہ) کو شفویہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب: کیونکہ یہ چاروں حروف ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں اور ہونٹوں کو عربی میں شفتان کہتے ہیں اس لیے ان حروف کو حروف شَفَوِيْ شَفَهِيَّهٌ یا شِفَهِيَّهٌ کہتے ہیں۔

سوال: کسی حرف کا مخرج معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب: جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ اس حرف سے پہلے ہمزہ متحرکہ لگا کر تلفظ کریں جیسے اَشْ۔ اِشْ۔ اُشْ۔ اَجْ۔ اِجْ۔ اُجْ۔ اَخْ۔ اِخْ۔ اُخْ وغیرہ پھر اگر حرف کے مقررہ مخرج میں آواز ٹھہرے تو سمجھ لو کہ حرف صحیح ادا ہوا ہے۔ بصورت دیگر حرف کی ادائیگی صحیح مخرج سے نہیں ہو رہی ہے۔

کسی حرف کا مخرج معلوم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ جس حرف کا مخرج معلوم کرنا ہو اس حرف کے مابعد ھائے ساکنہ لگائی جائے جیسے:

بَہْ۔ بِہْ۔ بُہْ۔ ضَہْ۔ ضِہْ۔ ضُہْ۔ طَہْ۔ طِہْ۔ طُہْ وغیرہ

نقشہ مخارج الحروف

سوال: جدول کے ذریعے اختصاراً مخارج الحروف اوران کے اسماء ذکر کریں؟

جواب: ذیل میں ہم حروف ان کے مخارج اور نام ذکر کر رہے ہیں:

نمبر شمار	اصل	حروف	مخرج	القاب حروف
۱	جوف دہن	الف۔ واؤ ساکنہ اور یاء ساکنہ	منہ کا خالی حصہ یعنی جوف دہن	جوفیہ۔ ہوائیہ
۲	حلق	ہمزہ۔ ہاء	اقصیٰ حلق یعنی سینہ سے متصل حلق کا حصہ	حلقیہ
۳	حلق	عین۔ حاء	وسط حلق حلق کا درمیانی حصہ	حلقیہ
۴	حلق	غین۔ خاء	ادنیٰ حلق منہ سے متصل حلق کا حصہ	حلقیہ
۵	لسان	قاف	اقصیٰ لسان جو ادنیٰ حلق سے متصل ہے یعنی زبان کی جڑ اور مقابل کا تالو	لہویہ یا لہاتیہ
٦	لسان	کاف	قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی جانب ہٹ کر زبان کی جڑ اور اوپر کا تالو	لہویہ یا لہاتیہ

۷	لسان	جیم۔ شین یاء غیر مدہ	وسط زبان اور اس کے مقابل وسط تالو	شجریہ
۸	لسان	ضاد	حافہ لسان جس وقت وہ دائیں یا بائیں جانب اضراس علیا کی جڑ سے لگے	حافیہ
۹	لسان	لام	ادنیٰ حافہ مع زبان کا کنارہ انتہا تک دائیں یا بائیں ضاحک ناب۔ رباعیہ اور ثنایا کے اوپر تالو سے لگے	طرفیہ یا ذلقیہ
۱۰	لسان	نون	لام کے مخرج سے ذرا نیچے کنارہ زبان جب ثنایا۔ رباعی اور ناب کے اوپر تالو سے لگے	طرفیہ یا ذلقیہ
۱۱	لسان	راء	کنارہ زبان مع پشت زبان جب ثنایا اور رباعی کے اوپر تالو سے لگے	طرفیہ یا ذلقیہ
۱۲	لسان	طاء۔ دال۔ تاء	نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ	نطعیہ
۱۳	لسان	صاد۔ زای۔ سین	نوک زبان۔ ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیاء	صفیریہ اسلیہ

۱۴	لسان	ظاء۔ ذال۔ ثاء	نوک زبان اور ثنایا علیا کے کنارے	لثویہ
۱۵	شفتان	فاء	ثنایا علیا کے کناروں کو نچلے ہونٹ کے اندرونی حصہ پر لگایا جائے	شفویہ
۱۶	شفتان	باء۔ میم اور واؤ غیر مدہ	دونوں ہونٹ یعنی انضمام شفتین سے واؤ اور اطباق شفتین سے باء اور میم	شفویہ
۱۷	خیشوم	نون غنہ میم غنہ	یعنی ناک کا بانسہ	غنہ یا اغن

☆☆☆

باب سوم:

صفات الحروف

فصل اول: مبادیات صفات الحروف

سوال: تجوید کی تعریف ہے "ہر حرف کو اس کے مخرج سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا" تعریف سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مخرج کی مانند حرف کی صفات بھی اہمیت کی حامل ہیں پھر صفات کو مخارج کے بعد کیوں بیان کیا جا رہا ہے؟

جواب: مخارج حروف کے لیے بمنزلہ میزان وترازو کے ہیں جن سے حروف کی مقدار معلوم ہوتی ہے اور صفات بمنزلہ کسوٹی کے ہیں کہ جس طرح کسوٹی کھرے اور کھوٹے میں تمیز کرتی ہے اسی طرح صفات بھی حروف میں تمیز اور ایک حرف کو دوسرے سے جدا کرتی ہیں۔

اصطلاح تجوید میں صفات ان کیفیات کو کہا جاتا ہے جو حروف کو لاحق ہوتی ہیں اور صفت کا لغوی معنی ہے مَا قَامَ بِالشَّيْءِ یعنی جو کسی کے ساتھ قائم ہو اور موصوف کے بغیر نہ پائی جا سکے اور یہ صفات بھی بغیر حروف کے ادا نہیں ہو سکتی ہیں لہٰذا ضروری

ہوا کہ پہلے موصوف یعنی مخارج الحروف کا بیان کیا جائے کہ جہاں سے حروف کی تولید ہوتی ہے اور پھر بعد میں صفات کا بیان ہو۔

سوال: صفات کا حروف سے کیا تعلق ہے؟

جواب: صفات حروف کے لیے معیار اور کسوٹی کی مانند ہیں جن سے حروف کے عمدہ اور خالص ہونے کا پتہ لگتا ہے یعنی اگر کسی حرف کی صفات صحیح ادا ہوں گی تو وہ حرف عمدہ اور صحیح ہوگا اور اگر کسی حرف کی صفات صحیح ادا نہ ہوں گی تو وہ حرف ادائیگی کے لحاظ سے ناقص اور نامکمل ہوگا۔ جیسے حرف صاد کہ اس کو نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے ادا کیا جائے تو صفت ہمس کی وجہ سے اس کی آواز میں پستی، رخوت کی وجہ سے آواز میں نرمی، استعلا کی وجہ سے آواز پر ہوکر اور اطباق کیوجہ سے خوب منہ بھر کر اصمات کی وجہ سے جماؤ کے ساتھ اور صفیر کی وجہ سے سیٹی کے مشابہ ہو گی لیکن اگر حرف صاد کی ادائیگی کے دوران صفت استعلاء و اطباق صحیح ادا نہ کی جائیں تو صاد حرف سین کے مشابہ ہو جائے گا یعنی صفات کے اعتبار سے اس کی ادائیگی ناقص ہوگی۔

سوال: صفات کے ادا نہ ہونے سے حرف کی ہیئت پر کیا اثر پڑے گا؟

جواب: صرف انسان ہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت دی ہے کہ وہ حروف کو مخارج سے نکالتا ہے اور صفات کے ذریعے ان کو کامل کرتا ہے۔

جانور بھی آواز تو رکھتے ہیں گویا مخارج ان کے پاس بھی ہیں مگر ان میں اتار چڑھاؤ، پستی بلندی، آواز کو موٹا اور باریک کرنا یہ صفات ان کے لیے ادا کرنا ممکن نہیں گویا یہ صرف انسان کی جبلت ہوئی۔ پس انسان حروف کو صفات کے ساتھ ادا نہیں کرے گا تو اس کے منہ سے نکلنے والا کلام بھی جانوروں کی مانند ہو جائے گا۔

سوال: صفت کیا ہے؟

جواب : وہ کیفیت جو اپنے موصوف کے بغیر نہ پائی جائے یعنی ایسی صفت جو موصوف کی ذات اور حقیقت سے تعلق رکھے جیسے شریف' بخیل۔ رذیل۔ سرخ۔ سیاہ۔ سفید وغیرہ' نیز یہ صفت موصوف کی ذات میں مستقل رہتی ہیں۔

عام مفہوم میں اسے اس طرح سمجھو جیسے کسی شخص کی کوئی قابل ذکر صفت جیسے نیک لڑکا کہ نیکی کا پایا جانا لڑکے کی ذات سے مشروط ہوا یا شریف آدمی کی شرافت کسی شخص کی صفت ہوئی یا خوبصورت مکان کہ مکان موجود ہے تو خوبصورت ہے ایسے ہی خوشنما پرندہ کہ پرندے کی صفت خوشنما ہونا ٹھہری۔ ان تمام مثالوں پر غور کرو تو معلوم ہوگا کہ صفت اسی صورت میں موجود ہوگی جب شے یا موصوف کا وجود ہوگا۔

لغوی معنی ہیں خوبی۔ بھلائی۔ ہنر۔ خصوصیت یا وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے سہارے ہو۔ مثلاً خوبی کسی چیز میں اسی وقت موجود ہوگی جبکہ وہ چیز وجود رکھتی ہو۔ کسی شخص میں کسی ہنر کا ہونا یہ اسی وقت ممکن ہے جب وہ شخص وجود رکھتا ہو' ایسے ہی کسی حرف میں صفات اسی وقت ہوں گی جب وہ حرف اپنے مخرج سے ادا ہو رہا ہو۔

اصطلاح میں جو تعریف صفت کی ہے وہ ہم آگے بیان کریں گے۔

سوال: کسی حرف میں صفات کے پائے جانے کی کون کون سی صورتیں ہیں؟

جواب : جیسا کہ ہم اوپر درج کر آئے ہیں کہ صفت کے لغوی معنی اس کی خوبی یا خصوصیت وغیرہ کے ہیں یا وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے سہارے قائم ہوتی ہے اس لحاظ سے صفات کی تین اشکال بنتی ہیں جو حرف میں موجود ہوتی ہیں۔

(۱) صفات محلیہ

صفت اگر موصوف حرف کے محل پر دلالت کرے تو یہ صفت باعتبار محلیت کے ہو گی جیسے حروف حلقیہ' لہویہ اور شجریہ وغیرہ ہونا اور اس کی تفصیل مخارج کے بیان میں گزر چکی ہے۔

(۲)صفات عارضہ

صفت موصوف حرف کو عارض ہو جیسے تفخیم۔ترقیق۔اظہار۔ادغام۔اخفاء وغیرہ ان کی تفصیل آگے آئے گی۔اس کو صفات عارضہ کہتے ہیں۔

(۳)صفات ذاتیہ یالازمہ

ایسی لازمی صفات جو حروف سے کبھی جدا نہ ہوسکیں اور اس حرف کی ذات میں شامل ہوانھیں لازمہ یاذاتیہ کہا جاتا ہے۔

سوال: صفات کس طرح وجود میں آتی ہیں؟

جواب: تقاضائے طبیعت سے جو ہوا غیر مسموع یعنی سانس پھیپھڑوں میں سے آتی جاتی ہے اس کو نفس کہتے ہیں۔یہی نفس اگر ارادہ کے ساتھ خارج کیا جائے اور اوتار صوتی سے ٹکرائے گا تو اس سے لہریں پیدا ہوں گی جو آواز کا روپ دھارلیں گی' یہ آواز یا صوت جب کسی مخرج' محقق یا مقدر پر اعتماد کرے گی تو اس کو حرف کہا جائے گا اور ان حروف کو جو کیفیات لاحق ہوں گی ان کیفیات کو صفات کہا جائے گا۔

سوال: صفات کی اصطلاحی تعریف کیا ہے؟

جواب: صفات جمع ہے صفت کی اور صفت کا مطلب ہے حالت اور کیفیت "مَاقَامَ بِالشَّیْ ءِ" یعنی وہ چیز جو کسی کے سہارے قائم ہو۔اصطلاح قراء میں:

"كَيْفِيَّةٌ عَارِضَةٌ لِلْحَرْفِ عِنْدَ حُصُوْلِهٖ فِي الْمَخْرَجِ مِنَ الْاِسْتِعْلَاءِ وَالْاِ سْتِفَالِ وَالرِّخَاوَةِ وَالشِّدَّةِ وَ نَحْوِهَا"

یعنی صفت ایسی کیفیت ہے جو کہ حرف کو مخرج سے ادا کرتے وقت لاحق ہوتی ہے جیسا کہ حرف کا پر ہونا یا باریک ہونا اسی طرح حرف کا نرم ہونا یا سخت ہونا وغیرہ۔

صفات کے فوائد

سوال: صفات کے فوائد بیان کریں؟

جواب: صفات کے تین اہم فوائد ہیں:

(۱) مشترک فی المخارج حروف میں صفات کے ذریعہ فرق کیا جاتا ہے مثلاً صفت استعلاء اور اطباق اگر نہ ہوں تو تاء اور طاء میں کوئی فرق نہ رہے اسی طرح ذال معجمہ اور ظاء معجمہ کی آواز ایک ہو جاتی اور اسی طرح صاد و سین میں کوئی فرق نہ رہتا۔

(۲) صفات کے ذریعے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کون سا حرف قوی ہے اور کون سا حرف ضعیف ہے اور یوں باب ادغام واظہار کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے کیونکہ قوی حرف کا ضعیف حرف میں ادغام بالکل نہیں ہوتا یا اتحاد فی المخرج کی وجہ سے کیا بھی جاتا ہے تو ناقص ہوتا ہے۔ اسی طرح ادغام متقاربین میں ادغام کی ایک وجہ جیسے قرب مخرج ہوتا ہے اسی طرح ایک وجہ قرب صفات بھی ہے۔

(۳) صفات کا سب سے بڑا فائدہ حروف کی ادائیگی کی خوبصورتی اور کمال ہے۔ عربی زبان کی یہی وہ خوبی ہے جو عجمی زبانوں میں موجود نہیں۔ ایک مجود کی بہترین ادا یہی ہے کہ اس کے حروف مکمل صفات سے بھرپور اور بلا تکلف ادا ہوں۔

تعداد صفات

سوال: صفات کی تعداد کتنی ہے؟

جواب: صفات کی تعداد میں اختلاف ہے۔ علماء تجوید نے کم یا زیادہ شمار کی ہیں۔ بعض علماء مثلاً محمد بن مکیؒ نے صفات چوالیس سے بھی زیادہ شمار کی ہیں۔ علامہ

جزریؒ نے اپنی کتاب التمہید میں چونتیس بیان کی ہیں۔علامہ برکویؒ اور علامہ بریؒ نے سترہ میں سے بھی کم کر کے چودہ صفات شمار کی ہیں۔انھوں نے اذلاق اور اس کی ضد اصمات اور انحراف ولین کو بیان نہیں کیا ہے اور صفت غنہ کو شمار کیا ہے۔حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی علیہ الرحمہ نے بھی فوائد مکیہ میں اسی مذہب کو بیان فرمایا ہے۔قصیدہ نونیہ جو علامہ سخاویؒ کا ہے۔اس کے شارح نے بھی سولہ صفات شمار کی ہیں۔انھوں نے اذلاق اور اس کی ضد اصمات کو بیان نہیں کیا اور صفت ہوا کو شمار کیا ہے۔لیکن عموماً صفات سترہ بیان کی جاتی ہیں۔بعض دیگر صفات کا مختصر تعارف ہم آگے چل کر بیان کریں گے۔انشاءاللہ

سوال: تعداد صفات میں یہ اختلاف کیوں ہے؟

جواب: یہ سترہ صفات جو ہم آگے بیان کریں گے' بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ چوالیس صفات میں سے ان سترہ صفات کا انتخاب بہترین اور جامع ہے باقی صفات جو فن کی دیگر کتب میں مذکور ہیں۔وہ اکثر یا تو مخارج کے مفہوم کی وضاحت کرتی ہیں یا مذکورہ سترہ صفات سے بطور فرع اخذ ہوتی ہیں۔یا وہ ہیں جن کا تعلق فن ادا سے نہیں بلکہ فن لغت سے ہے۔

فصل دوم: اقسام صفات

سوال: صفات کی اقسام بیان کریں؟

جواب: صفات کی دو اقسام ہیں:

(۱) صفات لازمہ (۲) صفات عارضہ

صفات لازمہ

سوال: صفات لازمہ کی تعریف بیان کریں؟

جواب : صفات لازمہ کسی حرف کی ایسی صفات کو کہتے ہیں جو اس حرف میں ہر حال میں پائی جائیں اور وہ اس حرف سے کبھی بھی جدا نہ ہوں اور اگر وہ صفات ادا نہ ہوں تو مذکورہ حرف کی صورت برقرار نہ رہے بلکہ کسی دوسرے حرف سے بدل جائے یا ناقص ادا ہو۔

(نوٹ) صفات عارضہ پر تفصیلی بحث اور اس کی تعریف آگے آئے گی انشاء اللہ

سوال: صفات لازمہ کے مزید کتنے نام ہیں؟

جواب : صفات لازمہ کے درج ذیل نام علماء تجوید نے تحریر کیے ہیں:

(۱) لَازِمَہ: لازمہ کا مطلب ہر حال میں ضروری ولازم۔

(۲) ذَاتِیَہ: ذاتیہ کا مطلب ہے حرفوں کی ذات میں شامل۔

(۳) مُمَیِّزَہ: ممیزہ کا مطلب ہے حروف کی آوازوں میں تمیز و ممتاز کرنے والی۔

(۴) مُقَوِّمَہ: مقومہ کا مطلب ہے حروف کو قائم کرنے والی یا سیدھا کرنے والی۔

(۵) ضُرُوْرِیَہ: یہ بھی لازمہ کے مفہوم میں ہی آتی ہے یعنی لازمی وضروری۔

صفات لازمہ کی اقسام:

سوال: صفات لازمہ کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : صفات لازمہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) صفات لازمہ متضادہ (۲) صفات لازمہ غیر متضادہ یا صفات لازمہ منفردہ

نوٹ: صفات لازمہ منفردہ کا بیان ہم صفات لازمہ کے بعد کریں گے۔

سوال: انھیں صفات لازمہ متضادہ کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وضاحت کریں؟

جواب : متضادہ یعنی ایسی صفات جو کہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتی ہوں جیسے سچ کہ اس کی ضد جھوٹ، خوبصورتی اور بدصورتی، علم اور جہل، شجاعت و بزدلی اور سخاوت و کنجوسی یہ سب اوصاف اضداد پر مشتمل ہیں جو بیک وقت اکٹھے نہیں ہو سکتے۔

چونکہ صفات لازمہ متضادہ بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں اس لیے ان کو صفات متضادہ کہا گیا۔

سوال: صفات لازمہ متضادہ کی تعریف کریں۔

جواب: صفات لازمہ متضادہ مقابل کی ایسی دو صفات کو کہتے ہیں جو ایک ہی وقت میں ایک حرف میں مجتمع نہ ہو سکیں اور نہ ہی کوئی حرف ان دو صفات سے خالی ہو۔

سوال: اس کی مزید وضاحت مثالوں سے کریں۔

جواب: اس کی مزید وضاحت ایسے ہے کہ صفات لازمہ متضادہ کی تعریف میں دو جز بتائے گئے ہیں۔

(۱) ایسی دو صفات جو باہم ایک دوسرے کی مقابل اور ضد ہوں اور بیک وقت کسی ایک حرف میں جمع نہ ہو سکیں۔

(۲) کوئی حرف ان دو صفات سے خالی نہ ہو۔

اب دیکھیے کہ تعریف کے پہلے جز کے مطابق خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ حروف مستعلیہ کا مجموعہ ہے اور ان سات حروف کے علاوہ بقایا سب حروف مستفلہ ہیں۔ اور صفت استعلاء اور صفت استفال بیک وقت ایک حرف میں جمع نہیں ہو سکتی ہیں۔

تعریف کا دوسرا جز یعنی کسی حرف کا ان صفات سے خالی نہ ہونا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انتیس حروف میں سے کوئی حرف ایسا نہ ہوگا جو نہ تو صفت استعلا میں ہو اور نہ صفت استفال میں ہو بلکہ انتیس حروف میں سے کچھ حروف صفت استعلا کے حامل ہوں گے اور کچھ صفت استفال سے متصف ہوں گے۔

صفات لازمہ متضادہ

سوال: صفات لازمہ متضادہ کتنی ہیں بیان کریں؟

جواب: صفات لازمہ متضادہ دس ہیں جو اس طرح ہیں:

(۱) صفت ہمس (۲) صفت جہر

(۳) صفت شدت (۴) صفت رخوت (صفت توسط)

(۵) صفت استفال (۶) صفت استعلا

(۷) صفت اطباق (۸) صفت انفتاح

(۹) صفت ازلاق (۱۰) صفت اصمات

نوٹ: صفت توسط چونکہ شدت ورخوت دونوں میں مشترک ہے اس لیے اس کو ایک الگ حیثیت سے شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

سوال: صفت ہمس کیا ہے؟

جواب : ہمس کے معنی ہیں ''پست آواز'' ملاعلی قاریؒ فرماتے ہیں:

وَالْهَمْسُ صَوْتٌ خَفِيٌّ يُشْبِهُ صَوْتَ اَخْفَافِ الْاِبِلِ اِذَا سَارَتْ فَوْقَ الرَّمَلِ''

یعنی ہمس وہ پست آواز ہے جو اونٹوں کے ریت پر چلتے وقت قدموں کی آواز جیسی ہو۔

اصطلاح قراء میں ''آواز کا مخرج میں ایسے ضعف کے ساتھ ٹھہرنا کہ سانس بھی جاری رہے'' یعنی سانس مکمل طور پر آواز میں تبدیل نہیں ہوتا اور چونکہ آواز میں ضعف ہوتا ہے لہٰذا وہ کچھ اپنی غیر سماعی کیفیت میں رہتا ہے۔ صفت ہمس کے حامل حروف دس ہیں جو فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ میں جمع ہیں جس کا مطلب ہے ''پس اس کو ایک شخص نے (بات کرنے پر) ابھارا (مگر) وہ خاموش ہی رہا۔''

علامہ مرعشی کہتے ہیں کہ صفت جہر وہمس کا تقابل چونکہ آواز کی بلندی اور پستی سے تعلق رکھتا ہے لہٰذا یہ صفات جہری تلاوت میں ہی محسوس کی جاسکتی ہیں۔ سری تلاوت میں اس کی تحقیق نہیں ہو پاتی۔

نوٹ: علامہ مرعشی کی اس بات سے یہ غلط فہمی نہ ہونے پائے کہ سری تلاوت میں صفات جہر وہمس ہی ختم ہو جاتی ہیں بلکہ سری تلاوت میں بھی یہ صفات موجود رہتی ہیں مگران کا ادراک ذرا دشوار ہوتا ہے۔

سوال: صفت جہر کیا ہے؟

جواب: صفت ہمس کی ضد جہر ہے جس کے معنی ہیں بلندی اور اصطلاح میں ''حرف کی آواز اس کے مخرج سے ایسی قوت کے ساتھ نکلے کہ سانس مکمل طور پر جاری نہ رہے بلکہ تمام سانس آواز میں تبدیل ہو جائے'' جس کی وجہ سے آواز میں بلندی پائی جاتی ہے۔

یہ انیس حروف ہیں جن میں صفت جہر پائی جاتی ہے اور ان کا مجموعہ ''عَظُمَ وَزْنُ قَارِئٍ ذِیْ غَضٍّ جَدَّ طَلَبَ'' ہے یعنی ''نیچی نگاہ رکھنے والے قاری کا وزن عظیم ہوا اس نے طلب میں کوشش کی''

سوال: صفت شدت کیا ہے؟

جواب: شدت کے معنی سختی اور مضبوطی کے ہیں۔ اصطلاح قراء میں مطلب یہ ہے کہ ''ایسے حروف جن کی ادائیگی میں آواز کو مخرج پر اتنا کامل اور قوی اعتماد ہو کہ آواز بند ہو جائے'' آواز کا بند ہونا حرف کے ساکن ہونے کے وقت زیادہ واضح ہوتا ہے جیسے اَجْ. اَتْ کہ ان میں جیم اور تاء کی آوازیں فوری طور پر بند ہو جاتی ہیں۔ صفت شدت کے حامل آٹھ حروف ہیں جن کا مجموعہ ''اَجِدْ قَطٍ بَكَتْ'' ہے۔ یعنی ''اچھا کام کر اسی پر اکتفا کر وہ اچھا کام غالب ہو کر رہے گا۔''

سوال: صفت رخوت کیا ہے؟

جواب: یہ شدت کی ضد ہے اور رخوت کے معنی نرمی کے ہیں اصطلاح میں اس کا مطلب ہے کہ ''مخرج میں آواز کا ایسی نرمی سے اعتماد ہو کہ وہ جاری رہے۔''

حروف رخوہ میں آواز جاری رہنے کی کیفیت اس وقت واضح ہوتی ہے جب حرف ساکن ہو جیسے مَنَاصْ، غَوَاشْ وغیرہ۔ حروف رخوہ کی تعداد سولہ ہے جن کا مجموعہ "خُسٌّ حَظٌّ شَضٌّ هَزٌّ وَ ضِغْثٌ يَا فَذٌّ" ہے یعنی "کم نصیبی، محنت کی کمی اور پراگندہ حالی سے ہے اے پریشان آدمی۔"

سوال: صفت توسط کیا ہے؟

جواب: صفت توسط کا مطلب بین بین یا درمیان کے ہے مراد وہ صفت ہے جو کہ شدت اور رخوت کی درمیانی کیفیت ہو یعنی نہ پوری طرح شدیدہ حروف ہوں اور نہ مکمل حروف رخوہ ہوں بلکہ شدیدہ کی طرح آواز بند بھی ہوتی ہے اور رخوہ کی مانند جریان صوت بھی ہوتا ہے ان حروف کو متوسطہ اور بینیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ صفت پانچ حروف میں پائی جاتی ہے جن کا مجموعہ لِنْ عُمَرُ ہے۔ عُمَرُ سے پہلے حرف ندا محذوف ہے یعنی اے عمر نرمی کر۔ صفت توسط چونکہ شدت و رخاوت دونوں میں مشترک ہے اس لیے اس کو مستقلاً شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

سوال: صفت اِستِعلاء کیا ہے؟

جواب: اِستِعلاء کے معنی بلندی کے ہیں اور اصطلاح میں "حروف کی ادائیگی کے وقت زبان کا اوپر کے تالو کی طرف بلند ہونا۔"

اس میں بھی حروف مستعلیہ کو مستعلیہ کہنا مجازاً ہے کیونکہ مستعلی درحقیقت زبان ہے۔ حروف مستعلیہ کی تعداد سات ہے۔

جن کا مجموعہ "خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ" ہے یعنی دنیا کے تفاخر کے درپے ہو کر وقت ضائع نہ کر۔"

سوال: صفت اِستِفال کیا ہے؟

جواب: اِستِفال کے معنی پستی یا نیچے کے ہیں اور اصطلاح میں "حروف کی

ادائیگی میں زبان کا پست رہنا اور تالو کی طرف نہ اٹھنا" یہ بائیس حروف ہیں جن کا مجموعہ "اُنْشُرْ حَدِيْثَ عِلْمِكَ سَوْفَ تُجَهَّزْ بِذَا" ہے۔

یعنی اپنی "علمی بات کو مشہور کر ضرور تجھے اس کے عوض سر و سامان دیا جائے گا۔"

ان حروف کو مستفلہ کہتے ہیں اور یہ اطلاق مجازاً ہے کیونکہ مستفل درحقیقت حروف نہیں بلکہ زبان ہوتی ہے اس کے علاوہ اس صفت کے دیگر نام منخفضہ اور منسفلہ بھی آتے ہیں۔ صفت استفال صفت: استعلاء کی ضد ہے۔

سوال: صفت اطباق کیا ہے؟

جواب: مطبقہ اطباق طبق سے ہے جس کے معانی ڈھانپنے والی چیز۔ اطباق کے معنی ڈھانپنا' بند کرنا اور اصطلاح قراء میں "وسط لسان کا تالو کو ڈھانپ لینا" یعنی درمیان زبان تالو کو ڈھانپ دے جس کی وجہ سے آواز منہ بھر کر نکلے حروف مطبقہ چار ہیں۔ "ص – ض – ط – ظ" اطباق کی وجہ سے حرف خوب موٹا ہو کر نکلتا ہے اور اس موٹا کر کے نکلنے کو تفخیم کہتے ہیں۔

سوال: اطباق کی ضد کونسی صفت ہے؟

جواب: اطباق کی ضد انفتاح ہے جس کے لغوی معنی کھلنا' کشادگی وغیرہ ہیں اور اصطلاح قراء میں جن حروف کی ادائیگی کے وقت وسط زبان حنک (یعنی تالو) کے غار اعلیٰ کو بند نہ کرے گا بلکہ زبان اور تالو کھلا رہے اور آواز کھل کر نکلے"

حروف مطبقہ کے چار حروف کے علاوہ بقیہ پچیس حروف منفتحہ ہیں اور ان کا مجموعہ یہ ہے "مَنْ اَخَذَ وَجَدَ سَعَةً فَزَكَا حَقٌّ لَهُ شُرْبُ غَيْثٍ" یعنی 'جو وسعت مال کی تونگری پائے اور وہ مال پاکیزہ ہو بارش رحمت کا پینا اس کو جائز ہے۔"

سوال: صفت اذلاق والے حروف کون سے ہیں؟

جواب: مُذْلِقَة یا مُذْلَقَة' لغوی معنی ہیں تیزی' بلاغت اور روانی' یعنی وہ

حروف جو پھسلتے ہوئے جلدی سے ادا ہو جائیں۔ اصطلاح میں ''وہ حروف جو اہل زبان کے نزدیک تلفظ میں رواں' سبک اور تیزی والے ہوں۔''

یہ کل چھ حروف ہیں۔ تین لسانی یعنی لام۔ نون۔ راء اور تین شفوی یعنی باء۔ میم اور فاء۔ لسانی حروف کا مخرج کے اعتبار سے بھی نام ذلقیہ ہی ہے۔

یہ چھ حروف مجتمع ہیں "فَرَّمَنْ لَبَّ" میں یعنی ''بھاگا وہ شخص جو عقلمند ہوا ہے۔'' یہ اشارہ ہے آیت:

"فَفِرُّوْٓا اِلَی اللّٰہِ" کی طرف جس کا ترجمہ ہے' بھاگو اللہ کی جانب۔ تعریف کا ایک اہم جز ہے ''اہل زبان کے نزدیک'' تعریف کے اس جز کا مطلب ہے کہ مخرج کے اعتبار سے کون سا حرف سریع و رواں ہے' اس کا صحیح فیصلہ اہل زبان ہی کر سکتے ہیں۔

سوال: اِذلاق کی ضد کون سی صفت ہے؟

جواب: اِذلاق کی ضد صفت اصمات ہے جس کے معنی ہیں ٹھہراؤ' جماؤ یا روکنا۔ اصطلاح میں ''وہ حروف جن کی ادائیگی میں سرعت و روانی نہ ہو بلکہ ان کی ادائیگی میں ٹھوس پن ہو جس کی وجہ سے وہ بھاری ہوں۔

لہٰذا حروف مصمتہ کی آواز بھاری اور ٹھوس ہوگی یعنی ان کی ادائیگی میں خاموش کرنے اور ٹھہرانے کی کیفیت پائی جائے گی۔ حروف مصمتہ تئیس ہیں جو یہ ہیں:

"جُزْ غَشَّ سَاخِطٍ صَدَّقِقَةً اِذْ وَعْظُهٗ یَحُضُّکَ" یعنی اس غصہ کرنے والے کے دھوکے سے درگزر کر جو نیک آدمی کو روکے کیونکہ اس کو نصیحت تجھے خیر پر آمادہ کرے گی۔

سوال: صفات لازمہ متضادہ کے حامل حروف کو جدول کے ذریعے ظاہر کریں؟

جواب:

نمبر شمار	صفت	حروف	اسماء حروف بہ لحاظ صفت
۱	ہمس	فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَکَتَ	مہموسہ
۲	جہر	عَظُمَ وَزْنُ قَارِئٌ ذِیْ غَضٍّ جَدَّ طَلَبَ	مجہورہ
۳	شدت	اَجِدْ قَطٍ بَکَتُّ	شدیدہ
۴	رخوت	خَسَّ حَظٌّ شَصٌّ هَزَّ وَضِعَتْ یَاَفُذَّ	رخوہ
	(توسط)	لِنْ عُمَرُ	متوسطہ۔بینیہ
۵	استعلاء	خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ	مستعلیہ
۶	استفال	اُنْشُرْ حَدِیْثَ عِلْمِکَ سَوْفَ تَجَهَّزْ بَذَا	مستفلہ۔مخففۃ۔متسفلہ
۷	اطباق	ص ۔ ض ۔ ط ۔ ظ	مطبقہ
۸	انفتاح	مَنْ اَخَذَ وَجُدَ سَعَةً فَزَکَا حَقَّ لَهٗ شُرْبُ غَیْثٍ	منفتحہ
۹	اذلاق	فَرَّ مِنْ لُبِّ	مذلقہ
۱۰	اصمات	جُزْ غَشَّ سَاخِطٍ صَدَّ ثِقَةً اِذْ وَعْظُهٗ یَحُضُّکَ	مصمتہ

صفات لازمہ متضادہ سے متعلق کچھ اشکالات اوران کے جوابات

سوال: صفات لازمہ متضادہ میں ہر صفت کی ضد بھی ہے۔ مگر صفت توسط کو کس صفت کی ضد ٹھہرایا جائے؟

جواب: یہ توضیح ہے کہ ہر صفت لازمہ متضادہ کی ضد ہے جیسے شدت کی ضد رخوت اور رخوت کی ضد شدت' اسی طرح توسط کی ضد رخوت اور رخوت کی ضد توسط ہے یا یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ شدت کی ضد توسط اور توسط کی ضد شدت ہے۔

لِنْ عُمَرُ میں چونکہ شدت اور رخوت کے حروف سے توسط اور بینیت ہے اس لیے یہ حروف مکمل طور پر نہ شدیدہ کی ضد ہیں اور نہ رخوہ کی البتہ فی الجملہ دونوں کی ضد ہیں۔

دراصل کسی شے کی ضد دو طرح پر ہوتی ہے'ایک ضد اکمل ہوتی ہے جیسے سفیدی کی ضد سیاہی' حرارت کی برودت وغیرہ اور ایک ضدیت ناقص ہوتی ہے' جیسے سفیدی کی ضد نیلا' سبز اور سرخ وزرد وغیرہ یا حرارت کی ضد ایسی حالت کہ وہ نہ حرارت سے تعبیر کی جاسکتی ہے اور نہ برودت سے۔ پس توسط بھی شدت اور رخوت کی اسی طرح کی ضد شمار ہوگی۔

سوال: باب مخارج میں معلوم ہو چکا کہ میم اور نون کے دو دو مخرج ہیں۔ ایک طرف لسان اور شفتین اور اخفاء کی حالت میں ان دونوں کا مخرج خیشوم ہوتا ہے۔ اس حالت میں یہ حروف فرعیہ میں سے ہیں۔ نیز بحالت اخفاء خیشومی یعنی غنہ کی آواز جاری ہوگی۔ ان تمام باتوں کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بحالت اخفاء نون و میم خالص حروف رخوہ ہوں گے۔ کیونکہ آواز جاری رہتی ہے پس ان کو متوسطہ میں کیوں بیان کیا گیا؟

جواب: دراصل یہاں حروف کی اصلی اور ذاتی اصوات پر کلام مقصود ہے عارضی یا فرعی احوال پر کلام پیش نظر نہیں، اسی وجہ سے ان صفات کو ذاتیہ کہا جاتا ہے لہٰذا ان حروف متوسطہ میں بحالت تشدید مثلاً آواز کا ایک الف کے برابر جاری ہونا یا صفات عارضہ کے طور پر نون ومیم میں غنہ ہونا اور آواز کا جاری ہونا یہ حالتیں چونکہ فرعی یا عارضی ہیں پس ان حروف کے متوسطہ یا بین بین ہونے پر باعث اشکال نہ ہوں گی۔ مثلاً ہمزہ کو حرف شدیدہ قرار دیا گیا ہے حالانکہ ہمزہ کی فرعی حالت تسہیل میں یہ شدت نہیں رہتی بلکہ رخاوت ونرمی آجاتی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ صفات لازمہ سے متصف ہونا حروف اصلیہ کی شان ہے۔ اسی طرح صفات عارضہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عارضی طور پر کوئی وصف پیدا ہو جائے جیسے لام ذاتی طور پر مستفلہ ہے۔ اگر عارضی طور پر کہیں مفخم ہو جائے تو یہ اس کی صفت استفال کے منافی نہیں کیونکہ استفال اس کی ذاتی صفت ہے اور تفخیم عارضی ہے۔ لہٰذا کوئی تضاد نہ رہا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ نون ومیم میں آواز کا جاری رہنا (جریان صوت) غنہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر ناک پکڑ کر کوئی نون ومیم ادا کرے تو آواز جاری نہیں رکھ سکتا۔

تاہم حروف متوسطہ رخاوت سے زیادہ قریب ہیں، اسی لیے بعض علماء تجوید نے متوسطہ کی تعریف میں فرمایا: اَلَّتِیْ جَرَی الصَّوْتُ جَرْیًا ضَعِیْفًا یعنی وہ حروف جن میں ضعف کے ساتھ آواز جاری رہتی ہے۔

سوال: صفت ہمس میں سانس کا جاری رہنا اور صفت جہر میں سانس کا بند ہونا، اس سے کیا مراد ہے؟

جواب: صفت ہمس اور صفت جہر میں سانس کا جاری رہنا یا سانس کا بند ہو جانا بطور علامت ذکر کیا گیا ہے جزو تعریف نہیں یعنی حقیقت میں صرف اسی قدر ہے کہ جہر میں حروف کی آواز بلند ہوتی ہے اور ہمس میں پست۔ ان صفات کے لغوی معنی خود

اس پر دال ہیں اور متقدمین نے اکثر اسی تعریف کو لیا ہے اور سانس کا جاری رہنا یا بند ہونا اگر ذکر بھی کیا ہے تو بطور علامت کے کیا ہے نا کہ بطور تعریف کے۔

سوال: کاف اور تاء مہموسہ وشدیدہ ہیں یعنی ہمس کی وجہ سے ان میں سانس جاری ہوگا اور شدت کی وجہ سے آواز بند ہوگی۔ آواز اور سانس آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ لہٰذا ایک ہی وقت میں یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ آواز بند بھی ہو اور سانس جاری بھی ہو' سانس جاری رہے گا تو آواز بھی جاری رہنی چاہیے یا آواز بند ہوتی ہے تو سانس بھی بند ہو جانا چاہیے؟

جواب: اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ہم ایک بات کی وضاحت کرتے چلیں کہ سانس اور آواز دونوں لازم وملزوم نہیں ہیں۔ سانس اس ہوا کو کہتے ہیں جو پھیپھڑوں میں سے طبعًا خارج ہوتی ہے نیز یہ ہوا غیر مسموع ہوتی ہے۔ آدمی خاموش ہو تو بھی سانس لے رہا ہوتا ہے حالانکہ آواز نہیں پائی جاتی' کیونکہ آواز سانس سے بنتی ہے' سانس کے آواز میں منتقل ہونے کا دوسرا مرحلہ وہ ہوتا ہے جب سانس کو بالارادہ تصادم جسمین کی صورت دی جاتی ہے تو وہ سانس آواز بنتا ہے۔

اب سمجھو کہ اس سوال کے دو جواب ہیں ایک تو یہ کہ:

کاف اور تاء میں شدت کی وجہ سے اگر آواز بند ہوتی ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سانس بھی بند ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سانس عام ہے اور آواز خاص ہے۔ اور خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی ہے۔ یہ ضرور ہے کہ آواز کا بند ہونا تو مسموع ہوتا ہے۔ سانس کا جاری ہونا مسموع نہیں ہوتا۔ کیونکہ غیر مسموع ہوا کا نام ہے۔ لہٰذا بیک وقت شدت وہمس دو صفات جمع ہو سکتی ہیں۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ان دونوں صفتوں میں صفت شدت قوی اور صفت ہمس ضعیف ہے لہٰذا شدت کی قوت کی وجہ سے پہلے آواز بند ہوتی ہے اور بعد میں صفت

ضعیف یعنی ہمس کی وجہ سے معمولی سا سانس جاری ہوتا ہے جو خود پڑھنے والے کو محسوس ہوگا سننے والے کو نہیں۔

حاصل یہ کہ دونوں صفات بیک وقت نہیں بلکہ پہلے شدت اور پھر ہمس پائی جاتی ہے اور ضدین کا اجتماع بیک وقت تو ناممکن ہے مگر آگے پیچھے یکے بعد دیگرے دو وقتوں میں ہونا ممکن ہے۔

سوال: سانس کا جاری رہنا یا سانس کا بند ہونا اسی طرح آواز کا جاری رہنا یا آواز کا بند ہونا یہ کیفیات حروف ساکنہ میں تو باآسانی پہچانی جاسکتی ہیں مگر کیا یہ صفات حروف متحرکہ میں بھی پائی جاتی ہیں؟

جواب: سانس کا جاری رہنا یا سانس کا بند ہونا اسی طرح آواز کا جاری رہنا یا آواز کا بند ہونا یہ کیفیات حروف ساکنہ میں نہایت واضح ہوتی ہیں اور باآسانی پہچانی جاتی ہیں مگر متحرک حروف میں ان کیفیات کا ادراک مشکل اور دقت سے خالی نہیں۔ حروف کے ساکن اور متحرک ہونے کی ان دونوں حالتوں میں قدر مشترک کے طور پر یہ حقیقت یکساں پائی جاتی ہیں یعنی صفات لازمہ حروف میں ہر حالت میں پائی جاتی ہیں۔ چاہے حروف متحرک ہوں یا ساکن۔ ہاں یہ ہے کہ ساکن حروف میں ان کو باآسانی پہچانا جاتا ہے اور متحرک ہونے کی حالت میں شناخت ذرا مشکل ہوتی ہے مگر ناممکن نہیں۔

سوال: حروف مجہورہ کی وجہ سے سانس بند ہوگا اور رخاوت کی وجہ سے آواز جاری رہے گی حالانکہ سانس سے آواز بنتی ہے' سانس عام ہے اور آواز خاص ہے' کیا عام کی نفی خاص کی نفی کو مستلزم نہیں؟

جواب: جہر میں سانس بند ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پھیپھڑوں سے ہوا نکلنی بند ہو جاتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی اس کی وضاحت کر آئے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ

مجہورہ حروف میں اس قدر بلندی صوت مطلوب ہوتی ہے کہ تمام سانس آواز میں منتقل ہو جاتا ہے اور اس کی اپنی غیر مسموعی کیفیت انفرادی طور پر باقی نہیں رہتی، جس طرح مہموسہ میں کہ سانس کا کچھ حصہ آواز بن جاتا ہے اور کچھ اپنی غیر مسموعی کیفیت پر انفرادی طور پر بھی باقی رہتا ہے۔ لہٰذا جہر اور رخاوت کے کسی حرف میں جمع ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ جہر کی وجہ سے تمام سانس بند نہیں ہوا بلکہ آواز بن گیا اور رخوہ ہونے کی وجہ سے اس کی آواز جاری بھی رہے گی۔

سوال: حروف مستعلیہ میں زبان کا ارتفاع ہے اور حروف شجریہ میں بھی زبان کا ارتفاع ہے پھر کیا وجہ ہے کہ حروف مستعلیہ کو پُر پڑھا جاتا ہے اور حروف شجریہ اور کاف کا شمار مستفلہ حروف میں ہوتا ہے؟

جواب: وسط لسان سے ادا ہونے والے حروف جیم، شین اور یاء کو مستعلیہ نہیں کہا جائے گا۔ کیونکہ ان میں صرف وسط لسان کا ارتفاع ہوتا ہے اور کاف کو بھی مستعلیہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اس میں اقصیٰ لسان کا ارتفاع نہیں ہوتا بلکہ وسط لسان اور اقصیٰ لسان کے درمیانی حصے کا ارتفاع ہوتا ہے۔ حاصل یہ کہ یہ چاروں حروف مستعلیہ نہیں اگرچہ ان میں فی الجملہ ارتفاع لسان ہے مگر وہ ارتفاع نہیں جو حروف مستعلیہ میں معتبر ہے۔

سوال: کیا حروف شجریہ کو حروف مطبقہ بھی کہا جا سکتا ہے؟

جواب: حروف شجریہ کا مخرج وسط لسان اور تالو ہے مگر ان کو مطبقہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ اطباق کا جو یہ مفہوم ہے کہ وسط زبان تالو کو ڈھانپے۔ یہ وسط زبان کا تالو سے لگنا جو حروف شجریہ کا مخرج ہے اس سے قطعاً مختلف ہے کیونکہ ڈھانپنا اسی وقت ہوگا جبکہ زبان کے تمام کنارے مع وسط لسان کے تالو سے چمٹ جائے اور وسط زبان اور تالو میں کناروں کو کوئی دخل نہیں ہوتا اس وجہ سے صفت اطباق بغیر استعلاء کے ممکن نہیں اور

حروف شجریہ میں صفت استعلاء کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

سوال: الف حرف مستعلیہ ہے یا مستفلہ؟

جواب: الف کو جمہور مستفلہ ہی کہتے ہیں جیسا کہ ہم استفال کے ذیل میں بیان کر کے آئے ہیں۔ مگر علامہ جزریؒ النشر میں فرماتے ہیں کہ ''الف بذات خود نہ تو مستعلیہ ہے اور نہ مستفلہ بلکہ یہ اپنے ماقبل کے تابع ہے ماقبل حرف مفخم ہوگا تو یہ بھی مفخمہ ہوگا اور ماقبل اگر مرقق ہوگا تو الف بھی مرقق ہوگا۔ (النشر ج۱ص۲۰۲)

الف کے مستعلیہ یا مستفلہ ہونے کی تفصیلی بحث باب تفخیم و ترقیق میں شبہ مستعلیہ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: حروف مذلقہ کے چھ حروف میں سے تین حروف طرف لسان سے اور تین حروف شفتین سے ادا ہوتے ہیں۔ ان کے سریع النطق ہونے کی وجہ سے ہی ہر رباعی وخماسی کلمہ میں کسی حرف مذلقہ کا پایا جانا ضروری ہے۔ سوال ذہن میں آتا ہے کہ ظاء۔ ذال اور ثاء کا مخرج زبان کا کنارا اور ثنایا علیا کا سرا ہے اس مخرج میں بھی تو دھار کی طرح باریک پن ہے پھر یہ بھی مذلقہ کیوں نہیں؟

جواب: اذلاق کی تعریف میں دو جز بتلائیں گئے ہیں۔ مخرج کی باریکی اور اہل زبان کے یہاں تلفظ میں سرعت وروانی' تعریف کا دوسرا جز اہل زبان کے ذوق پر مبنی ہے۔ یعنی اس امر کا فیصلہ کہ مخرج کے اعتبار سے کون سا حرف سریع ورواں ہے یہ اہل زبان ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے فیصلہ کے مطابق صرف چھ حروف ہی مذلقہ ہوں گے۔

صفات لازمہ غیر متضادہ

سوال: صفات لازمہ غیر متضادہ کی تعریف بیان کریں؟

جواب : صفات لازمہ غیر متضادہ وہ صفات ہیں ''جو کسی حرف کی ایسی لازمی اور ضروری صفات ہوں کہ جن کا حرف میں پایا جانا تو لازمی اور ضروری ہو مگر ہیئت کے اعتبار سے بالکل جدا ہوں اور ان میں ضدیت یا تقابل نہ ہو۔''

سوال: صفت صفیر کیا ہے؟ اور یہ کون سے حروف میں پائی جاتی ہے؟

جواب : صفیر کے معنی ہیں آواز کی تیزی جیسے کسی سوراخ میں ہوا کے دباؤ سے سیٹی کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ صَفَرَ باب ضَرَبَ سے منہ بھر کر ہونٹوں سے سیٹی بجانا۔ حروف صفیر یہ تین ہیں۔ زای' سین اور صاد۔ ان حروف کا صفت صفیر سے متصف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان حرفوں کی ادائیگی کے وقت سانس کے ساتھ ایک زائد آواز مثل سیٹی کے نکلتی ہے۔ ان تین حروف میں بھی یہ صفت سب سے زیادہ سین میں پائی جاتی ہے اس کے بعد صاد میں اور پھر زای میں۔

سوال: صفت قلقلہ کیا ہے اور یہ کون سے حروف میں پائی جاتی ہے؟

جواب : لغوی معنی قلقلہ کے حرکت و اضطراب کے ہیں' اصطلاح میں ''وہ حروف جو کہ سکون کی حالت میں اور وقف میں بالخصوص ان کی آواز مخرج میں اس طرح ٹھہرے کہ مخرج میں ان کو ایک قسم کے دباؤ کے بعد جنبش ہو جس کی وجہ سے آواز بلند ہو جائے''

قلقلہ کی یہ آواز ان حروف کے ساکن ہونے کے وقت بہ نسبت حالت تحرک کے زیادہ ہوتی ہے۔ اور وقف میں سکون سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ صفت قلقلہ پانچ حروف میں پائی جاتی ہے جن کا مجموعہ ''قُطْبُ جَدٍّ'' ہے یعنی ''بخت و عظمت کا مرکز'' صفت قلقلہ کے حامل حروف کو مقلقل اور حروف لقلقہ بھی کہتے ہیں۔ بقایا چوبیس حروف غیر مقلقلہ ہیں۔

سوال: صفت لین کیا ہے اور یہ کن حروف میں پائی جاتی ہے؟

جواب : لغوی معنی نرم ہونا اور اصطلاحی معنی ہیں کہ ''واؤ اور یاء ساکن کو بغیر کسی دشواری اور مشقت کے ایسی نرمی سے ادا کرنا کہ اگر آواز کو کھینچنا چاہے تو کھینچ سکے'' جیسے خوف. غیر

سوال: صفت انحراف کیا ہے اور یہ کن حروف میں پائی جاتی ہے؟

جواب : انحراف کے لغوی معنی ''مائل ہونا'' ہیں' اصطلاح میں ''حرف کا اپنے مخرج سے شروع ہونے کے بعد دوسرے حرف کے مخرج کی طرف مائل ہونا'' ہے۔

لام اور راء میں یہ صفت پائی جاتی ہے۔ دونوں حرفوں میں یہ صفت اس لیے مانی گئی ہے کہ دونوں اپنے مخرج سے منحرف ہو کر ایک دوسرے کے مخرج کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ چنانچہ لام میں طرف لسان کی طرف میلان ہوتا ہے جو راء کا مخرج ہے اور راء اپنے مخرج سے شروع ہو کر بالآخر قدرے ظَہرِ لسان کی طرف اور قدرے لام کے مخرج کی طرف مائل ہوتی ہے۔

سوال: صفت تکریر کیا ہے؟ اور اس کا حامل کون سا حرف ہے؟

جواب : تکریر مصدر ہے بمعنی اِعَادَةُ الشَّیْءِ کسی چیز یا کسی کام میں اعادہ کرنا خواہ ایک بار ہو یا زیادہ مرتبہ' اصطلاح میں اس سے مراد ہے کہ ''راء کے ادا کرتے وقت طرف لسان میں ارتعاش ہو۔''

سوال: صفت تفشی کیا ہے اور یہ کس حرف میں پائی جاتی ہے؟

جواب : تفشی کے معنی پھیلنے کے ہیں' اصطلاح میں ''حرف شین کی ادائیگی کے وقت منہ میں آواز کا پھیلنا'' اور آواز کا یہ پھیلنا طرف لسان سے ادا ہونے والے حروف تک ممتد ہو جاتا ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ شین کی ادائیگی کے وقت صفت تفشی کو اچھی طرح ظاہر کرنا چاہیے اور شین جب مشدد ہو تو اس میں تفشی کو قدرے دراز کرنا ضروری ہے جیسے فَبَشِّرْنٰهُ۔ اس صفت تفشی کی وجہ سے شین کو حرف

تفشی یا حرف مُتَفَشِّیْ کہتے ہیں۔

سوال: صفت استطالت کیا ہے اور یہ کس حرف میں پائی جاتی ہے؟

جواب: استطالت کے معنی امتداد اور درازی کے ہیں اور اصطلاح میں ''آواز کا اول حافہ لسان سے آخر حافہ تک دراز ہونا''۔ یعنی اقصیٰ حافہ ناجذ پر لگ کر ضاد شروع ہو پھر بتدریج باقی حافہ طواحن اور ضاحک پر ٹھہرے یعنی ''پانچ داڑھوں پر حافہ کا لگنا'' یہ ضاد کا مخرج ہے جبکہ ''اقصیٰ حافہ سے ادنیٰ حافہ تک بتدریج لگتے چلے آنا'' یہ صفت استطالت ہے۔ صفت استطالت ایک واحد صفت ہے جو ضاد کو ظاء سے ممیز کرتی ہے' وگرنہ باقی پانچ صفات جہر۔ رخوت۔ استعلاء۔ اطباق اور اصمات میں دونوں حرف مشترک و متحد ہیں یاد رہے کہ مخارج دونوں حروف کے بالکل جدا ہیں۔ جیسا کہ باب مخارج الحروف میں بیان ہو چکا۔

سوال: صفات لازمہ غیر متضادہ کے حامل حروف کو جدول کے ذریعے ظاہر کریں؟

جواب:

نمبر شمار	صفت	حروف	اسماء حروف بہ لحاظ صفت
۱	صفیر	سین۔ زای۔ صاد	صفیریہ
۲	قلقلہ	قُطْبُ جَدٍّ	لقلقلہ۔ مقلقلہ
۳	لین	واو اور یاء ساکن ماقبل مفتوح	لینیہ
۴	انحراف	لام۔ راء	منحرفہ
۵	تکریر	راء	مکررہ۔ متکررہ
۶	تفشی	شین	متفشی

۷	استطالت	ضاد	مستطیلہ

صفات لازمہ غیر متضادہ سے متعلق بعض اشکالات اور انکے جوابات

سوال: صفات لازمہ غیر متضادہ کی اضداد کیوں نہیں ہیں جبکہ غور کرنے سے ان کی اضداد بھی بن سکتی ہیں جیسے حروف قلقلہ کی ضد عدم قلقلہ وغیرہ؟

جواب: صفات لازمہ غیر متضادہ کی اضداد کا کوئی نام نہیں ہے پس یہ کہنا تو صحیح ہے کہ قُطْبُ جَدٍّ حروف قلقلہ ہیں اور بقایا چوبیس حروف غیر مقلقلہ ہیں مگر غیر مقلقلہ ہونا یہ ایک ایسی کیفیت ہے جو فرضی اور قیاسی ہے اور یہ بیان حقائق میں معتبر تسلیم نہیں کیا جاتا ہے۔ اس لیے ان صفات کی اضداد نہیں ہیں۔ اور اسی بنا پر انہیں صفات لازمہ غیر متضادہ کہا جاتا ہے۔

سوال: قلقلہ کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب: حروف قلقلہ مجہورہ اور شدیدہ ہیں' جہر کی وجہ سے سانس بند ہوا اور شدت کی وجہ سے آواز بند ہوئی لہذا کسی قدر تکلف کر کے ان حروف کو واضح کرنے کی ضرورت ہوئی اس لیے ان کے سکون کے وقت متکلم کو مخرج میں آواز کو دبا کر نکالنے کی ضرورت ہوتی ہے جو حرکت کے مشابہ ہو جاتی ہے کیونکہ اس کے بغیر ان میں ظہور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔

سوال: ہمزہ بھی مجہورہ شدیدہ ہے اس میں قلقلہ کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

جواب: ہمزہ اگرچہ مجہورہ شدیدہ ہے لیکن دوسرے حروف کے مقابلہ میں ہمزہ متحرک ہونے کے وقت ثقیل اور حالت سکون میں خفیف ہوتا ہے نیز حالت سکون میں ہمزہ میں اکثر تغیرات بھی ہوتے ہیں ہمزہ کی انھی مخصوص کیفیات کی وجہ سے اس میں قلقلہ نہیں کیا گیا۔

سوال: بعض حضرات کے یہاں کاف اور تاء کو بھی حروف قلقلہ میں شمار کیا جاتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

جواب: سیبویہؒ نے ہمزہ اور تاء جبکہ مبردؒ نے کاف کو بھی حروف قلقلہ میں شمار کیا ہے جمہور کے یہاں کاف۔ تاء اور ہمزہ میں قلقلہ نہیں ہے (ہمزہ میں قلقلہ کے نہ ہونے کی توجیہ اوپر بیان ہو چکی ہے) کاف اور تاء میں قلقلہ اس لیے نہیں کہ کاف اور تاء مہموسہ ہیں اور صفت ہمس ضعیف ہے لہٰذا آواز کو ظاہر کرنے کی ضرورت نہیں۔

سوال: قلقلہ کے کتنے مراتب ہیں؟

جواب: قلقلہ کے پانچ مراتب ہیں:

اول: موقوف علیہ (یعنی جس حرف پر وقف کیا جائے) ساکن و مشدد جیسے بِالْحَقِّ۔

دوم: موقوف علیہ ساکن ومخفف: جیسے مُحِیْطٌ۔

سوم: مشدد موصول: جیسے اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ۔

چہارم: ساکن موصول: جیسے یَجْمَعُ۔

پنجم: مطلقاً متحرک: جیسے طُبِعَ۔

پس ان مراتب میں موقوف علیہ ساکن مشدد قوی ہے۔ موقوف علیہ ساکن مخفف سے اور موقوف علیہ ساکن مخفف قوی ہے مشدد موصول سے مشدد موصول قوی ہے ساکن موصول سے اور ساکن موصول قوی ہے مطلقاً متحرک سے۔

سوال: بلحاظ ادائیگی قلقلہ کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: بلحاظ ادائیگی قلقلہ کی تین اقسام ہیں:

(۱) قلقلہ صغیرہ (۲) قلقلہ کبیرہ (۳) قلقلہ اکبر

(۱) قلقلہ صغیرہ: حروف قلقلہ ساکن موصول: جیسے یَقْدِرُ

(۲) قلقلہ کبیرہ: حروف قلقلہ موقوف علیہ ساکن: جیسے اَلسُّجُوْدُ

(۳) قلقلہ اکبر: حروف قلقلہ ساکن ومشدد موقوف علیہ جیسے اَلشَّقّ

سوال : بلحاظ ادائیگی قلقلہ کی ان اقسام کی کیا توجیہ ہے؟

جواب : دراصل غیر مشدد موقوف علیہ میں چونکہ وقف کی وجہ سے سانس لے کر ٹھہرنا ہوتا ہے اس لیے اطمینان کے ساتھ قلقلہ کی خوب وضاحت ہوسکتی ہے اس لحاظ سے اسے قلقلہ کبیرہ کہا گیا اور قلقلہ اکبر میں قلقلہ کے ساتھ تشدید کی قوت بھی مل جاتی ہے اور وقف کی وجہ سے قلقلہ خوب وضاحت کے ساتھ ادا ہوتا ہے ان دونوں اقسام کے علاوہ باقی مواقع پر آنے والے حروف قلقلہ' قلقلہ صغیرہ میں شمار ہوں گے۔

سوال : حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی علیہ الرحمہ نے فوائد مکیہ میں فرمایا ہے کہ ''قاف میں قلقلہ واجب اور باقی چار حروف میں جائز ہے'' سوال پیدا ہوتا ہے کہ قلقلہ صفات لازمہ میں سے ہے پھر جائز کیوں کہا گیا؟

جواب : قاف میں قلقلہ کو واجب اس لیے کہا کہ اس کے قلقلہ میں کسی کا اختلاف نہیں ہے اور باقی چار حروف میں جائز کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں اختلاف ہے۔

چار حرفوں جیم۔ باء۔ دال اور طاء میں قلقلہ کے اعتبار اور عدم اعتبار کی وجہ سے جواز پیدا ہوا ہے نہ یہ کہ ان چار حروف میں ابتداء ہی سے قلقلہ کی صفت جوازی ہے۔

سوال : قلقلہ جب صفت لازمہ ہے تو صرف حالت سکون میں ہی کیوں ہے (جیسا کہ تعریف میں کہا گیا) ان حروف کے متحرک ہونے کے وقت کیوں یہ کیفیت نہیں پائی جاتی؟

جواب : قلقلہ کی آواز ان پانچ حروف قُطْبُ جَدٍّ کے ساکن ہونے کے وقت بہ نسبت حالت متحرکؔ کے زیادہ ہوتی ہے اور وقف میں سکون سے بھی زیادہ

ظاہر ہوتی ہے۔قلقلہ کی صفت حالت سکون میں تو بآسانی ذہن میں آتی ہے مگر جب یہ حروف متحرک ہوں تو قلقلہ کی صفت کا اندازہ کرنا دقت طلب ہے۔ بہر حال یہ کیفیت موجود اس وقت بھی ہوتی ہے کیونکہ صفات لازمہ حروف میں ہر حال میں پائی جاتی ہیں چاہے وہ ساکن ہوں چاہے متحرک۔

سوال : قلقلہ کی ادائیگی میں لوگ عموماً کیا غلطی کرتے ہیں؟

جواب : قلقلہ کی ادائیگی میں لوگ دو طرح سے غلطی کرتے ہیں:

(۱) حروف قلقلہ کو قلقلہ کے ساتھ ادا کرنے کی بجائے ان کی صفت قلقلہ کو ختم کرتے ہوئے ایک عام حرف متحرک غیر مقلقلہ کی طرح پڑھ دیتے ہیں۔

(۲) حروف قلقلہ کے علاوہ باقی چوبیس حروف میں اور خاص طور پر ہمزہ۔لام۔ کاف اور تاء وغیرہ میں بھی قلقلہ کر دیتے ہیں۔

یہ دونوں صریح اغلاط ہیں اور ان سے بچنا از حد ضروری ہے۔

سوال : حروف لین کا مخرج محقق ہونے کا تقاضا یہ تھا کہ امتداد صوت بالکل نہ ہو کیونکہ امتداد صوت تو جوف دہن کا موقع ہے جہاں سے حروف مدہ ادا ہوتے ہیں پس حروف لین میں امتداد صوت کیوں ہے؟

جواب : حروف مدہ کی آواز جوف دہن سے نکلتی ہے ان میں تو آواز کے دراز اور نرم ہونے کی گنجائش موجود ہے لیکن حروف لین جن کا مخرج محقق ہے ان میں آواز کے دراز ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حالانکہ مد فرعی میں معلوم ہوگا کہ مد کی بعض صورتیں ایسی ہیں کہ ان میں محل مد حرف لین ہوتا ہے اور اس کو کھینچا جاتا ہے اس اشکال کو ختم کرنے کے لیے علماء تجوید نے حروف لین میں ایسی نرمی اور لچک کو تسلیم کیا کہ ان پر مد ہو سکتا ہے اور اسی نرمی کو صفت لین کہتے ہیں۔

سوال : حروف لین کی ادائیگی کس طرح ہونی چاہیے؟

جواب : حروف لین کی ادائیگی میں آواز بالکل بند نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ حروف رخوہ ہیں جن میں آواز نرم اور جاری ہوتی ہے ایسے ہی وصل میں ان کو حروف مدہ کی مانند ڈھیلے اور لمبے کر کے بھی نہیں پڑھنا چاہیے اس لیے کہ ان کا مخرج جوف دہن نہیں ہے البتہ حالت وقف میں ان پر مد کرنا جائز ہے جیسے خَوْفْ- قُرَيْشْ وغیرہ اور مدیت کی حالت میں بھی ان کی لینیت برقرار رہنی چاہیے اس صفت کا فائدہ اس وقت ظاہر ہوگا جب ان حروف کے بعد وقفی یا جائز ادغامی سکون آ رہا ہو وقفی سکون کی مثال جیسے قُرَيْشْ اور جائز ادغامی سکون کی مثال روایت سوسی میں جیسے وَالصَّيْفْ ٥ فَلْيَعْبُدُوْا وغیرہ پس اس حالت میں ان میں قصر توسط اور طول تینوں وجوہ صحیح ہیں۔

حاصل یہ کہ حروف لین ایسے دو حرف ہیں جن کو ایک وجہ میں حروف مدہ سے مشابہت ہے گو بالذات یہ حروف غیر مدہ ہی ہیں یہ مشابہت اسی وقت ممکن ہے جب کہ ان کی اداء میں نرمی اور لینیت ہو اور نرمی ہی وہ قدر مشترک ہے جو مد ہونے اور نہ ہونے' دونوں حالتوں میں موجود ہوتی ہے لہٰذا ان کو مثل شدیدہ کے آواز بند کر کے پڑھنا صحیح نہیں ایسی صورت میں ان کی صفات رخاوت اور لینیت دونوں فوت ہو جائیں گی۔

سوال : صفت تکریر کی ادائیگی کا صحیح طریقہ کیا ہوگا؟

جواب : راء کو ایسی لطافت سے ادا کیا جائے کہ نوک زبان میں ایک ارتعاش اور کپکپی ہو مگر وہ سامع کو محسوس نہ ہو اور ادائیگی کے وقت راء مکرر نہ ہونے پائے اور مکرر کرنا اس وقت ہوتا ہے کہ اس صفت کو ظاہر کر کے پڑھنے کی کوشش کرے حالانکہ اسے چھپا کر ادا کرنا چاہیے کیونکہ ارتعاش کو آواز سے کیا تعلق؟ خواہ مشدد ہی ہو جیسے كَرَّةً- مَرَّةً وغیرہ۔صفت اذلاق وتوسط کا تقاضا بھی یہی ہے۔

سوال : جب ارتعاش کو پوشیدہ کرے گا تو کیا راء میں صفت تکریر ختم نہیں ہو جائے گی؟

جواب : راء کی ادائیگی میں مقصود ارتعاش ہے یعنی مشابہ تکرار ہے۔ حقیقی تکرار مقصود نہیں اور راء کی تکریر کو چھپانے کے یہ معنی نہیں کہ زبان کے ارتعاش کو مٹا کر اس کی صفت تکریر کو بالکل ختم کر دے۔ اس لیے کہ یہ جب ہی ہو گا جب زبان کے سرے کو مسوڑھے کے ساتھ چمٹانے میں اس قدر مبالغہ کیا جائے کہ آواز ان دونوں کے درمیان بالکل رک جائے جیسا کہ طاء میں ہوتا ہے۔ اور یہ غلطی ہے جو جائز نہیں۔ اس لیے کہ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ راء حروف شدیدہ میں سے ہو جائے گا حالانکہ یہ حروف متوسطہ میں سے ہے۔

اس لیے قاری کو چاہیے کہ اس کے تلفظ کے وقت اپنی زبان کی پشت کو تالو کے اوپر والے حصہ سے ایک بار مضبوط چمٹائے اس طرح کہ لرزے نہیں' اس لیے کہ اگر زبان لرزے گی تو ہر مرتبہ ایک راء پیدا ہو گی اور جب اس کو مشدد تلفظ کرے تو ضروری ہے کہ اس کی تکریر سے بچا جائے اور اس کو نرمی کے ساتھ بغیر مبالغہ کے ادا کرے جیسے اَلرَّحْمٰنُ۔ اَلرَّحِیْمُ وغیرہ۔

درج بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس مشابہت تکرار صفت لازمہ اور ادائی ہے وہ ادا ہونی چاہیے اور احتراز کا حکم حقیقی تکرار سے ہے جو غیر ادائی ہے اس سے بچنا لازمی ہے۔

سوال : استطالت اور مد میں کیا فرق ہے؟

جواب : حروف مدہ میں جو درازی اور امتداد صوت پایا جاتا ہے وہ استطالت سے مختلف ہے کیونکہ حروف مدہ کا امتداد جوف دہن میں ہے اور جوف دہن بھی اگرچہ مخرج ہے مگر مخرج مقدر ہے جس میں آواز منحصر اور محدود نہیں ہوتی ہے۔ لہٰذا ہوا میں

زیادتی و کمی قبول کرنے کی بڑی صلاحیت موجود ہوتی ہے اسی لیے اس میں قصر و توسط اور طول تمام مقداریں قبول کرنے کی استعداد موجود ہے۔

اس کے برخلاف حرف ضاد کی صفت استطالت میں یہ استعداد نہیں کیونکہ مخرج کے محقق ہونے کی وجہ سے آواز منحصر اور محدود ہوتی ہے جس میں کمی یا زیادتی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ مختصراً اس بحث کو ایسے سمجھو کہ حروف مدہ کی درازی ان کی ذات اور آواز میں ہوتی ہے جبکہ ضاد کی درازی مخرج میں ہے۔

سوال : صفت استطالت اور صفت تفشی میں کیا فرق ہے؟

جواب : بعض حضرات نے شین کے علاوہ دیگر حروف جیسے ضاد۔ فاء۔ صاد۔ راء۔ شین۔ یاء۔ ثاء اور میم کو بھی متفشیہ کہا ہے مگر یہ حروف شین کے ساتھ سانس کے خارج ہونے میں ہی مشابہت رکھتے ہیں لیکن یہ انتشار شین میں اکثر ہے اس لیے شین کے متفشی ہونے پر تو سب کا اتفاق ہے اور باقی حروف کے متفشی ہونے پر اکثر علماء متفق نہیں۔

اگر آپ شین اور ضاد کے مخرج مدنظر رکھیں تو اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ صفت استطالت کی درازی صرف لمبائی میں ہے جیسا کہ اس کے مخرج کی ہیئت سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حافہ لسان کا بتدریج داڑھوں کی جڑ سے لگتے چلے جانا جبکہ صفت تفشی کا پھیلاؤ اور درازی طول وعرض دونوں میں اور پورے منہ میں ہے نا کہ صرف اپنے مخرج میں جیسا کہ شین کے مخرج سے صفت تفشی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

سوال : آواز کا اول حافہ لسان سے آخر حافہ تک دراز ہونا استطالت ہے گویا ضاد کا مخرج طویل ہوا۔ اس لحاظ سے تو لام کا مخرج بھی طویل ہے یعنی لام کا اخراج بیک وقت دونوں طرف کے کنارہ ہائے زبان مع راس لسان اور ضَاحِکَین۔ نَابَین۔ رَبَاعِیَتَین اور ثنایا علیا کے مسوڑھوں سے ہوتا ہے۔ اس وجہ سے لام کے مخرج کو تمام

مخارج میں وسیع ترین مخرج کہا گیا۔پس کیا وجہ ہے کہ صفت استطالت ضاد میں تو پائی گئی مگر لام میں نہیں ہے حالانکہ اس کا مخرج زیادہ طویل معلوم ہوتا ہے؟

جواب : لام کے مخرج کی تعریف سے مخرج کا طویل ہونا تو ظاہر ہے لیکن یہ طوالت نیم دائرے کی شکل میں ہے' کیونکہ زبان کا کنارہ نیم دائرے کی شکل میں ہے۔لہٰذا مخرج کی طوالت آواز کے بہاؤ کی سمت میں نہیں بلکہ اس کی چوڑائی میں ہے۔اس لیے طوالت مخرج طول صوت کو لازم نہیں۔پس ضاد کے طول مخرج کی وجہ صفت استطالت ہے، جو ضاد میں تو پائی گئی مگر لام میں نہیں ہے۔

سوال : صفت تفشی کی صحیح ادائیگی کیسے ہوگی؟

جواب : شین کی ادائیگی کے وقت صفت تفشی کو اچھی طرح ظاہر کرنا چاہیے اور شین جب مشدد ہو تو اس میں تفشی کو قدرے دراز کرنا ضروری ہے۔جیسے یُبَشِّرُکَ

دیگر صفات کا مختصر تعارف

سوال : بعض علماء تجوید نے جو دیگر صفات بیان کی ہیں ان کا مختصر تعارف کرائیں؟

جواب : اوپر جو صفات لازمہ متضادہ اور غیر متضادہ بیان ہوئیں یہ تو بنیادی حیثیت کی حامل ہیں' ان کے علاوہ باقی صفات جو فن کی دیگر کتب میں ذکر کی گئی ہیں ہم ان کا مختصر سا تعارف کراتے ہیں۔

(۱) مد: حروف کی ادائیگی میں نرمی اور درازی ہونا یہ تین حروف مدہ میں پائی جاتی ہے اس کا مجموعہ وای ہے اس کی ضد قصر ہے جو باقی حروف میں ہے۔

(۲) ہوا: آواز کا جوف دہن میں پھیلنا یہ الف میں پائی جاتی ہے اور اسے اس وجہ سے هَاوِیْ کہا جاتا ہے الف کے سوا باقی حروف مُتَحَیِّزَہ کہلاتے ہیں۔

(۳) علت: حروف میں قلب وابدال کا ہونا یہ چار حروف ہیں۔ الف۔ ہمزہ۔ واؤ اور یاء۔ بعد والے مصنفین نے حروف علت صرف واؤ اور الف اور یاء کو قرار دیا ہے اور ہمزہ کو ان سے علیحدہ کر دیا ہے۔ باقی حروف صحیحہ کہلائیں گے۔

(۴) تفخیم: حرفوں کا پُر ہونا۔ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ والے سات حروف اور عارضی تفخیم والے تین حروف لام۔ الف اور راء گویا دس حروف ہوئے۔ بقایا حروف مرققہ کہلائیں گے اور لام۔ الف اور راء باریک ہونے کی صورت میں حروف مرققہ میں بھی شامل ہوں گے۔

(۵) ابدال: ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف رکھنا۔ علامہ جزریؒ نے تمہید میں بارہ اور صاحب فصول اکبری نے چودہ حروف بتائیں ہیں۔ اَنْصَتَّ يَوْمَ جَدٌّ طَاهٍ زَلَّ (وہ اس روز خاموش رہا جس روز جَدٌّ طَاهٌ نامی آدمی پھسلا) جبکہ علامہ جزریؒ نے صاد اور زای کو اس میں شامل نہیں کیا ہے۔

(۶) زیادت: یعنی اصلی حروف پر کچھ حروف کی زیادتی جیسے اِمْتَحَنَ میں ہمزہ اور تاء۔ یہ حروف دس ہیں جن کا مجموعہ سَاَلْتُمُوْنِيْهَا ہے۔

(۷) خفاء: حرف کی آواز کا چھپا ہوا اور نرم ہونا۔ حروف خَفِيَّة چار ہیں اور ان کا مجموعہ هَاوِيْ ہے۔

(۸) امالہ: مائل کرنا یا جھکانا یعنی الف کو یاء کی طرف اور ماقبل فتحہ کو کسرہ کی جانب مائل کرنا۔ لہٰذا محل امالہ حروف میں الف اور حرکات میں فتحہ ہے۔ اس کی ضد غیر ممال حروف کو "مُنْتَصِبَه" کہیں گے۔

(۹) خلط یا اشراب: کسی حرف کی آواز میں دوسرے حرف کی آواز یا دوسرے

حرف کی صفت کو شامل کرنا جیسے نون مخفاۃ۔ الف ممالہ۔ ہمزہ مسہلہ۔ صاد مشمہ۔ اس کی ضد صراحت ہے۔

(۱۰) غُنَّہ: خیشوم سے آواز کا نکلنا نون ومیم کی صفت لازمہ ہے۔ اس کی تفصیلی بحث باب مخارج الحروف میں خیشوم مخرج نمبر سترہ کے ذیل میں گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کریں۔

(۱۱) جَرس: سخت آواز یہ صفت صرف ہمزہ میں ہے۔

(۱۲) ہَتف: چیخنے کی سی آواز یہ بھی ہمزہ کی صفت ہے۔

(۱۳) صَتَم: کاملیت حرف یہ چھ حروف حلقیہ میں پائی جاتی ہے۔

(۱۴) رُجُوع: یعنی حرف کی آواز کا مخرج کے علاوہ کسی اور طرف مائل ہونا۔ چنانچہ یہ صفت نون ومیم میں راجع ہے جن کی آواز خیشوم کی طرف غنہ کی وجہ سے مائل ہوتی ہے باقی حروف سالمہ ہیں۔

(۱۵) بُحَّہ: حرف کے ادا کرنے میں گلے کا گھٹنا اور قدرے تنگی محسوس ہونا اور یہ صفت حاء میں پائی جاتی ہے۔

(۱۶) نفخ: حرف کے ادا کرتے وقت ہوا کا نکلنا یہ صفت چار حروف میں پائی جاتی ہے یعنی ذال۔ زای۔ ضاد اور ظاء۔

(۱۷) متصل: اس صفت سے متصف ایک حرف واؤ ہے کیونکہ یہ منہ میں پھیل کر الف کے مخرج تک پہنچ جاتا ہے۔ علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ یاء کا بھی۔ یہی حال ہے اس لیے یہ لقب اس کو بھی ملنا چاہیے تھا۔

نوٹ: یہ سترہ صفات ہم نے صرف برائے اضافہ معلومات درج کی ہیں۔ دراصل یہ صفات سترہ صفات یا مخارج کی تشریح وتوضیح ہی کرتی ہیں۔ آگے چل کر اسباق تجوید میں ان میں سے اکثر سے بہت کم واسطہ پڑتا ہے۔

فصل سوم: صفات ممیّزہ

سوال: صفات ممیّزہ کیا ہیں؟

جواب: ممیّزہ تمییز باب تفعیل سے ہے جس کا مطلب ہے' علیحدہ کرنا۔ جدا کرنا۔ ممتاز کرنا۔ مخارج کے باب میں معلوم ہو چکا ہے کہ بہت سے حروف متحد المخرج ہیں جیسے اقصیٰ حلق۔ وسط حلق اور ادنیٰ حلق تین مخارج ہیں اور دو دو حروف ان تینوں مخارج سے نکلتے ہیں جن حروف میں اختلاف مخرج ہے جیسے قاف اور دال تو ان میں تو امتیاز واضح ہے۔ مگر متحد المخرج حروف میں امتیاز صفات سے ہوگا پس اصطلاح قراء میں ''جو صفات متحد المخارج'' حروف میں امتیاز کا فائدہ دیں ان کو صفات ممیزہ کہتے ہیں۔

مثلاً ہمزہ اور ھاء کا مخرج ایک ہے صفات لازمہ میں سے استفال۔ انفتاح اور اصمات میں دونوں مشترک ہیں مگر جہر اور شدت دو صفتیں ہمزہ کو ھاء سے ممتاز کرتی ہیں۔ ہم مبادیات صفات الحروف میں تحریر کر آئے ہیں کہ متحد المخرج حروف میں امتیاز صفات ہی کرتی ہیں یہ اسی کی توضیح ہے اب ہم یہاں متحد المخرج حروف کی صفات ممیزہ بیان کریں گے۔

سوال: حروف مدہ میں پائی جانے والی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب: حروف مدہ جو کہ جوف دہن سے ادا ہوتے ہیں۔ ان کی مشترک صفات میں جہر۔ اصمات۔ رخاوت۔ استفال اور انفتاح پانچ صفات ہیں۔ بظاہر

حروف مدہ میں بھی پانچ صفات پائی جاتی ہیں پس سوال پیدا ہوا کہ وہ کون سی صفات ہیں جو حروف مدہ کو باہم ممتاز کرتی ہیں اس کا جواب اس طرح سے دیا گیا ہے:

(۱) تینوں حروف مدہ کیفیت ادائیگی میں بھی ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں الف میں انفتاح فم۔ یا میں انخفاض فم اور واؤ مدہ میں انضمام شفتین ہوتا ہے۔

(۲) حروف کی آواز اپنے مخارج کے مساوی ہوتی ہے لیکن حروف مدہ ایسے حروف ہیں جو اپنی ذوات سے زیادہ امتداد صوت کو قبول کرتے ہیں۔ کیونکہ ان تینوں حروف کی آواز کسی معین جگہ پر نہیں ٹھہرتی ہے۔ لہٰذا علماء تجوید نے کہا ہے کہ حروف مدہ صوت سے بہ نسبت دیگر حروف کے زیادہ مشابہ ہیں۔ پس الف میں بلندی صوت۔ یاء میں پستی صوت اور واؤ میں ان دونوں کے بین بین پائی جانے والی کیفیت ان کو باہم ممتاز کرتی ہے۔

(۳) الف مدیت سے کسی حال میں بھی خالی نہیں ہوتا۔ بخلاف واؤ اور یاء کے کہ کبھی مدہ ہوتے ہیں اور کبھی غیر مدہ ہوتے ہیں۔

(۴) حروف مدہ میں امتیاز ایک اور صفت ہوا سے بھی کیا گیا ہے۔ یعنی آواز کا خلاء دہن میں وسیع ہونا یہ صفت صرف الف میں پائی جاتی ہے۔ اسی لیے اس کو ھَاوِیْ کہتے ہیں۔ واؤ مدہ اور یاء مدہ میں بھی اگرچہ آواز خلاء دہن میں پھیلتی ہے لیکن واؤ میں انضمام شفتین اور یاء میں وسط زبان کا تالو کی طرف مرتفع ہونے کی وجہ سے یہ پھیلاؤ نسبتاً الف کے کم ہوتا ہے لہٰذا الف بقایا دونوں حروف مدہ سے ممتاز ہو گیا۔

(۵) حروف مدہ میں صفت خفاء بھی پائی جاتی ہے اور یہ صفت الف میں سب سے زیادہ پھر یاء اور پھر واؤ میں ہے۔

سوال : ہمزہ اور ھاء کی صفات ممیزہ کون سی ہیں؟

جواب : ہمزہ اور ھاء میں استفال۔ انفتاح اور اصمات مشترک صفات ہیں

اور ہمزہ ممتاز ہوتا ہے۔ ھاء سے جہر اور شدت کی صفات سے۔ ایسے ہی ھاء ہمزہ سے ممتاز ہوتا ہے ہمس اور رخاوت کی صفات سے۔

سوال : عین اور حاء کی صفات ممیزہ کون سی ہیں؟

جواب : عین اور حاء میں استفال۔ انفتاح اور اصمات مشترک ہیں اور عین حاء سے ممیز ہوتا ہے جہر اور توسط سے اور حاء عین سے ممیز ہوتا ہے ہمس اور رخاوت کی صفات سے۔

سوال : غین اور خاء کی صفات ممیزہ بیان کریں۔

جواب : غین اور خاء کی مشترک صفات رخاوت' استعلاء' انفتاح اور اصمات ہیں۔ جبکہ غین ممیز ہوتا ہے خاء سے صفت جہر سے اور خاء ممتاز ہوتا ہے غین سے صفت ہمس سے۔

سوال : جیم' شین اور یاء کی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب : جیم' شین اور یاء کی مشترکہ صفات استفال' انفتاح اور اصمات ہیں جبکہ جیم جدا ہوتا ہے شین اور یاء سے' صفت شدت اور قلقلہ سے اور شین ممتاز ہوتا ہے جیم اور یاء سے صفت ہمس اور تفشی کے ذریعہ سے اور جیم اور یاء ممتاز ہوتے ہیں شین سے صفت جہر سے۔ نیز یاء لین صفت لین کے ذریعے جیم' شین اور یائے متحرک سے ممتاز ہوتی ہے۔

سوال : تاء' دال اور طاء کی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب : تاء' دال اور طاء میں شدت اور اصمات مشترک صفات ہیں اور طاء اور دال ممتاز ہوتے ہیں تاء سے صفت جہر اور قلقلہ سے جبکہ تاء اور دال ممیز ہوتے ہیں طاء سے صفت استفال اور انفتاح سے۔ جبکہ طاء ممتاز ہوتا ہے صفت اطباق کے ذریعہ تاء اور دال سے اور تاء ممتاز ہوتا ہے صفت ہمس کے ذریعہ طاء اور دال سے۔

سوال : ثاء۔ذال اور ظاء کی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب : ثاء۔ذال اور ظاء میں رخاوت اور اصمات مشترک صفات ہیں جبکہ ظاء اور ذال ممتاز ہوتے ہیں ثاء سے صفت جہر سے اور ظاء نے جدا کیا ذال اور ثاء کو صفت استعلاء اور اطباق سے۔اور ذال اور ثاء ممتاز ہوتے ہیں ظاء سے استفال اور انفتاح سے۔ثاء ممتاز ہوتا ہے ذال اور ظاء سے صفت ہمس سے۔

سوال : صاد۔زای اور سین کی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب : صاد۔زای اور سین میں رخاوت۔اصمات اور صفیر مشترک صفات ہیں۔صاد اور سین' زای سے ممتاز ہوتے ہیں صفت ہمس کے ذریعے اور زای و سین ممیز ہوتے ہیں صاد سے صفت استفال اور صفت انفتاح سے۔اور صاد ممتاز ہوتا ہے زای اور سین سے صفت استعلاء اور اطباق سے اور زای نے جدا کیا صاد اور سین کو صفت جہر سے۔

سوال : باء' میم اور واؤ میں کون سی صفات ممیّزہ ہیں؟

جواب : باء۔میم اور واؤ صفت جہر۔استفال اور انفتاح میں مشترک ہیں جبکہ باء ممتاز ہے میم اور واؤ سے صفت شدت اور صفت قلقلہ کی وجہ سے اور میم جدا ہے واؤ اور باء سے صفت توسط اور غنہ سے۔باء اور میم ممتاز ہیں واؤ سے صفت اذلاق کی بدولت اور واؤ ممتاز ہے باء اور میم سے صفت رخاوت کی وجہ سے۔

نیز ان حروف کا مخرج تو ایک ہے مگر مخرج میں مقام ادائیگی جدا جدا ہے۔جیسے باء ہونٹوں کی تری والے حصہ سے میم خشکی والے حصہ سے اور واؤ انضمام شفتین سے ادا ہوتا ہے۔

فراء کے مذہب کے مطابق صفات ممیّزہ کا بیان

سوال : فراء کے مذہب کے مطابق لام۔نون اور راء کی صفات ممیّزہ بیان

کریں؟

جواب : خلیلؒ کے بیان کردہ مخارج کے مطابق تو ان تینوں حروف کے مخرج الگ الگ ہیں مگر فراءؒ نے ان کا مخرج ایک ہی بیان کیا ہے۔لہٰذا یہاں فراء کے مذہب کے مطابق ان کا ایک مخرج متصور کرتے ہوئے ان تینوں حروف کی صفات ممیزہ بیان کی جاتی ہیں۔

لام' نون اور راء صفت جہر توسط استفال' انفتاح اور اذلاق میں مشترک ہیں۔ نون جدا ہوتا ہے لام اور راء سے صفت غنہ کے ذریعہ جبکہ راء کی صفت تکریر اسے لام اور نون سے ممیز کرتی ہے۔لام اور راء صفت انحراف کے ذریعے نون سے ممتاز ہوتے ہیں۔

سوال : فراء کے مذہب پر الف' ہمزہ اور ھاء کی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب : الف' ہمزہ اور ھاء اصمات' استفال اور انفتاح میں مشترک ہیں۔ الف' ہمزہ اور ھاء سے مدیت اور ہوا سے ممیز ہوتا ہے اور ہمزہ ممتاز ہوتا ہے ھاء سے جہر اور شدت سے اور ھاء ممتاز ہوتا ہے الف اور ہمزہ سے صفت ہمس سے۔

سوال : فراء کے مذہب پر جیم' شین' یاء مدہ اور غیر یاء مدہ کی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب : جیم' شین اور یاء کی صفات ممیزہ کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔یہاں ہم یاء مدہ کو غیر یاء مدہ سے ممتاز کریں گے یاء مدہ اور یاء غیر مدہ جہر۔ رخوت۔ استفال۔ انفتاح اور اصمات میں مشترک ہیں۔یاء مدہ مدیت میں یاء متحرک اور لین سے ممتاز ہے اور یاء لین صفت لینیت سے یاء مدہ اور یاء متحرک سے ممتاز ہے۔

سوال : فراء کے مذہب پر باء۔میم اور واؤ مدہ و واؤ غیر مدہ کی صفات ممیزہ بیان کریں؟

جواب : باء۔میم اور واؤ کی صفات ممیزہ کا بیان پیچھے گزر چکا ہے یہاں ہم واؤ مدہ اور واؤ غیر مدہ کی صفات ممیزہ بیان کریں گے۔واؤ مدہ صفت مدیت سے ممتاز ہے واؤ غیر مدہ سے۔واؤ لین صفت لینیت سے ممتاز ہے واؤ مدہ اور واؤ متحرک سے جبکہ ان کی مشترک صفات میں جہر۔رخوت۔استفال انفتاح اور اصمات ہیں۔

سوال : کیا ضاد اور ظاء میں صفات ممیزہ پائی جاتی ہیں؟

جواب : ضاد اور ظاء کا مخرج بالکل جدا ہے مگر آواز اور صفات میں کافی اشتراک ہے۔ضاد اور ظاء کی مشترک صفات میں جہر۔استعلاء اطباق۔اصمات اور رخاوت ہیں۔جبکہ صفت استطالت کے ذریعے ضاد ظاء سے ممیز ہوتا ہے۔

صفت استطالت کے ذریعے جو ضاد اور ظاء میں فرق کیا گیا ہے وہ مشہور وقوی ہے۔مگر ایک اور فرق بھی ضاد اور ظاء میں ہے کہ ضاد میں اطباق اور تفخیم ظاء معجمہ کے مقابلہ میں زیادہ ہے مگر یہ فرق دقیق قسم کا ہے اور ماہرین ہی اس کا ادراک کر سکتے ہیں۔اسی لیے علامہ جزریؒ نے تو اسے بیان نہیں فرمایا ہے مگر یہ بات صاحب جهد المقل نے تحریر فرمائی ہے۔

سوال : ایک ہی مخرج میں پائے جانے والے حروف کو جدا کرنے کے لیے کیا زیادہ تعداد میں صفات ممیزہ کا ہونا ضروری ہے؟

جواب : ایک ہی مخرج میں پائے جانے والے حروف کو جدا کرنے کے لیے صفات ممیزہ کا زیادہ ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ حروف میں تمایز صرف ایک صفت سے بھی ہو جاتا ہے جیسا کہ آپ صفات ممیزہ کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ غین اور خاء ہم مخرج حروف ہیں اور یہ رخوت۔استعلاء۔انفتاح اور اصمات میں مشترک ہیں صرف ایک صفت یعنی غین میں جہر نے اسے خاء سے جدا کر دیا اسی طرح خاء میں صفت ہمس نے اسے غین سے جدا کر دیا۔

اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ صرف ایک صفت ممیزہ بھی ہم مخرج حروف میں واضح فرق پیدا کر دیتی ہے۔

صفات قویہ وضعیفہ

سوال : قوی اور ضعیف صفات کون سی ہیں؟

جواب : قوی صفات درج ذیل ہیں:

(۱) قلقلہ (۲) شدت (۳) جہر (۴) اطباق (۵) استعلاء (۶) اصمات (۷) تفشی (۸) صفیر (۹) انحراف (۱۰) تکریر (۱۱) استطالت۔ (۱۲) غنہ

ضعیف صفات درج ذیل ہیں:

(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) توسط (۴) استفال (۵) انفتاح (۶) اذلاق (۷) لین (۸) خفا

سوال : صفت توسط کا تعلق شدت و رخوت دونوں سے ہے پھر اسے ضعیف صفت میں کیوں شمار کیا گیا ہے؟

جواب : صفت توسط چونکہ شدت و رخاوت دونوں کے مابین ہے اس لیے اس کو مستقلاً شمار نہیں کیا گیا ہے۔ تاہم حروف متوسطہ صفت رخوت سے زیادہ قریب ہیں اسی لیے بعض حضرات نے متوسطہ کی تعریف میں کہا ہے اَلَّتِیْ جَرَی الصَّوْتُ جَرْیًا ضَعِیْفًا یعنی متوسطہ وہ حروف ہیں جن میں آواز ضعف کے ساتھ جاری رہتی ہے۔ (شرح شاطبیہ للقاری۔ جہد المقل)

سوال : کیا صفات قویہ میں مراتب بھی ہیں؟

جواب : صفات قویہ میں مراتب ہیں۔ چنانچہ قلقلہ سب سے قوی صفت ہے اور شدت جہر سے زیادہ قوی ہے اور قلقلہ شدت اور جہر یہ تینوں تفشی اور صفیر سے زیادہ قوی ہیں اور اطباق استعلاء سے قوی تر ہے۔

سوال : کیا صفات کی وجہ سے حروف بھی قوی وضعیف ہوتے ہیں؟

جواب : حرفوں کے قوی اور ضعیف ہونے میں صفات بہت اہم کردار کی حامل ہیں جو حرف جس قدر قوی صفات کا حامل ہوگا وہ اسی قدر قوی حرف ہوگا اور جو حرف جس قدر ضعیف صفات کا حامل ہوگا وہ اسی قدر ضعیف ہوگا اور اگر دونوں قسم کی صفات برابر ہوں تو وہ متوسط ہوگا۔

درجات حروف بلحاظ صفات قوی وضعیف

سوال : قوی اور ضعیف کے لحاظ سے حروف کی اقسام بیان کریں؟

جواب : قوی اور ضعیف کے لحاظ سے حروف کی پانچ اقسام ہیں:

(۱) اقوئی: وہ حروف جن میں یا تو صفات ضعیفہ بالکل نہ ہوں یا صرف ایک ہو یہ چار حروف ہیں۔ طاء۔ ضاد۔ ظاء اور قاف۔

(۲) قوی: تعداد میں صفات قویہ زیادہ ہوں اور صفات ضعیفہ کم ہوں۔ مگر یہ صفات ضعیفہ کم از کم دو ہوں۔ یہ پانچ حروف ہیں۔ جیم۔ دال۔ صاد۔ غین اور ہمزہ۔

(۳) متوسط: جن حروف میں صفات قوی اور ضعیف دونوں برابر ہوں یہ چار حروف ہیں۔ باء۔ راء۔ زای اور عین۔

(۴) ضعیف: جن حرفوں میں صفات ضعیفہ اکثر ہوں اور صفات قویہ کم ہوں اور ان کی تعداد کم از کم دو ہو۔ یہ بارہ حروف ہیں۔ الف۔ تاء۔ خاء۔ ذال۔ کاف۔ سین۔ شین۔ لام۔ واؤ۔ یاء۔ نون اور میم

(۵) اضعف: جن حرفوں میں صفات قویہ یا تو بالکل نہ ہوں یا صرف ایک قوی صفت ہو یہ چار حروف ہیں: ثاء۔ حاء۔ ھاء اور فاء

نقشہ صفات الحروف

سوال : جدول کے ذریعے ان قوی اور ضعیف حروف کی پانچوں اقسام کو بیان کریں؟

جواب :

نمبر شمار	حرف	صفات قویہ	صفات ضعیفہ	درجات حروف
۱	ط	(۱) جہر (۲) شدت (۳) استعلاء (۴) اطباق (۵) اصمات (۶) قلقلہ		اقوٰی
۲	ض	(۱) جہر (۲) استعلاء (۳) اطباق (۴) اصمات (۵) استطالت	رخاوت	اقوٰی
۳	ظ	(۱) جہر (۲) استعلاء (۳) اطباق (۴) اصمات	رخاوت	اقوٰی
۴	ق	(۱) جہر (۲) شدت (۳) استعلاء (۴) اصمات (۵) قلقلہ	انفتاح	اقوٰی
۵/۱	ج	(۱) جہر (۲) شدت (۳) اصمات (۴) قلقلہ	(۱) استفال (۲) انفتاح	قوی
۶/۲	د	(۱) جہر (۲) شدت (۳) اصمات (۴) قلقلہ	(۱) استفال (۲) انفتاح	قوی
۷/۳	ص	(۱) استعلاء (۲) اطباق (۳) اصمات (۴) صفیر	(۱) ہمس (۲) رخاوت	قوی

۴/۸	غ	(۱) جہر (۲) استعلاء (۳) اصمات	(۱) رخاوت (۲) انفتاح	قوی
۵/۹	ء	(۱) جہر (۲) شدت (۳) اصمات	(۱) استفال (۲) انفتاح	قوی
۱/۱۰	ب	(۱) جہر (۲) شدت (۳) قلقلہ	(۱) استفال (۲) انفتاح (۳) ازلاق	متوسط
۲/۱۱	ر	(۱) جہر (۲) انحراف (۳) تکریر	(۱) استفال (۲) انفتاح توسط	متوسط
۳/۱۲	ز	(۱) جہر (۲) اصمات (۳) صفیر	(۱) رخاوت (۲) استفال (۳) انفتاح	متوسط
۴/۱۳	ع	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) استفال (۲) رخاوت۔ توسط	متوسط
۱/۱۴	ا	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) رخاوت (۲) استفال (۳) انفتاح	ضعیف
۲/۱۵	ت	(۱) شدت (۲) اصمات	(۱) ہمس (۲) استفال (۳) انفتاح	ضعیف
۳/۱۶	خ	(۱) استعلاء (۲) اصمات	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) انفتاح	ضعیف
۴/۱۷	ذ	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) ہمس (۲) استفال (۳) انفتاح	ضعیف

۵/۱۸	ک	(۱) شدت (۲) اصمات	(۱) ہمس (۲) استفال (۳) انفتاح	ضعیف
۶/۱۹	س	(۱) اصمات (۲) صفیر	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح	ضعیف
۷/۲۰	ش	(۱) اصمات (۲) تفشی	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح	ضعیف
۸/۲۱	ل	(۱) جہر (۲) انحراف	(۱) استفال (۲) انفتاح (۳) اذلاق۔ توسط	ضعیف
۹/۲۲	د	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) رخاوت (۲) استفال (۳) انفتاح	ضعیف
۱۰/۲۳	ی	(۱) جہر (۲) اصمات	(۱) رخاوت (۲) استفال (۳) انفتاح	ضعیف
۱۱/۲۴	ن	(۱) جہر (۲) غنہ	(۱) استفال (۲) انفتاح (۳) اذلاق۔ توسط	ضعیف
۱۲/۲۵	م	(۱) جہر (۲) غنہ	(۱) استفال (۲) انفتاح (۳) اذلاق۔ توسط	ضعیف
۱/۲۶	ث	(۱) اصمات	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح	اضعف

۲/۲۷	ح	(۱)اصمات	(۱)ہمس (۲)رخاوت (۳)استفال (۴)انفتاح	اضعف
۳/۲۸	ہ	(۱) اصمات	(۱) ہمس (۲) رخاوت (۳) استفال (۴) انفتاح	اضعف
۴/۲۹	ف	x	(۱)ہمس (۲)رخاوت (۳)استفال (۴)انفتاح (۵)اذلاق	اضعف

سوال : صفت توسط کو جدول میں بیان تو کیا گیا ہے مگر اس کا شمار نہیں کیا جا رہا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : جیسا کہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں کہ صفت توسط ضعیف صفت ہے جب ہم کتب تجوید میں صفات متضادہ پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دس صفات متضادہ کے ہمراہ صفت توسط کو بیان تو کیا گیا ہے مگر اس کو مستقل شمار میں نہیں لایا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صفت توسط چونکہ صفت شدت و رخوت دونوں میں مشترک ہے اس لیے اس کو مستقلاً شمار نہیں کیا گیا۔ لہٰذا کتب تجوید کو مدنظر رکھتے ہوئے جدول میں صفت توسط کو بیان تو کیا گیا مگر شمار نہیں کیا گیا ہے۔

صفات نکالنے کا طریقہ

سوال : کسی حرف کی صفات نکالنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب : کسی بھی حرف کی صفات نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے

صفت ہمس سے شروع کریں اگر وہ حرف حروف مہموسہ میں پایا جائے تو سمجھ لیا جائے کہ یہ حروف مہموسہ میں سے ہے وگرنہ ہمس کی ضد جہر میں پایا جائے گا اسی طرح تمام صفات میں آخر تک قیاس کرلیں۔

مثلاً اگر ہم شین کی صفات نکالنا چاہیں تو جیسا کہ اوپر ذکر کیا صفت ہمس سے شروع کریں، مہموسہ حروف کا مجموعہ "فَحَثَّهُ شَخْصٌ سَكَتْ" ہے اس مجموعہ میں شین آرہا ہے لہٰذا شین کی پہلی صفت ہمس ہوئی۔ اسی طرح حروف شدیدہ کا مجموعہ "اَجِدُكَ قَطَبْتَ" ہے۔ شین اس میں شامل نہیں اسی طرح صفت توسط کا مجموعہ "لِنْ عُمَرْ" ہے اس میں بھی شین شامل نہیں اس سے واضح ہوا کہ شین حروف رخوت میں سے ہے۔ صفت استعلاء کا مجموعہ "خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ" ہے۔ اس مجموعے میں بھی شین شامل نہیں، لہٰذا شین استعلاء کی ضد صفت استفال میں سے ہوا۔ اب صفت اطباق میں دیکھیے۔ صفت اطباق میں چار حروف "ص ض ط ظ" پائے جاتے ہیں ان میں بھی شین شامل نہیں ہے۔ مفہوم مخالف یہ ہوا کہ اطباق کی ضد صفت انفتاح میں شین شامل ہے۔ ایسے ہی صفت اذلاق میں دیکھیے اس کا مجموعہ "فَرَّ مِنْ لُبٍّ" ہے ان میں بھی شین شامل نہیں ہے جس سے واضح ہوا کہ شین اذلاق کی ضد صفت اصمات میں سے ہے۔

یہاں تک آپ نے صفات لازمہ متضادہ کے پانچ جوڑوں میں سے شین کی صفات اخذ کرلی ہیں جو کہ درج ذیل نکلی:

(۱) ہمس (۲) رخوۃ (۳) استفال (۴) انفتاح اور (۵) اصمات۔

اب اس کے بعد صفات غیر متضادہ میں ترتیب وار نظر ڈالیں۔

سب سے پہلے صفت صفیر ہے حروف صفیرہ تین ہیں یعنی "صاد۔ زای اور سین"

پس معلوم ہوا کہ حرف شین اس میں شامل نہیں ہے۔ ایسے ہی حروف مقلقلہ حروف لینیہ' حروف منحرفہ' حرف مکررہ اور حرف مستطیلہ میں شین شامل نہیں ہے۔ صفات غیر متضادہ میں سے صرف صفت تفشی ہی ایسی صفت ہے جو شین میں پائی جا رہی ہے۔ پس صفات لازمہ غیر متضادہ پر بھی نظر ڈال لینے کے بعد شین کی کل چھ صفات لازمہ معلوم ہوئیں جو یہ ہیں:

(۱) ہمس (۲) رخوت (۳) استفال (۴) انفتاح (۵) اصمات اور (۶) تفشی

اسی انداز اور ترتیب پر دیگر حروف کی صفات بھی معلوم کر لیں۔ یاد رہے کہ ایک حرف میں کم از کم پانچ صفات ضرور ہوں گی اور زیادہ سے زیادہ سات صفات ہوں گی۔

فصل چہارم: حرف ضاد کی صحیح ادائیگی نیز کچھ اشکالات اور ان کے جوابات

سوال : ضاد کی غلط ادا میں عوام میں کیا کیا حروف مستعمل ہیں؟

جواب : ضاد کی اپنی مستقل آواز اور اپنا مستقل مخرج ہے۔ چونکہ ضاد کا مخرج مجرائے ہوا سے ہٹ کر حافہ سے تعلق رکھتا ہے اسی لیے اس کا ادا کرنا مشکل محسوس کیا گیا۔ نیز یہ حرف عربی زبان کے علاوہ اور کسی زبان میں نہیں پایا جاتا۔ لہٰذا غیر عرب حضرات کے لیے اس کو ادا کرنا مزید مشکل کا باعث بنا۔

حرف ضاد کی ادا میں زمانہ قدیم ہی سے لوگ مختلف حروف اپناتے رہے جو سراسر غلط تھے۔ غلط ادا کی توضیح اس طرح ہے:

(۱) ضاد کی بجائے ظاء (۲) ضاد کی بجائے خالص ذال (۳) ضاد کی بجائے

مشابہ بالذال (۴) دال مہملہ (۵) طاء مہملہ (۶) غین معجمہ (۷) دال مفخمہ (۸) لام مفخمہ (۹) مشابہ بالزای (۱۰) ظاء۔ دال۔ دال مفخمہ۔ زای مفخمہ۔ غین۔ دال اور واؤ ان تمام کا مرکب (۱۱) خالص عجمی لفظ ڈال (۱۲) غین ودال کا مرکب

سوال : ان میں سے بہت زیادہ مشہور الفاظ ضاد کی غلط اداء میں کون سے مستعمل ومروج ہیں؟

جواب : ان درج بالا حروف میں سے بھی درج ذیل حروف عوام میں بہت زیادہ مروج ومستعمل ہیں۔

(۱) ظاء (۲) ذال (۳) زای اور (۴) دال

سوال : مخرج اور صفات کے لحاظ سے ان میں سے کون سا حرف ضاد سے مشابہ ہے؟

جواب : دو حرفوں میں مشابہت کا سبب اشتراک مخرج ہوتا ہے۔ یا اشتراک صفات اوران صورتوں میں صفات ممیزہ حروف کو باہم ممتاز کرتی ہیں۔

یہ بات یاد رکھیے کہ جو حرف کسی دوسرے حرف سے صفات میں مشترک ہوگا اسی قدر ان حروف کی باہمی مشابہت ہوگی۔ اب ہم ان چاروں حروف کے مخرج اور صفات جو کہ ضاد کی جگہ عوام میں مستعمل ہیں' ضاد کے مخرج اور صفات کے ساتھ تقابل کرتے ہیں اور اس طرح معلوم ہوگا کہ کون سا حرف ضاد سے صفات میں مشترک ہے۔

نمبر شمار	حروف	مخرج	صفات	درجات حروف
۱	ض	حافہ لسان یعنی زبان کی کروٹ جس وقت کہ وہ دائیں یا بائیں	(۱) جہر (۲) رخاوت (۳) استعلاء (۴) اطباق	اقوئی

		جانب کی اضراس علیا کی جڑ سے لگے (یعنی اوپر والی پانچ داڑھیں نواجذ، طواحن اور ضواحک)	(۵)اصمات (۶)استطالت	
۲	ظ	زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے	(۱)جہر(۲)رخاوت (۳)استعلاء (۴)اطباق(۵)اصمات	اقویٰ
۳	ذ	زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کنارے	(۱)جہر (۲)رخاوت (۳)استفال (۴)انفتاح(۵)اصمات	ضعیف
۴	ز	زبان کی نوک اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا	(۱)جہر(۲)رخاوت (۳)استفال(۴)انفتاح (۵)اصمات (۶)صفیر	متوسط
۵	د	زبان کی نوک اور ثنایا علیا کی جڑ	(۱)جہر (۲)شدت (۳)استفال(۴)انفتاح (۵)اصمات(۶)قلقلہ	قوی

درج بالا جدول سے ان پانچوں حروف کے مخارج۔ صفات اور ان کے درجات معلوم ہوئے اور معلوم ہوا کہ ضاد اور ظاء اقویٰ حروف ہیں اور ذال ضعیف حرف ہے۔ زای متوسط حرف ہے جبکہ دال حرف قوی ہے۔

نیز معلوم ہوا کہ ضاد ان تمام حروف سے باعتبار مخرج اور صفت استطالت کے بالکل مختلف و ممیز ہے اور بقیہ صفات میں ذال اور زای کے ساتھ دو صفات جہر اور رخوت میں مشترک ہے جبکہ دال سے صرف صفت جہر میں مشترک ہے۔ بقایا تمام صفات یعنی شدت۔ اصمات۔ قلقلہ۔ استفال اور انفتاح میں دال ضاد سے مختلف و

ممیز ہے۔

پس مذکورہ بالا جدول پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضاد صفات کے لحاظ سے سب سے زیادہ اشتراک ظاء سے رکھتا ہے اور دال کے ساتھ صفات کے لحاظ سے سب سے کم اشتراک رکھتا ہے۔ لہٰذا ضاد کو دال سے ممتاز ادا کرنا آسان ہے ایسے ہی زاء سے ممتاز کرنا بھی آسان ہے کیونکہ زای کی صفت صفیر کے ذریعے اس کو با آسانی ممتاز کیا جا سکتا ہے۔ اور یہی صورت حال ذال کے ساتھ ہے کہ صفت استعلاء اور صفت اطباق و استطالت کے ذریعے ضادُ ذال سے ممیز با آسانی ہو جاتا ہے۔ اب صرف حرف ظاء ہی رہ جاتا ہے کیونکہ تمام صفات میں ضاد و ظاء مشترک ہیں ماسوائے صفت استطالت کے کہ وہ ضاد میں پائی جاتی ہے اور ظاء میں موجود نہیں۔ لہٰذا ماہر قاری کو اہتمام کے ساتھ اور عوام الناس کو نہایت صعوبت کے ساتھ ان دونوں حروف میں امتیاز کرنا دشوار محسوس ہوا۔

سوال : اگر ضاد کو مشابہ بالدال ادا کرنا غلط ہے تو اہل عرب کے یہاں جو بالدال تلفظ سنا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : موجودہ دور کے عرب حضرات کا تلفظ جو کہ مشابہ بالدال ہے بعض حضرات حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ تلفظ حجت نہیں اس لیے کہ اختلاط عجم کے اثرات سے عرب عوام عموماً اور خواص بالخصوص میں یہ عادت در آئی ہے کہ متعدد حروف کو غلط ادا کرتے ہیں۔

جیسے مصری حضرات کہ جیم کی جگہ گاف پڑھتے ہیں۔ سعودی عوام ضاد کی جگہ دال پڑھتے ہیں بلکہ اب تو ظاء کی جگہ دال بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔

مصر اور سعودی عرب میں ضاد مشابہہ بالظاء پڑھنے والے موجود ہیں۔ لہٰذا الزبیدی اپنی کتاب ''لحن العامہ'' ص ۲۲۵۔۲۲۶ پر مشابہہ بالدال پڑھنے کی مذمت

اس طرح فرماتے ہیں: ''بہت سے مصری اساتذہ قرآءات کا حال دیکھنے میں آیا کہ بعض طلباء نے ضاد مشابہ بالظاء پڑھا تو انھوں نے خلاف عادت ہونے کی وجہ سے طلباء کو اس سے سختی سے منع کیا اور طلباء نے جب ضاد کو خالص دال کے مخرج سے نکالا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ یہی صحیح ہے۔ مگر محققین مصر نے اس ضاد مشابہ بالدال کو ''ضاد محدثہ'' قرار دیا۔

آخر کیا وجہ ہے کہ ہم موجودہ دور کے عرب جو کہ ضاد کا غلط تلفظ کر رہے ہیں انھی کی تقلید کریں۔ بارہویں صدی ہجری کے اواخر تک عربوں کا ضاد کا تلفظ مشابہ بالظاء ہی تھا جیسا کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکیؒ نے اپنے قیام مکہ یعنی بارہویں صدی ہجری کے آخری دور کے عربوں میں ضاد کا تلفظ صحیح بتلایا ہے۔ اس کے متعلق حضرت قاری صاحبؒ نور اللہ مرقدہ فوائد مکیہ میں فرماتے ہیں:

''جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کے ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے بہت مشابہ ہوگی۔''

(حاشیہ فوائد مکیہ از حضرت مولفؒ)

ایسے ہی حکیم الامت حضرت مولانا قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ ''امداد الفتاویٰ'' جلد اول صفحہ ۱۶۴ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''پھر یہ بات بھی نہیں کہ عوام اور ناواقف پڑھتے ہوں بلکہ واقفین فن بھی ضاد ہی پڑھتے ہیں۔ چنانچہ اکثر قراء عرب اور مصر وغیرہ اسی طرح پڑھتے ہیں۔ حضرت استاذ قاری عبداللہ صاحب مکیؒ جو اس فن سے اچھی طرح واقف ہیں۔ ان کی خدمت میں رہنے کا اتفاق ہوا اور کچھ مشغلہ تجوید کا بھی رہا وہ بھی ضاد ہی پڑھتے ہیں کوئی جھگڑا اس معاملہ میں عرب میں نہیں پایا۔ یہاں آ کر یہ جھگڑا دیکھا۔''

امداد الفتاویٰ کی اس عبارت سے بھی یہی بات مفہوم ہوتی ہے کہ اس زمانے میں

عربوں کا تلفظ ضاد صحیح تھا اور بہر حال وہ نہیں تھا جو کہ ہندوستان یا موجودہ پاکستان میں بعض حضرات میں رائج ہے۔ پس مذکورہ عرب عوام کی غلط بول چال قابل حجت وتقلید قرار نہیں دی جاسکتی۔ یہی بات کہی جائے گی کہ اواخر بارہویں صدی ہجری تک حرف ضاد کا تلفظ عربوں میں درست تھا مگر پھر اختلاط عجم کی بدولت اب ان لوگوں کا تلفظ و ادائیگی بھی متغیر ہوگئی ہے۔

مشکل یہ ہے کہ اس بحث وتمحیص میں عوام تو مبتلا ہیں ہی' اوران کی کوئی شکایت اور گلہ بھی نہیں کیا جاسکتا مگر بعض حضرات جو اپنے آپ کو طبقہ علماء میں سے کہلاتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ اعراب کہیں معروف پڑھتے ہیں کہیں مجہول۔ وقف کرتے ہیں اور سانس نہیں توڑتے۔ اظہار واخفاء کے قاعدے قوانین سے نابلد۔ ترقیق و تفخیم کس چیز کا نام ہے اس سے ناواقف۔ حروف قلقلہ واستعلاء وغیرہ غرض کسی امور سے آگاہ نہیں۔ مگر اس پر بھی یہ حال ہے کہ ایک فریق دوسرے فریق کی نماز کو باطل بتاتا ہے اور سارے جھگڑے میں جس بات پر آکر تان ٹوٹتی ہے وہ صرف حرف ضاد کا تلفظ ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ضاد کو ضاد پڑھنا قواعد تجوید کے موافق ہے تو اوپر بیان کردہ دیگر امور بھی تو قواعد تجوید کے مطابق ادا کرو مگر دیگر امور کی جانب کوئی توجہ نہیں۔

بعض علماء حضرات بڑی بے دلی سے فرمادیتے ہیں کہ حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرنا چاہیے اور بس بعض قراءات متواترہ کا انکار کرنے میں باک محسوس نہیں کرتے۔ غرض صحیح بات یہی ہے کہ ضاد کی ادائیگی اس حدیث کے مصداق ہے کہ اِقْـرَؤُا الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَ اَصْوَاتِهَا کہ جیسے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ضاد کا تلفظ فرمایا اس کے مطابق ہم لوگ بھی تلفظ کریں۔

سوال : ضاد کو مشابہہ بالظاء کیوں کہا گیا؟

جواب : بعض لوگوں کا خیال ہے کہ ہم لوگوں کو حرف ضاد بعینہ ظاء پڑھوانا

چاہتے ہیں یہ گمان صحیح نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ رسماً وتلفظاً حرف ضاد قرآن میں ایک ہزار چھ سو سترہ مقام پر آیا ہے اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ ظَاهِرٌ - ظُهْرِ - عَظِيْمٌ وغیرہ میں حرف ظاء ہے ضاد نہیں اور ایسے ہی ضَوْءٌ - ضِيَا - وَالضَّآلِّيْنَ - اَلْمَغْضُوْبِ - رَمَضَانَ وغیرہ میں حرف ضاد ہے ظاء نہیں اور بنیادی طور پر لغت عرب میں یہ دو بالکل جدا حرف ہیں لیکن سلف وخلف سے مخارج وصفات کی روشنی میں جو متواتر طریقہ سے ضاد کی ادا چلی آتی ہے وہ یہ کہ سننے میں ان دونوں حروف کی آوازیں مشابہ ہیں۔ ذیل میں ہم آئمہ فن کے اقتباس اس سلسلہ میں پیش کرتے ہیں۔

(۱) علامہ جزریؒ ''التمہید'' میں فرماتے ہیں:

''یہ حرف مشکل الاداء ہے اسی لیے لوگوں میں مختلف قسم کی ادائیگی سننے میں آتی ہے لیکن بہت کم صحیح ادا کرتے ہیں کیونکہ ظاء اور ضاد صفت استطالت کے سوا باقی تمام صفات میں مشترک ہیں۔ اگر صفت استطالت نہ ہوتی اور دونوں کے مخرج میں اختلاف نہ ہوتا تو ضاد ظاء ہوتا''

(۲) امام النحو ابن جنی اپنی کتاب ''التنبیہ'' میں فرماتے ہیں۔ ''بعض عرب ضاد کو بعینہٖ ظاء نکالتے ہیں جو کہ حیرت انگیز ہے''

(۳) علامہ مرعشیؒ مکی بن ابی طالب قیسیؒ کی کتاب ''الرعایہ'' سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ضاد کو صحیح ادا کیا جائے تو سننے میں اس کی آواز ظاء کے قریب قریب سنائی دیتی ہے۔''

(۴) علامہ ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

''دونوں حروف سننے میں ایک جیسے ہیں۔''

(۵) علامہ سیوطیؒ ''الاتقان'' میں فرماتے ہیں:

''ضاد اور ظاء میں اشتراک صفات کی وجہ سے آوازوں میں تشابہ ہے۔''

(۶) حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الہ آبادیؒ حاشیہ فوائد مکیہ میں فرماتے ہیں۔

''اگر اطباق قوی ادا کیا جائے گا مع رخاوت کے تو اشبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا اور کسی قدر ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔ بعض کتب تفسیر و تجوید میں جو ضاد و ظاء کو متشابہ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے نہ کہ ظاء مسموع ہو۔''

سوال : مشابہ بالظاء ہونے سے کیا مراد ہے؟

جواب : علامہ جزریؒ ''التمہید'' میں فرماتے ہیں:

''بعض لوگ بجائے ضاد کے ظاء نکالتے ہیں اسی لیے کہ ضاد جمیع صفات میں ظاء کا شریک ہے سوائے صفت استطالت کے اگر استطالت نہ ہوتی اور دونوں کے مخرج میں اختلاف نہ ہوتا تو ضاد ظاء ہوتا۔''

اس بیان سے معلوم ہوا کہ ضاد اور ظاء متشابہ الصوت تو ہیں مگر ان کے مخارج مختلف ہیں۔ صفت استطالت کے علاوہ ایک صفت اطباق کا بھی فرق ہے کہ ضاد میں صفت اطباق ظاء کی بہ نسبت قوی ہوتی ہے جس کی وجہ سے ضاد میں رخاوت ضعیف ہے کیونکہ جس قدر اطباق قوی ہوتا ہے اسی قدر رخاوت میں ضعف ہوتا ہے اس لیے کہ اطباق میں آواز کا حصر ہوتا ہے اور ظاء اس کے برعکس ہے یعنی اطباق ضعیف ہے اور اس کی وجہ سے رخاوت قوی ہے۔ ایسے ہی ضاد میں قدرے تفشی بھی ہوتی ہے۔ جمہور مشائخ نے اگرچہ تفشی حرف شین میں بتائی ہے مگر ضاد کی تفشی سے مطلق انکار ممکن نہیں۔ اس لیے کہ ضاد میں صفت تفشی ضعیف و قلیل ہوتی ہے۔

تمام باتوں پر مستزاد یہ ہے کہ مشبہ بہ حرف ظاء کا تلفظ بھی اکثر لوگوں میں صحیح نہیں کیونکہ وہ ظاء میں زای والی صفت صفیر کی آمیزش کرتے ہیں اور تشابہ کے خیال میں پھر

یہی صفیر حرف ضاد میں بھی ملا لیتے ہیں اس صفیر کی آمیزش سے ظاء اور ضاد دونوں کو بچانا نہایت ضروری ہے۔

خلاصہ یہ کہ ضاد کو اس کے صحیح مخرج سے صحیح طور پر نرمی کے ساتھ آواز کو جاری رکھ کر اور تمام صفات کا لحاظ کر کے ادا کیا جائے تو اس کی آواز سننے میں ظاء کی آواز کے ساتھ مشابہ ہوتی ہے مگر یہ مشابہت بغیر قصد و ارادہ کے ہوتی ہے۔

سوال : ضاد کی صحیح ادائیگی کس طور ہوگی؟

جواب : ضاد کی ادائیگی اس طور ہوگی کہ زبان کی بائیں کروٹ والے حصے کو لمبا کر کے اوپر کی پانچوں داڑھوں ناجذ۔ طواحن اور ضاحک پر جما کر اس حرف کو اس طرح ادا کریں کہ آواز میں بلندی ہو۔ صفت جہر کی وجہ سے' آواز جاری رہے صفت رخوت کی وجہ سے' منہ بھر کر خوب موٹی آواز نکلے صفات استعلاء اور اطباق کی وجہ سے' بسرعت ادا نہ ہو بلکہ جماؤ اور ٹھہراؤ کے ساتھ ادا ہو صفت استطالت اور صفت اصمات کی وجہ سے جب ضاد کو اس طرح مفخمہ' مستعلیہ' مطبقہ اور مستطیلہ ادا کرے گا تو ہوا کے نکلنے کی سی آواز ظاہر ہوگی کیونکہ حافہ کو داڑھوں پر جما کر تلفظ کرے گا۔

آواز کا اول حافہ لسان سے آخر حافہ تک درازی یعنی اقصیٰ حافہ ناجذ پر لگ کر ضاد شروع ہو پھر بتدریج باقی حافہ طواحن اور ضاحک پر ٹھہرے گویا پانچ داڑھوں پر حافہ کا اتصال یہ ضاد کا مخرج ہے اور اقصیٰ حافہ سے ادنیٰ حافہ تک بتدریج لگتے چلے آنا یہ صفت استطالت ہے اور اس بتدریج لگنے میں چونکہ آواز میں درازی ہوتی ہے اسی لیے بعض حضرات نے امتداد صوت کو ہی صفت استطالت کہہ دیا ہے۔

سوال : ضاد کی ادائیگی کے دوران اگر افراط و تفریط سے کام لے گا تو کس قسم کی اغلاط رونما ہوں گی؟

جواب : حافہ کو داڑھوں پر جما کر اگر تلفظ کیا جائے گا تو ضاد صحیح ادا ہوگا مگر اس ادا

میں افراط سے کام لے گا تو ظاء معجمہ کا تلفظ ہو جائے گا۔

ایسے ہی اضراس علیا پر جو حافہ کا دباؤ ہوتا ہے اس کو زیادہ سخت نہیں کرنا چاہیے ورنہ مثل دال کے آواز بالکل بند ہو کر ضاد شدیدہ ہو جائے گا۔ اس غلطی کی وجہ سے ضاد میں جو ضعیف درجہ کی صفت رخاوت ہے وہ ختم ہو جاتی ہے۔ آج کل کے عربوں میں تلفظ یہی ہے کہ صفت رخوت کو ختم کرتے ہوئے آواز کو بند کر دیتے ہیں ہمارے پاکستان میں جو بعض حضرایت کا تلفظ دال مفخمہ ہے وہ انھی اہل عرب کے ضاد کی ادائیگی کو سن کر غلط استدلال پر مبنی ہے یعنی ان کی شدت سے یہ استدلال کر لیا گیا ہے کہ وہ ضاد کو دال کے مخرج سے تفخیم کے ساتھ پڑھتے ہیں حالانکہ اکثر ان کی ادائیگی میں مخرج تو صحیح ہی ہوتا ہے صرف صفت رخاوت کی غلطی ہوتی ہے۔

سوال : ضاد کی جگہ ظاء پڑھنا۔ دال مفخمہ پڑھنا یا دیگر تلفظ کرنا' ان کا کیا حکم ہے؟

جواب : مذکورہ تمام تلفظ غلط ہیں۔ علامہ جزریؒ 'التمہید'' میں فرماتے ہیں۔

''ضاد کو ظاء پڑھنا جائز نہیں اگر ہم ضَآلِّيْنَ کی جگہ ظَآلِيْنَ پڑھیں تو معنی دائمین کے ہو جائیں گے حالانکہ یہ مراد الٰہی کے خلاف ہیں جس سے نماز باطل ہو جاتی ہے''

ایسے ہی علامہ جزریؒ النشر فی القراءات العشر میں حرف ضاد کے متعلق فرماتے ہیں:

''یہ منفرد و ممیز ہوتا ہے صفت استطالت سے حروف میں کوئی اور حرف ایسا نہیں جو ادا کے لحاظ سے زبان پر دشوار ہو جس قدر حرف ضاد ہے۔ لہٰذا اس کی ادا میں لوگوں کے مختلف تلفظ ہوئے اور بہت کم لوگ ہیں جو اس کو بخوبی ادا کر لیتے ہوں۔ پس بعض اس میں ظاء کا تلفظ کرتے ہیں اور بعض اس کو ذال سے مخلوط کرتے ہیں اور بعض لام

مفخمہ اور بعض زای مشمہ کا اور یہ سب صورتیں ناجائز ہیں اور عوام الناس میں جو حدیث زبان زد عام ہے کہ "اَنَا اَفْصَحُ مِنْ نُّطْقٍ بِالضَّادِ" یعنی میں تمام عربوں سے زیادہ فصیح ہوں جو ضاد کا تلفظ کرتے ہیں' یہ حدیث بے اصل اور غیر صحیح ہے۔"

نوٹ : النشر کے بعض نسخوں میں ذال کی جگہ دال لکھا ہوا ہے۔ ایسے ہی علامہ ابوعمرو عثمان بن سعید الدانیؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ "ہمارے اصحاب میں بعض فقہا اس شخص کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تھے جو ضاد کو ظاء سے ممتاز ادا نہ کر سکے۔"

واضح ہو کہ یہاں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ تبدیل حرف بحرف تجوید کے خلاف ہے اور لحن جلی ہونے کی وجہ سے حرام ہے دوسرے یہ کہ نماز کی صحت و فساد کا حکم کس حالت میں ہے؟

علماء تجوید کی بحث کا مرکز حروف کی صحیح ادا پر زور دینا ہے غلط ادا کی صورت میں ان کا وظیفہ یہ نہیں کہ نماز کی صحت یا فساد کا حکم کریں اس کے لیے علماء شریعت سے رجوع کرنا چاہیے۔

اکثر مشائخ افتاء کا فتویٰ یہ ہے کہ غلط تلفظ سے اگر معنی میں تغیر فاحش ہو تو نماز فاسد ہے ورنہ نہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اگر دو حروف میں امتیاز دشوار ہو اور ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے تو عموم بلویٰ کی وجہ سے نماز صحیح ہے اور اگر امتیاز دشوار نہ ہو تو حرف کی تبدیلی سے نماز فاسد ہو گی۔ جیسے صاد کی جگہ طاء یا تاء پڑھے۔

ضاد کو ظاء سے مشابہہ پڑھنے کی تین صورتیں ہیں:

(۱) ضاد و ظاء کے مخرج میں تمیز کرنا ممکن نہ ہو یعنی ضاد کو صاف ظاء کے مخرج سے ادا کیا جائے۔

(۲) مخرج میں تو تمیز ہو لیکن آواز میں تمیز نہ ہو یعنی ضاد و ظاء نکالیں تو اپنے صحیح مخارج سے جائیں مگر دونوں کی صورت میں تشابہ تام ہو جس کو اتحاد صوت کہا جاتا ہے۔

(۳) مخرج وصوت دونوں میں تمیز ہو مگر اقرب الی الظاء ہو یعنی مخرج صحیح سے اس طرح نکالا جائے کہ دونوں کی صوت میں تشابہ تام نہ ہو مگر غالب مشابہت صوت ظاء سے ہو دال سے نہ ہو۔

یہ تینوں صورتیں تشابہ ظاء کی ہیں پس خالص ظاء پڑھنا تو بالکل غلط ہے اور ایسے ہی دوسری صورت بھی اہل تحقیق کے نزدیک صحیح نہیں ہے ہاں تیسری صورت کہ جس میں ضاد وظاء دونوں کے مخرج وصوت میں تمیز ہو سکے مگر اقرب الی الظاء ہو یہ صورت حق ہے اور یہی ضاد کی صحیح ادائیگی ہے۔

اسی طرح تین صورتیں مشابہ بالدال کی ہیں:

(۱) ضاد ودال میں مخرج کی کوئی تمیز نہ ہو گو تفخیم کا فرق کر لیا جائے یعنی ضاد کو صاف مخرج دال سے نکالا جائے۔

(۲) مخرج میں تمیز ہو مگر صوت میں تمیز نہ ہو یعنی نکالا تو جائے اپنے مخرج صحیح سے مگر دونوں کی صوت میں تشابہ تام ہو۔

(۳) مخرج وصوت دونوں میں تمیز ہو مگر اقرب الی الدال ہو یعنی نکالا تو جائے مخرج صحیح سے اور ضاد ودال کی صوت میں تشابہ تام بھی نہ ہو بلکہ من وجہ ہو مگر غالب مشابہت صوت دال کی ہو۔

پس ان تینوں صورتوں میں سے اول صورت تو بالکل غلط اور باطل ہے کہ تبدیلی حرف بحرف ہے اور دیگر دو صورتیں بھی صحیح نہیں اس لیے کہ جب ضاد ظاء سے متمیز ہے باوجودیکہ دونوں میں صفات کثیرہ بھی مشترک ہیں تو دال سے بدرجہ اولیٰ ضاد متمیز ہوگا کیونکہ دال کے ساتھ تو اکثر صفات میں اشتراک بھی نہیں ہے لہٰذا تشابہ بھی نہیں ہوا۔

سوال : ضاد کی صحیح ادائیگی کا اہتمام کس طرح کیا جائے؟

جواب : ضاد کی صحیح ادائیگی ماہر اور قابل استاذ فن سے تلقی پر موقوف ہے۔ بغض

وعناد اور تعصب کی راہ سے ہٹ کر راہ حق وصواب پر جو کہ ضاد کو خالص اس کے مخرج اور صفات سے تلفظ کرنا بتائے اور خالص ظاء یا خالص دال یا اس جیسے دیگر الفاظ کی آمیزش اس میں نہ کرے۔ مقام افسوس ہے کہ ضاد کی اور ظاء کی ادائیگی میں فرق، ضاد کو صحیح مخرج سے نکالنے کی کوشش کم ہوتی جا رہی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایسے الفاظ کی جو قرآن میں وارد ہیں اور جن میں ضاد وظاء اکٹھے وارد ہیں اساتذہ طلبا کو ان کی زیادہ سے زیادہ مشق کروائیں اور مفردات کی مشق میں ضاد کی خصوصی مشق کرائیں۔ طلباء خود بھی ان امور کا اہتمام کر کے از خود بار بار پڑھیں تا کہ ضاد اور ظاء ہر دو حروف کی صحیح ادا پر قادر ہو سکیں۔

علامہ جزریؒ النشر فی القراءات العشر جلد اول ص ۲۲۰ پر فرماتے ہیں:

''ضاد کی ادائیگی میں اس بات سے احتراز کرو کہ وہ ظاء سے بدل جائے خاص طور پر ان مواقع پر جن میں ضاد کے ظاء کے ساتھ تبدیل ہو جانے کی صورت میں وہ مواقع ظاء کے کلموں والے تلفظ سے خلط ملط ہو جائیں' جیسے ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ کہ وہ تبدیلی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا سے مشابہ ہو جائے گا اس حرف کی ادائیگی میں درستی اور مہارت کے لیے زبان سے خوب اس کی مشق ومحنت کرنا چاہیے خاص طور پر جب ضاد ظاء سے متصل آئے جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ۔ یَعَضُّ الظَّالِمُ۔ ایسے ہی ضاد کسی حرف مفخم کے ساتھ آئے جیسے وَاَرْضُ اللّٰهِ یا کسی ایسے حرف کے ساتھ آئے جو اس کے مشابہ الصوت جنس ہو جیسے الْاَرْضِ ذَهَبًا۔ ایسے ہی ضاد ساکن ہو اور اس کے بعد کوئی حرف مطبقہ ہو جیسے فَمَنِ اضْطُرَّ یا کوئی اور حرف ہو جیسے اَفَضْتُمْ۔ خُضْتُمْ۔ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ اور فِیْ تَضْلِیْلٍ۔

☆☆☆

باب چہارم:

صفات عارضہ

فصل اول: مبادیات صفات عارضہ

سوال: صفات عارضہ کیا ہیں؟

جواب: یہ صفات لازمہ کے مقابل ہیں۔ صفات لازمہ تو حرف میں ہمیشہ اور دائمی پائی جاتی ہیں مگر صفات عارضہ غیر دائمی ہیں جیسے کہا جاتا ہے "هٰذَا الْاَمْرُ عَرَضٌ" یعنی یہ امر زائل ہونے والا ہے۔ پس یہ وہ صفات ہیں جو قائم بالذات نہ ہوں بلکہ کسی عارضی سبب یا کیفیت کی وجہ سے لاحق ہوں اور وہ عارضی سبب یا کیفیت ختم ہو تو یہ صفت بھی ختم ہو جائے۔ صفت عارضی کی مثال حال اور واردات کی سی ہے جیسے آدمی کے غصہ یا خوشی کے وقت چہرے کا رنگ اور مزاج کا متغیر ہونا عارضی حالت ہے جو کہ کچھ وقت کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

سوال: صفات عارضہ کی تعریف بیان کریں؟

جواب: "اَلصِّفَاتُ الْعَارِضَةُ الَّتِیْ تَعْرُضُ لِذَاتِ الْحُرُوْفِ فِیْ

بَعْضِ اَحْوَالِهٖ كَالتَّفْخِيْمِ وَ التَّرْقِيْقِ وَالْاِدْغَامِ وَ الْاِظْهَارِ وَ نَحْوِهَا" یعنی صفات عارضہ ایسی صفات ہیں جو حرف کی ذات میں بعض احوال میں پائی جاتی ہیں جیسے حرف کا مفخم و مرقق ہونا اور مدغم و مظہر ہونا وغیرہ۔ عام مفہوم میں اس کی تعریف ایسے ہوگی۔

''وہ کیفیت جو حرف میں کبھی ہو اور کبھی نہ ہو۔ اگر وہ کیفیت حرف میں نہ پائی جائے تو حرف تو وہی رہے مگر اس کا حسن و زینت اور خوب صورتی برقرار نہ رہے۔''

سوال: صفات عارضہ کے مزید نام کیا ہیں؟

جواب: صفات عارضہ کے درج ذیل نام ہیں:

(۱) عارضہ (۲) محسنہ (۳) محلیہ (۴) مزینہ

سوال: ان ناموں کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟

جواب: (۱) عَارِضَہ: یعنی حرف میں یہ کیفیت کسی سبب سے پیدا ہوتی ہے اور یہ سبب عارضی ہوتا ہے کبھی ہے اور کبھی نہیں۔ یہ صفت بھی عارضی ہوتی ہے اس لیے یہ نام دیا گیا اور زیادہ تر یہی نام استعمال کیا جاتا ہے۔

(۲) مُحَسِّنَہ: آراستہ کرنے والی۔ خوبصورت بنانے والی۔

(۳) مُحَلِّیَہ: زیور پہنانے والی۔ آراستہ کرنے والی۔

(۴) مُزَیِّنَہ: زینت دینے والی۔

اگر آپ ان تین اسماء پر غور کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام مترادفات میں سے ہیں اور ان سے جو مطلب اخذ ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ ایسی صفات ہیں جو حرف میں خوبصورتی پیدا کرتی ہیں۔

سوال: صفات لازمہ کو صفات عارضہ سے پہلے کیوں بیان کیا جاتا ہے؟

جواب: جیسا کہ لحن کے بیان میں یہ بات آپ پڑھ چکے ہیں کہ صفات لازمہ

کی غلطی لحن جلی میں داخل ہے جو کہ حرام ہے اور صفات عارضہ کی غلطی لحن خفی ہے جو مکروہ ہے پس حرام سے اجتناب بہ نسبت مکروہ کے زیادہ اہم اور ضروری ہے اسی لیے صفات لازمہ کو صفات عارضہ سے پہلے بیان کیا گیا ہے۔

صفات لازمہ اور صفات عارضہ میں فرق

سوال: صفات لازمہ اور صفات عارضہ میں کیا فرق ہیں؟

جواب: صفات لازمہ اور صفات عارضہ میں درج ذیل فرق ہیں:

صفات لازمہ	صفات عارضہ
(۱) یہ صفات حرف میں ہمیشہ پائی جاتی ہیں۔	یہ صفات حرف میں کبھی ہوتی ہیں اور کبھی نہیں ہوتی۔
(۲) یہ صفات اگر ادا نہ ہوں تو حرف بدل جاتا ہے یا ناقص ادا ہوتا ہے۔	یہ صفات اگر ادا نہ ہوں تو حرف تو وہی رہتا ہے مگر اس کا حسن وزینت ختم ہو جاتا ہے۔
(۳) صفات لازمہ کی غلطی لحن جلی ہے جو کہ حرام ہے۔	صفات عارضہ کی غلطی لحن خفی ہے جو کہ مکروہ ہے۔
(۴) صفات لازمہ کسی سبب پر موقوف نہیں ہوتی ہیں۔	صفات عارضہ سبب پر موقوف ہوتی ہیں۔
(۵) صفات لازمہ تمام حروف میں پائی جاتی ہیں۔	صفات عارضہ بعض حروف میں پائی جاتی ہیں۔

صفات عارضہ پیدا ہونے کے اسباب

سوال: صفات عارضہ پیدا ہونے کے کتنے اسباب ہیں؟

جواب : صفات عارضہ پیدا ہونے کے تین اسباب ہیں:

(۱) صفات عارضہ بالصفت بوجہ صفت

(۲) صفات عارضہ بالحرف بوجہ حرف

(۳) صفات عارضہ بالوقف بوجہ وقف

سوال : صفات عارضہ بالصفت سے کیا مراد ہے؟

جواب : یہ صفات عارضہ کے پیدا ہونے کی وہ قسم ہے جو کسی صفت لازمہ کی وجہ سے وقوع پذیر ہو جیسے کسی حرف کا پُر ہونا مثلاً صَرَفَ میں حرف راء یا هُوَ اللّٰهُ لام اسم الجلالہ صفت استعلاء کی وجہ سے۔ یا حرف کا مرقق ہونا صفت استفال کی وجہ سے جیسے رِجَالٌ۔ بِسْمِ اللّٰهِ وغیرہ۔

پس صفت استعلاء اور استفال تو صفات لازمہ ہوئیں اور تفخیم وترقیق صفات عارضہ میں سے ہوئیں جو بعض حروف کو لاحق ہوتی ہیں۔

سوال : صفات عارضہ بالحرف سے کیا مراد ہے؟

جواب : صفات عارضہ بالحرف صفات عارضہ کے پیدا ہونے کی وہ قسم ہے جو دو حروف کے ملنے سے پیدا ہو جیسے ادغام۔ اخفاء۔ اظہار وغیرہ۔ اب اگر یہ دو حرف دو کلموں میں پائے جائیں جیسے فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ میں فِیْٓ پر مد وغیرہ تو اسے عارض فی الکلمتین کہا جاتا ہے اور اگر ایک کلمہ میں صفات عارضہ پائی جائیں تو اسے عارض فی الکلمۃ کہتے ہیں۔ جیسے اَنْبِئُوْنِیْ میں اقلاب کا پایا جانا۔

سوال : صفات عارضہ بالوقف سے کیا مراد ہے؟

جواب : صفات عارضہ بالوقف صفات عارضہ کی تیسری قسم ہے اور یہ وہ عارض صفات ہیں جو وقف کی حالت میں پائی جاتی ہیں جیسے وقف بالاسکان، بالابدال اور بالاشمام وغیرہ۔

صفات عارضہ کی اقسام

سوال : صفات عارضہ کی اقسام بیان کریں؟

جواب : صفات عارضہ کی مشہور اقسام یہ ہیں:

(۱) تفخیم (۲) ترقیق (۳) ادغام (۴) اقلاب (۵) اظہار (۶) اخفاء (۷) غنۂ زمانی (۸) ھائے ضمیر (۹) تسہیل (۱۰) ابدال (۱۱) حذف (۱۲) مدفرعی (۱۳) اجتماع ساکنین (۱۴) سکتہ (۱۵) وقف۔

فصل دوم: تفخیم وترقیق

سوال : تفخیم کیا ہے؟

جواب : اس کا مختصر تعارف ہم صفات لازمہ کے بعد دیگر صفات میں دے چکے ہیں۔ تفخیم ''فَخَامَت'' سے ہے بمعنی ''غِلَظَت'' جس کا مطلب ہے حرف کو بڑا اور موٹا کرنا۔لہٰذا تغلیظ اور تفخیم ایک ہی ہوئے۔مگر جب یہ راء کے لیے استعمال کیا جائے گا تو تفخیم کا لفظ استعمال ہوگا اور لام کے لیے تغلیظ کا لفظ بولا جائے گا۔ تفخیم کی پہچان یہ ہے کہ جب حروف مفخمہ کو پڑھا جائے گا تو منہ بھر کر آواز نکلے گی اور آواز قوی ہوگی۔

سوال : ترقیق کیا ہے؟

جواب : ترقیق ''رِقت'' سے ہے سَمَن کی ضد یعنی کسی حرف کی ذات کو نحیف وکمزور کرنا۔ اصطلاح قراء میں ترقیق کے معنی ہیں کسی حرف کو باریک کرنا۔بعض علماء تجوید نے ترقیق کو امالہ اور بین اللفظین سے تعبیر کیا ہے مگر یہ مجازاً ہے۔حقیقت میں

امالہ نہیں کیونکہ امالہ میں فتحہ کو کسرہ کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کیا جاتا ہے لہٰذا مفہوم کے اعتبار سے دونوں الگ چیزیں ہیں گو امالہ کو ترقیق لازم ہے۔

سوال : وہ حروف جو مستقل مفخم پڑھے جاتے ہیں اور وہ حروف جو صفات عارضہ کی بدولت مفخم یا مرقق ہوتے ہیں کون سے ہیں؟

جواب : خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ کے حروف ہمیشہ پُر پڑھے جاتے ہیں اور ان کی تفخیم میں کبھی فرق نہیں آتا ہے۔ اس لیے کہ ان حروف میں صفت استعلاء پائی جاتی ہے جو ان میں ہمیشہ موجود رہتی ہے۔

جبکہ وہ حروف جو کبھی مفخم اور کبھی مرقق پڑھے جاتے ہیں۔ تین ہیں:

(۱) الف (۲) لام (۳) راء۔

ان میں صفت استعلاء بعض حالتوں میں ہوتی ہے تو پُر پڑھے جاتے ہیں ورنہ مرقق ادا ہوتے ہیں۔

شبہ مستعلیہ

سوال : لام اور راء کو شبہ مستعلیہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب : علامہ جزریؒ نے ''التمہید'' میں لام وراء کو تفخیم کے وقت شبہ مستعلیہ کہا ہے۔ شبہ کا لغوی مطلب مثل اور مانند کے ہے شبہ مستعلیہ کا مطلب ہوا کہ مستعلیہ کی مانند۔

صفت استعلاء کی تعریف میں یہ بات آپ پڑھ چکے ہیں کہ حروف مستعلیہ کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف اٹھ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ حروف پُر ہو جاتے ہیں لام اور راء اپنی تفخیم والی حالتوں میں جب پُر ہوتے ہیں تو ان کو شبہ مستعلیہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ تالو کی طرف اٹھ

جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ دونوں حروف بھی پُر ہو جاتے ہیں۔ یعنی زبان کی جڑ کا تالو کی طرف اٹھنا ایک ایسا عمل ہے جو کہ حروف مستعلیہ میں ہمیشہ اور ہر حال میں پایا جاتا ہے جبکہ لام اور راء میں یہ عمل صرف حالت تفخیم میں پایا جاتا ہے اسی لیے ان دونوں کو تفخیم کی حالت میں شبہ مستعلیہ کہہ دیتے ہیں۔

سوال : مستعلیہ اور شبہ مستعلیہ میں کیا فرق ہے؟

جواب : حروف مستعلیہ کسی حرف مرقق کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتے جیسے دَخَلَ میں خاء کہ حروف مستفلہ کی مجاورت کی وجہ سے خاء باریک نہ ہوگا جبکہ قِرْطَاسٍ کی راء کہ باوجود مستفلہ اور ماقبل کسرہ لازمہ ہونے کے صرف حرف مفخم کے اثر سے راء پُر ہوگی۔

اسی طرح حروف مستعلیہ کسی حرکت کے اثر سے بھی باریک نہیں ہوتا مثلاً قِيْلَ میں قاف مکسور ہونے کے باوجود پُر ہی پڑھا جائے گا بخلاف حرف مستفلہ مثل لام وغیرہ کے جیسے هُوَ اللّٰهُ میں لفظ اَللّٰهُ کا لام ماقبل زبر کی وجہ سے پُر ہوگا۔ اسی طرح رَبِّ اور رُبَمَا کہ زبر اور پیش کے اثر سے پُر ہوگیا۔

سوال : کیا الف مستعلیہ ہے یا مستفلہ؟

جواب : الف کے مستعلیہ یا مستفلہ ہونے میں تین اقوال ہیں:

(۱) جمہور الف کو مستفلہ ہی کہتے ہیں جیسا کہ صفت استفال کے ذیل میں ہم بیان بھی کر آئے ہیں۔

(۲) مکی بن ابی طالب قیسیؒ نے الف کو مستعلیہ کہا ہے۔

(۳) علامہ جزریؒ علامہ مکیؒ کی بات کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ الف بذات خود نہ مستعلیہ ہے اور نہ مستفلہ بلکہ یہ اپنے ماقبل کے تابع ہے ماقبل کا حرف مفخم ہو تو یہ بھی مفخم اور ماقبل مرقق حرف ہو تو یہ بھی مرقق ہوتا ہے اور اسی قول کی تائید علامہ

جزریؒ کے صاحبزادے علامہ احمد الجزریؒ الحواشی المفہمہ شرح المقدمۃ الجزریہ میں کرتے ہیں۔ اور اسی قول کے مؤید صاحب نہایۃ القول المفید اور صاحب فوائد مکیہ ہیں۔

سوال : علامہ جزریؒ کے قول کے مطابق تو الف نہ حرف مستعلیہ ہے نہ حرف مستفلہ تو پھر جمہور اس کو حرف مستفلہ کیوں قرار دے رہے ہیں؟

جواب : قاعدہ یہ ہے کہ الف اپنے ماقبل کو لازم ہوتا ہے ماقبل حرف کے وجود کے ساتھ اس کا وجود ہے اور ماقبل حرف کے عدم کے ساتھ الف کا بھی عدم وجود ہے اسی لیے الف کا ماقبل ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے۔ اسی طرح الف کو تفخیم وترقیق میں ماقبل کے تابع اس لیے کیا گیا ہے کہ اس میں کسی عضو کو دخل نہیں بلکہ اس کا مخرج مقدر یعنی جوف دہن ہے اس لیے اس کو تفخیم یا ترقیق سے موصوف نہیں کیا جاتا بلکہ ماقبل کے تابع کہا گیا ہے خلاصہ یہ نکلا کہ الف جس طرح ادائیگی میں ماقبل کا تابع ہے اسی طرح اپنی تفخیم وترقیق میں بھی ماقبل کا تابع ہے۔

رہی یہ بات کہ اس کو حروف مستفلہ میں کیوں شمار کیا گیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے قاعدہ کے مطابق جب یہ بیس حروف مستفلہ کے بعد آئے گا تو باریک پڑھا جائے گا جبکہ حروف مستعلیہ یا شبہ مستعلیہ کے بعد ہوگا تو الف بھی تفخیم میں ان کے تابع ہو جائے گا۔ پس چونکہ حروف مستفلہ زیادہ ہیں اور ان کی وجہ سے الف بھی زیادہ حالات میں مستفلہ آتا ہے اس وجہ سے الف کو مستفلہ کہہ دیا گیا۔

تفخیم وترقیق الف

سوال : الف کب پُر پڑھا جاتا ہے اور کب باریک؟

جواب : علامہ جزری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ الف نہ تو مفخم ہے اور نہ ہی مرقق ہے بلکہ یہ اپنے ماقبل کے تابع ہے۔

چنانچہ جب الف حروف مستفلہ کے بعد آئے گا تو باریک ادا ہوگا جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ حروف مستفلہ کا مجموعہ ان بائیس حروف پر مشتمل ہے "اُنْشُرْ حَدِيْثَ عِلْمِکَ سَوْفَ تُجَهِّزْ بَذَا۔"

البتہ حروف مستفلہ میں سے لام وراء بعض حالتوں میں پُر ہوتے ہیں یعنی لام و راء کے علاوہ بقایا انیس حروف کے بعد اگر الف آئے گا تو باریک پڑھا جائے گا جیسے کَانَ – کِتَابٌ وغیرہ اور یہ بھی یاد رہے کہ الف کے بعد الف آ ہی نہیں سکتا۔

الف ہمیشہ ساکن ماقبل مفتوح ہوتا ہے اور ہمیشہ لفظ کے درمیان یا آخر میں ہوتا ہے اس سے پہلے اگر زبر والا حرف موٹا ہو تو الف بھی موٹا ہوگا جیسے قَـالَ – رَانَ – طَالَ – شَطَطًا –– خَابَ – اَلْغَارِ – اَللّٰهُ – صَلْصَالٍ – ضَآلًّا وغیرہ۔

سات مستعلیہ حروف جو کہ ہمیشہ پُر پڑھے جاتے ہیں اور دو حروف لام وراء جن کی تفخیم عارضی ہوتی ہے۔ یہ نو حروف اگر الف سے قبل آئیں تو الف موٹا پڑھا جائے گا۔ عارضی تفخیم سے الف بھی متصف ہے مگر جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ الف سے قبل الف نہیں آسکتا۔

سوال : الف مفخمہ اور مرققہ کی غلط ادا کیا ہے؟

جواب : الف مفخمہ کے تلفظ میں مبالغہ نہیں کرنا چاہیے اس کی ادا میں اس قدر مبالغہ کرنا کہ انضمام شفتین ہو جائے اور واؤ کی مانند سنا جائے یہ غلط ہے۔

ایسے ہی وہ الف جو ترقیق سے پڑھا جا رہا ہے تو اس کی ترقیق میں بھی اتنا مبالغہ نہ کیا جائے کہ وہ مثل امالہ ہو جائے۔

فصل سوم: تفخیم وترقیق لام

سوال : لام کو پُر اور باریک کن حالتوں میں پڑھتے ہیں؟

جواب : لفظ اللہ کے لام سے قبل فتحہ اور ضمہ ہو تو لام پُر پڑھا جائے گا جیسے عَبْدُاللّٰہِ۔ یُعَلِّمُہُ اللّٰہُ۔ قَالُوا اللّٰھُمَّ۔ وَاللّٰہُ خَیْرٌ۔ اَللّٰہُ رَبُّنَا۔ ھُوَ اللّٰہُ۔ رَفَعَہُ اللّٰہُ۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ۔ آللّٰہُ وغیرہ۔

اور اگر لام سے قبل زیر ہو تو لام باریک ہو گا جیسے بِسْمِ اللّٰہِ۔ قُلِ اللّٰھُمَّ۔ یَفْتَحِ اللّٰہُ۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ۔ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ بِاللّٰہِ وغیرہ۔

نوٹ : لام کے ماقبل متصل ہو کر فتحہ یا کسرہ دونوں آتے ہیں لیکن ضمہ متصل ہو کر نہیں آتا جیسا کہ اوپر مثالوں سے بھی واضح ہوتا ہے۔

یہاں ضروری ہے کہ ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ لفظ اللہ کا لام کن حالتوں میں مفخم پڑھا جائے گا؟

(۱) ہمزہ مفتوحہ متصلہ جیسے اَللّٰہُ

(۲) فتحہ منفصلہ اصلیہ جیسے کَلَامَ اللّٰہِ

(۳) فتحہ منفصلہ عارضیہ جیسے مِنَ اللّٰہِ

(۴) ضمہ منفصلہ اصلیہ جیسے عَبْدُاللّٰہِ

(۵) ضمہ منفصلہ عارضیہ جیسے دَعَوُا اللّٰہَ

سوال : کیا لفظ اَللّٰہُ اور اَللّٰھُمَّ کے دونوں لام مفخم پڑھے جائیں گے؟

جواب : لفظ اللہ کے شروع میں لام تعریف ہے جس کا لام اسم الجلالہ میں تماثل کی وجہ سے ادغام ہوا۔ ادغام کی وجہ سے لام اسم الجلالہ کی تفخیم کے وقت لام تعریف

میں بھی تفخیم ہوگی اور دونوں لام مفخم پڑھے جائیں گے، ورنہ لام تعریف کو باریک پڑھنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ادغام نہیں ہوا جو غلط ہے۔ البتہ لام تعریف سے پہلے آنے والا حرف مرقق ہو تو اس کی ترقیق کو مکمل طور پر ظاہر کرنا ضروری ہے، جیسے هُوَ اللّٰهُ۔

نوٹ : کلام عرب میں لام اسم الجلالہ سے زیادہ کسی بھی لام بلکہ کسی بھی حرف میں تفخیم ظاہر نہیں ہوتی یہ تفخیم تعظیم واجلال کے ارادہ پر مبنی ہے۔

سوال : کیا لفظ اَللّٰهُ اور اَللّٰهُمَّ کے علاوہ لام مفخم ہوتا ہے؟

جواب : جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں کہ لفظ اَللّٰهُ اور اَللّٰهُمَّ کے لام سے قبل اگر زبر یا پیش یا الف ہو تو اس لام کو پُر پڑھا جاتا ہے بقایا تمام حالتوں میں لام میں ترقیق ہی اصل ہے۔

فصل چہارم: تفخیم وترقیق راء

ترقیق راء:

سوال : راء کتنی حالتوں میں باریک پڑھی جاتی ہے؟

جواب : راء سات حالتوں میں باریک پڑھی جاتی ہے:

(۱) راء مکسورہ غیر مشددہ (۲) راء مکسورہ مشددہ (۳) راء ساکن ماقبل مکسور (۴) راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مکسور (بحالت وقف) (۵) راء ساکن ماقبل یاء ساکن (بحالت وقف) (۶) راء ممالہ (۷) راء مکسورہ جس پر روم کی حالت میں وقف ہو۔

سوال : ان کی تفصیل بیان کریں؟

جواب : (۱) راء مکسورہ غیر مشددہ:

جب راء مکسورہ غیر مشددہ ہو تو راء باریک پڑھی جائے گی جیسے رِزْقًا۔

اَلْغَارِمِیْنَ۔ اَلْفَخَّارِ۔ رِجَالٌ وغیرہ۔

(۲) راء مکسورہ مشددہ:

وہ راء جو مکسورہ مشددہ ہو وہ بھی باریک پڑھی جائے گی جیسے دُرِّیٌّ۔ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیَاحَ۔ مِنْ رِّزْقٍ۔ اَلرِّجَالُ وغیرہ

(۳) راء ساکن ماقبل مکسور

وہ راء جو ساکن ہو اور اس سے پہلے کوئی حرف مکسور ہو جیسے شِرْعَۃً۔ مُقْتَدِرْ۔ نَصْبِرْ وغیرہ تو وہ راء بھی باریک پڑھی جائے گی۔

مگر اس راء کے باریک ہونے کی تین شرائط ہیں: (۱) کسرہ اصلی ہو۔ (۲) کسرہ اسی کلمہ میں ہو۔ (۳) مابعد حروف مستعلیہ نہ ہو۔ ان تین شرائط کے پائے جانے سے راء باریک ہوگی ورنہ پُر پڑھی جائے گی۔

کسرہ اصلی کی ضد کسرہ عارضیہ متصلہ ہوئی جیسے اِرْکَبْ۔ اِرْجِعِیْ۔

(۴) راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مکسور (بحالت وقف)

یعنی وہ راء جو بحالت وقف ساکن ہو اور اس سے ماقبل حرف بھی ساکن ہو اور اس ماقبل حرف ساکن سے قبل کا حرف مکسور ہو تو وہ راء بھی باریک ہوگی جیسے اَلسِّحْرْ۔ اَلشِّعْرْ۔ ذِی الذِّکْرْ وغیرہ۔

(۵) راء ساکن ماقبل یاء ساکن (بحالت وقف)

وہ راء ساکنہ جس کے ماقبل یاء ساکنہ آجائے وہ راء بھی بحالت وقف مرققہ ہوگی جیسے خَبِیْرْ۔ قَدِیْرْ۔ بَشِیْرْ۔ بَصِیْرْ وغیرہ

(٦) راء ممالہ

یعنی وہ راء جو کہ امالہ کی وجہ سے یاء کی جانب مائل ہو روایت حفص میں اس کی صرف ایک ہی مثال ہے مَجْرٖھَا۔

(٧) راء مکسورہ بحالت وقف بالروم

یعنی وہ زیر والی راء جس پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے جیسے وَالْفَجْرِ ۝ - وَالْعَصْرِ وغیرہ۔

سوال : راء ساکن ماقبل مکسور کے باریک پڑھے جانے کی جو تین شرائط بیان کی گئیں ان کی وضاحت کریں؟

جواب : جیسا کہ ہم بتا آئے ہیں کہ اس راء کے باریک ہونے کی تین شرائط ہیں:

(۱) کسرہ اصلی ہو (۲) کسرہ اسی کلمہ میں ہو (۳) مابعد حروف مستعلیہ نہ ہو۔

(۱) کسرہ عارضیہ متصلہ

یعنی کسرہ اگر اصلی نہ ہو بلکہ ہمزہ وصلی ہونے کی وجہ سے عارضی ہو اور یہ کسرہ اسی کلمہ میں ہو جس میں راء ساکنہ ہے جیسے اِرْكَبْ - اِرْجِعِىْٓ تو ان کلمات کی راء پُر پڑھی جائے گی۔

(۲) کسرہ منفصلہ:

یعنی کسرہ اسی کلمہ میں نہ ہو بلکہ ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو اس کی دو اقسام ہیں۔

اول۔ **کسرہ عارضیہ منفصلہ** : یعنی راء ساکنہ سے پہلے پڑھا جانے والا کسرہ راء

ساکنہ والے کلمہ میں نہ ہو بلکہ اس سے پہلے کلمہ کے آخر میں ہو اور وہ اصلی نہ ہو بلکہ اجتماع ساکنین کی وجہ سے عارض ہوا ہو جیسے اَمِ ارْتَابُوْا - اِنِ ارْتَبْتُمْ وغیرہ۔

دوم۔ کسرہ منفصلہ اصلیہ : یعنی راء ساکنہ سے پہلے والے کلمہ کے آخر میں کسرہ اصلی ہو عارضی نہ ہو جیسے رَبِّ ارْحَمْهُمَا - رَبِّ ارْجِعُوْنِ اور اَلَّذِی ارْتَضٰی قرآن میں اس قسم کی یہی تین مثالیں ہیں۔ ان دونوں اقسام میں بھی راء پُر پڑھی جائے گی۔

(۳) راء ساکن مابعد حروف مستعلیہ

یعنی وہ راء ساکنہ بعد الکسر حرف مستعلیہ سے قبل واقع نہ ہو ورنہ وہ راء باریک نہ ہوگی بلکہ مستعلیہ حرف کی وجہ سے مفخم پڑھی جائے گی جیسے اِرْصَادًا - لَبِالْمِرْصَادِ - مِرْصَادًا - قِرْطَاسٍ - فِرْقَةٍ - قرآن میں یہ پانچ مثالیں ہی اس قسم کی آئی ہیں لیکن اگر راء ساکن ماقبل کسرہ اور مابعد حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو جیسے فَاصْبِرْ صَبْرًا - وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ - وَاَنْذِرْ قَوْمَكَ تو راء بالاتفاق باریک ہی ہوگی۔

تفخیم راء

سوال : راء کتنی حالتوں میں مفخم ادا کی جاتی ہے؟

جواب : راء بارہ حالتوں میں مفخم ہوتی ہے۔

(۱) راء مفتوحہ غیر مشددہ (۲) راء مضمومہ غیر مشددہ (۳) راء مفتوحہ مشددہ (۴) راء مضمومہ مشددہ (۵) راء ساکن ماقبل مفتوح (۶) راء ساکن ماقبل مضموم (۷) راء ساکن ماقبل کسرہ عارضی (۸) راء ساکن ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں (۹) راء ساکن ماقبل کسرہ مابعد حرف مستعلیہ (۱۰) راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مفتوح

(بحالت وقف) (۱۱) راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مضموم (بحالت وقف)

(۱۲) راء مضمومہ جس پر روم کے ساتھ وقف ہو۔

سوال : اب ان بارہ حالتوں کی تفصیل بیان کریں؟

جواب : (۱) راء مفتوحہ غیر مشددہ: اول کلمہ میں ہو یا آخر میں یا وسط کلمہ میں تینوں حالتوں میں راء مفتوحہ غیر مشددہ مفخم ہوگی جیسے رَحِيْمٌ - اَلتَّوْرٰىةَ - اَلْقَمَرَ وغیرہ

(۲) راء مضمومہ غیر مشددہ: یہ بھی اول کلمہ میں ہو یا آخر میں یا وسط کلمہ میں تینوں حالتوں میں مفخم ہوگی جیسے رُدُّوْا - بَشَرٌ - فَعَقَرُوْهَا - اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ وغیرہ

(۳) راء مفتوحہ مشددہ: راء مفتوحہ مشددہ بھی مفخم ہوتی ہے۔ جیسے اَلرَّحْمٰنُ - فَرَّقُوْا - فَمَنِ اضْطُرَّ وغیرہ

(۴) راء مضمومہ مشددہ: راء مضمومہ مشددہ بھی مفخم ہوتی ہے جیسے مُسْتَقِرٌّ - مَرُّوْا - مُسْتَمِرٌّ وغیرہ۔

(۵) راء ساکنہ ماقبل مضموم: ایسی راء جو ساکن ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو وہ بھی مفخم ہوگی جیسے اَلْقُرْاٰنُ - كُرْسِيُّهُ - اَلْفُرْقَانَ وغیرہ۔ اسی طرح وہ راء جو وقف کی وجہ سے ساکن ہو (یعنی سکون عارضی) اور اس کا ماقبل مضموم ہو تو وہ راء بھی مفخم ہوگی جیسے اَلنُّذُرُ - خواہ وقف بالاسکان ہو یا وقف بالاشمام ہو اور خواہ یہ راء موقوفہ مشددہ ہو جیسے اَلضُّرُّ

(٦) راء ساکنہ ماقبل مفتوح: ایسی راء جو ساکن ہو (یعنی سکون اصلی) اور اس کا ماقبل مفتوح ہو وہ بھی مفخم ہوگی جیسے بَرْقٌ - اَرْسَلَ - خَرْدَلٍ وغیرہ اسی طرح وہ راء جو وقف کی وجہ سے ساکن ہو (یعنی سکون عارضی) اور اس کا ماقبل مفتوح ہو تو وہ راء بھی مفخم ہوگی جیسے اَلْقَمَرُ - خواہ وقف بالاسکان ہو یا وقف بالاشمام ہو اور خواہ یہ راء

موقوفہ مشدد ہو یا مخفف جیسے اَمَرّ۔

(۷) راء ساکنہ ماقبل کسرہ عارضیہ: ایسی راء جس کا ماقبل کسرہ عارضی ہو وہ بھی مفخم ہوں گی۔ جیسے اِرْجِعْ۔ اِرْتَبْتُمْ وغیرہ

(۸) راء ساکنہ ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں: ایسی راء ساکنہ جس سے پہلے والے کلمہ کے آخر کا حرف مکسور ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ۔ مَنِ ارْتَضٰی تو ایسی صورتوں میں راء مفخم ہوگی۔

دوسرے کلمہ میں کسرہ منفصلہ اصلیہ جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ (اور دوسرے کلمہ میں کسرہ منفصلہ عارضیہ جن کی مثالیں اوپر گزری ہیں۔) ان دونوں صورتوں میں راء پُر پڑھی جائے گی۔

(۹) راء ساکن ماقبل کسرہ مابعد حرف مستعلیہ: ایسا حرف جو کہ مکسور ہو اور اس کے بعد راء ساکنہ آ جائے اور اس کے مابعد کا حرف حروف مستعلیہ یعنی "خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ" میں سے ہو تو وہ راء بھی پُر پڑھی جائے گی جیسے قِرْطَاسٍ۔ فِرْقَةٍ۔ مِرْصَادًا۔ اِرْصَادًا وغیرہ

(۱۰) راء ساکن ماقبل ساکن ماقبل مفتوح (بالوقف): ایسی راء جو کہ وقف کی حالت میں ساکن ہو اور اس کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اس ماقبل ساکن سے پہلا حرف مفتوح ہو تو ایسی راء بھی مفخم ہوگی جیسے اَلدَّارْ۔ اَلْقَرَارْ۔ وَالْفَجْرْ۔ وَالْعَصْرْ

(۱۱) راء ساکنہ ماقبل ساکن ماقبل مضموم (بالوقف): ایسی راء جو کہ وقف کی حالت میں ساکن ہو اور اس کا ماقبل بھی ساکن ہو اور اس ماقبل ساکن سے پہلا حرف مضموم ہو تو ایسی راء بھی مفخم ہوگی جیسے بِكُمُ الْعُسْرْ۔ تَفُوْرْ۔ اَلصُّدُوْرْ وغیرہ

(۱۲) راء مضمومہ جس پر بالروم وقف کیا جائے: وہ راء مضمومہ جس پر روم کے ساتھ وقف کیا جائے تو اسے پُر پڑھیں گے جیسے مُنْتَصِرٌ وغیرہ۔ وقف بالروم کی مزید تفصیل وتوضیح انشاءاللہ باب الوقف میں بیان ہوگی۔

تفخیم وترقیق کے لحاظ سے مختلف فیہ راءات

سوال : راء کی وہ کون سی حالتیں ہیں جس میں وہ پُر اور باریک دونوں طرح پڑھی جاسکتی ہے؟

جواب : درج ذیل کلمات کی راء کو تفخیم اور ترقیق دونوں طرح سے ادا کیا جا سکتا ہے: (۱) کُلُّ فِرْقٍ: فِرْقٍ کی راء کو وقفاً وصلاً تفخیم وترقیق دونوں طرح پڑھا جاسکتا ہے۔

نوٹ: اب اس کے بعد آنے والے تمام کلمات میں راء کو وقفاً پُر وباریک دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے اور حالت وصل میں حرکت کا اعتبار ہوگا۔

(۲) مِصْرَ: (یوسفؑ دوجگہ۔ الزخرف۔ یونسؑ)

(۳) عَيْنَ الْقِطْرِ: (السباء)

(۴) اَنْ اَسْرِ: (طٰہٰ۔ الشعراء)

(۵) فَاَسْرِ: (ہودؑ۔ الدخان۔ الحجر)

(۶) اِذَا يَسْرِ: (الفجر)

(۷) نُذُرِ: (القمر میں چھ جگہ)

(۸) اَلْجَوَارِ (الرحمٰن۔ الشوریٰ۔ التکویر)

نوٹ : مِصْرًا (البقرہ) کا حکم یہ ہے کہ اس میں خلف نہیں بلکہ یہ وقفاً وصلاً

پُر ہی پڑھی جائے گی۔

- لام اور راء کی تفخیم وترقیق سے متعلق کچھ اشکالات اور انکے جوابات

سوال: لفظ اللہ کے ماقبل اگر کسرہ منفصلہ جیسے بِسْمِ اللّٰهِ یا عارضیہ جیسے قُلِ اللّٰهُمَّ آ جائے تو لام باریک ہی رہتا ہے مگر کیا وجہ ہے کہ راء سے ماقبل اگر کسرہ منفصلہ جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ یا عارضیہ جیسے اِرْجِعِیْ ہو تو راء پُر پڑھی جاتی ہے۔

جواب: لفظ اَللّٰهُ کے ماقبل اگر کسرہ منفصلہ یا عارضیہ آ جائے تو لام باریک ہی رہتا ہے مگر راء سے ماقبل اگر کسرہ منفصلہ یا عارضیہ ہو تو وہ راء مفخم ہی رہتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کسرہ ضعیف ہوتا ہے جو راء کو اس کی اصل یعنی تفخیم سے پھیرنے کی قوت نہیں رکھتا اور لام میں ترقیق اصل ہے تو کسرہ ضعیفہ بھی ترقیق کا سبب بن جاتا ہے۔

سوال: راء کے ماقبل کسرہ منفصلہ یا عارضیہ آ جانے سے راء اپنی اصل سے نہیں پھرتی یعنی کسرہ منفصلہ یا عارضیہ کو تفخیم میں عامل نہیں مانا گیا جب کہ عارضی فتحہ (منفصلہ یا متصلہ) یا ضمہ (منفصلہ) لفظ اَللّٰهُ کے ماقبل آئیں تو لفظ اَللّٰهُ کا لام پُر ہو جاتا ہے حالانکہ یہ دونوں حرکات بھی منفصل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہیں ان دونوں حرکات منفصلہ کو لفظ اَللّٰهُ کی تفخیم میں عامل کیوں مانا گیا ہے؟ عامل باوجود ضعیف ہونے کے لفظ اَللّٰهُ کے لام کو اس کی اصل یعنی ترقیق کی طرف کیوں نہیں پھیرتے ہیں؟

جواب: لام اپنی تفخیم والی صورتوں میں بذات خود مفخم ہے نہ یہ کہ یہ تفخیم خلاف اصل ہے۔ علامہ جزریؒ نے لام مفخم کو شبہ مستعلیہ اور علامہ مرعشیؒ نے مستعلیہ کہا ہے اور لام میں ترقیق اصل ہونے کا یہ مطلب لیا جائے کہ وہ اکثر احوال میں مرقق ہوتا ہے اور راء میں تفخیم اس لیے اصل ہے کہ وہ اکثر احوال میں مفخم ہوتی ہے۔

سوال : لفظ اَللّٰہُ کے ماقبل فتحہ یا ضمہ آئیں تو لفظ اَللّٰہُ کو پُر کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب : لفظ اَللّٰہُ کا فتحہ یا ضمہ کے بعد مفخم اور کسرہ کے بعد مرقق ہونے کا قاعدہ تمام قراء کے یہاں متفق علیہ ہے۔ تفخیم کی وجہ اس اسم شریف کی تعظیم ہے اور اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ نام معبود برحق ہی کے ساتھ خاص ہے۔

دوسرا جواب : یہ ہے کہ اَللَّاتَ جو کہ بت کا نام ہے، پر اگر تاء کو ھاء سے بدل کر وقف کیا جائے جیسا کہ امام کسائی کے یہاں ہوتا ہے تو اسم الجلالہ کی تفخیم ہی سے دونوں میں فرق ہوتا ہے۔ (نہایۃ القول المفید)

تیسرا جواب : یہ ہے کہ اَللّٰہُ اسم الجلالہ اور اَللَّاہُ لَھَا یَلْھُوْ سے صیغہ اسم فاعل میں فرق ہو سکے۔ (شرح شاطبیہ للقاری)

سوال : لام اسم الجلالہ کے ماقبل اگر فتحہ یا ضمہ ہو تو اسے پُر پڑھتے ہیں اور تفخیم کی وجہ اس اسم شریف کی تعظیم ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کسرہ کے بعد لام اسم الجلالہ کو مرقق پڑھا جاتا ہے۔ اس وقت بھی اس اسم شریف کی تعظیم کے لیے تفخیم کو کیوں اختیار نہیں کیا جاتا؟

جواب : لام اسم الجلالہ سے قبل کسرہ آ جائے تو بالاتفاق باریک پڑھا جاتا ہے کیونکہ کسرہ کی ادائیگی کے بعد لام کی تفخیم میں ارتفاع لسان (زبان کو اوپر اٹھانا) ثقیل اور مشکل ہے۔ (نہایۃ القول المفید ص ۹۴)

دوسری وجہ علامہ شاطبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَكُلٌّ لَدَى اسْمِ اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ كَسْرَةٍ
يُرَقِّقُهَا حَتّٰى يَرُوقَ مُرَتَّلَا

یعنی اور تمام قراء اسم الجلالہ میں کسرہ کے بعد ترقیق اختیار کرتے ہیں تاکہ وہ وضاحت کے ساتھ پڑھے جانے کی وجہ سے خوشنما معلوم ہو۔

معلوم ہوا کہ اسم الجلالہ جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو اسے اسی لیے باریک پڑھتے ہیں تاکہ کسرہ کی ترقیق کے بعد لام کی تفخیم ناگوار معلوم نہ ہو۔

یہ توجیہات اپنی جگہ پر، مگر حقیقت یہ ہے کہ زمانہ قبل از اسلام سے ہی لفظ اللہ کا تلفظ ایسے ہی چلا آتا ہے کہ فتحہ اور ضمہ کے بعد مفخم اور کسرہ کے بعد مرقق پڑھا جائے اور بعد از اسلام بھی یہ طریقہ ادا اسی طرح برقرار رہا۔ علامہ جزریؒ علامہ دانیؒ کی جامع البیان سے نقل فرماتے ہیں:

''فتحہ ضمہ کے بعد اسم الجلالہ میں تفخیم کو صدیوں سے ہر آنے والا اپنے دور ماضی کے سلف سے نقل کرتا چلا آ رہا ہے۔'' (النشر ج۲ ص ۱۱۵، ۱۱۶)

سوال : لفظ اللہ کی صحیح ادائیگی کس طرح ہوگی؟

جواب : لفظ اللہ کا لام اول، لام تعریف ہے جس کا لام اسم الجلالہ میں تماثل کی وجہ سے ادغام ہوا اور ادغام کی وجہ سے لام اسم الجلالہ کی تفخیم کے وقت لام تعریف میں بھی تفخیم ہوگی اگر لام تعریف کو باریک پڑھا گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ادغام نہیں ہوا جو غلط ہے۔ البتہ لام تعریف سے قبل اگر آنے والا حرف مرقق ہو تو اس کی ترقیق کو پوری طرح ادا کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح آخر میں حرف ھاء کو بھی تفخیم سے بچانا ضروری ہے۔ البتہ لام کے بعد والا الف مفخم ہی ہونا چاہیے۔

سوال : راء مکسورہ کی درج بالا حالتوں کو ترقیق سے ہی کیوں پڑھا جاتا ہے اسی طرح راء ساکن ماقبل یاء ساکن ہو تو راء کو بحالت وقف مرقق کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب : کسرہ انخفاض فم وصوت سے ادا ہوتا ہے اور ترقیق کا تعلق بھی زبان کے نیچے رہنے سے ہے کیونکہ زبان کو تالو کی طرف بلندی تفخیم میں ہوتی ہے۔ لہٰذا کسرہ کے مناسب ترقیق ہوئی۔

یہی علت یاء ساکنہ میں بھی پائی جاتی ہے کہ وہ خواہ مدہ ہو یا لین ہو اس کی آواز

میں ترقیق ہوتی ہے نتیجہ یہ نکلا کہ یاء لین کے بعد بھی راء موقوفہ باریک ہی پڑھی جائے گی۔اس لیے یاء ساکنہ کو کسرتین کے قائم مقام کہا جاتا ہے۔

سوال: بعض حضرات نے تفخیم راء میں صفت تکریر کو بھی اصل سبب کہا ہے۔ کیا راء کو پُر پڑھنے میں صفت تکریر کا کوئی دخل ہے؟

جواب: صفت تکریر کو راء میں تفخیم کے اصل ہونے کا سبب قرار دینا صحیح نہیں کیونکہ تکرار کا وجود تو فی الحقیقت راء ساکنہ یا مشددہ میں ہوتا ہے اور متحرکہ خفیفہ میں تو نہایت غیر واضح ہوتا ہے۔صفت تکریر کی تعریف میں کہا گیا ہے کہ ''راء کی اداء کے وقت طرف لسان میں ارتعاش ہو'' پس زبان کے ارتعاش سے تفخیم کا کوئی تعلق نہیں اور جو حضرات صفت تکریر کو تفخیم کا سبب قرار دیتے ہیں ان کا بیان صحیح نہیں۔

سوال: راء مفتوح و مضموم والی حالتوں کو تفخیم سے ہی کیوں پڑھا جاتا ہے۔

جواب: فتحہ انفتاح فم وصوت سے ادا ہوتا ہے اور ضمہ انضمام شفتین سے ادا ہوتا ہے جبکہ تفخیم کا تعلق بھی زبان کے تالو کی طرف بلند ہونے سے ہے لہٰذا ان دونوں حرکات کے مناسب تفخیم ہی ہوئی۔

سوال: راء ساکن ماقبل کسرہ عارضی یا کسرہ منفصلہ ہو تو راء کو پُر کیوں پڑھا جاتا ہے۔

جواب: جیسا کہ بتایا جا چکا ہے کہ راء میں تفخیم اصل ہے۔جبکہ راء ساکن ماقبل کسرہ عارضی یا کسرہ منفصلہ میں وہ قوت نہیں جو راء کو اپنی اصل سے پھیر دے۔ کیونکہ اصل سے پھیرنے کے لیے کوئی قوی سبب ہونا چاہیے۔جبکہ کسرہ عارضیہ یا کسرہ منفصلہ ضعیف ہوتے ہیں۔

سوال : فِرْقَةٍ - قِرْطَاسٍ - مِرْصَادًا اور اِرْصَادًا میں راء ساکن ماقبل کسرہ اصلی ہونے کے باوجود راء کو تفخیم سے کیوں پڑھا جا رہا ہے؟

جواب : ان چاروں کلمات میں بے شک راء ساکن ماقبل کسرہ اصلی ہی ہے لیکن راء ساکنہ کے بعد حروف مستعلیہ کی مجاورت کی وجہ سے ان کلمات کی راء کو پُر پڑھا گیا ہے۔ تاکہ راء کو پُر پڑھنے کے بعد حروف مستعلیہ کی تفخیم کو بھی علیٰ وجہ الکمال ادا کیا جا سکے۔ بصورت دیگر اگر ہم ان حالتوں میں راء کو ترقیق سے ادا کریں تو حروف مستعلیہ کی فخامت صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے گی۔

سوال : الف لام اور راء صفات لازمہ میں حروف مستفلہ میں سے ہیں۔ استفال کو ترقیق لازم ہے صفت لازمہ کا مطلب تو یہ ہے کہ وہ صفت اس حرف میں ہمیشہ ہر حال میں پائی جائے پھر کیا ان تینوں حروف میں بعض صورتوں میں تفخیم عارض ہونے سے ان کا مستفلہ مرققہ ہونا باطل نہیں ہوتا ہے؟

جواب : یہ تفخیم صفت عارضہ کی وجہ ہے اور استفال کی وجہ سے ترقیق کا پایا جانا صفت لازمہ ہے لہٰذا دونوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ نَصْرٌ کی راء باعتبار ذات کے مرقق اور باعتبار صفت عارضہ کے مفخم ہے اس قسم کی ضدوں کا اجتماع عقلاً ممکن ہے۔ یہ جواب تو لام وراء میں ہوا اور الف میں صحیح جواب یہ ہے کہ وہ نہ مستعلیہ ہے نہ مستفلہ بلکہ اپنے ماقبل کے تابع ہے۔

علامہ جزریؒ اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ تفخیم کے وقت لام وراء شبہ مستعلیہ ہیں۔ اس جواب کی بنیاد پر استعلاء واستفال کے درمیان شبہ استعلاء ایک درمیانی صفت پیدا ہو گی جو شدت ورخاوت کے درمیان صفت توسط کی مانند ہوئی۔

علامہ مرعشیؒ جہد المقل میں فرماتے ہیں کہ تفخیم کی حالت میں لام وراء حروف

مستعلیہ میں سے ہیں۔ اس جواب کی رو سے لام وراء کی حالت استعلاء و استفال دونوں میں مانی ہوگی جیسا کہ بعض حروف کے مختلف حالتوں میں مختلف مخرج ہیں مثلاً واؤ مدہ اور غیر مدہ کے دو مخرج ہیں۔

یہ تینوں جواب اپنی جگہ صحیح ہیں مگر میں یہ کہتا ہوں کہ لام وراء کا پُر پڑھا جانا ان کی عارضی صفت ہے۔ لہٰذا یہ اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ جب استفال صفت لازمی ہے تو یہ تفخیم ان حروف میں کیوں پیدا ہوئی۔ بات یہ ہے کہ کسی شے کی ایک اصلی حالت ہوتی ہے اور ایک عارضی۔ حالت اصلیہ کے لحاظ سے تو یہ حروف مستفلہ ہی ہیں اس وجہ سے ان حروف کی باریکی کسی سبب پر موقوف نہیں اور تفخیم چونکہ خلاف اصل اور عارضی ہے اس لیے وہ کسی سبب وشرط پر موقوف ہے لہٰذا بیک وقت دو متضاد صفتوں کا اجتماع نہ ہوا۔ کیونکہ حیثیت بدل گئی یعنی اصلی اور عارضی ہونے کا فرق۔

سوال : جب راء میں اصل صفت استفال ہے تو راء میں تفخیم کو اصل کیوں کہا جاتا ہے؟ ترقیق کہنا چاہیے؟

جواب : راء میں تفخیم کا اصل ہونا اکثر احوال کے اعتبار سے ہے یعنی راء میں اکثر احوال میں تفخیم ہوتی ہے لہٰذا تفخیم کو اصل کہہ دیا اور لام میں اکثر احوال میں ترقیق ہوتی ہے لہٰذا لام میں ترقیق کو اصل کہہ دیا۔ یعنی صفت ذاتی کے اعتبار سے تفخیم اصل نہیں بلکہ صفت عارضی کے اعتبار سے تفخیم اصل ہے۔ اصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ترقیق کے مقابلہ میں تفخیم زیادہ وارد ہے۔

سوال : بعض حضرات راء مشدد کو دو راء شمار کر کے پڑھتے ہیں جیسے شَرِّ کہ اس میں راء اول کو ماقبل فتحہ کی وجہ سے پُر اور دوسری راء کو باریک پڑھتے ہیں ایسے ہی سِرًّا میں بھی راء اول کو ماقبل کسرہ کی وجہ سے باریک اور راء ثانی کو پُر پڑھتے ہیں۔ راء

مشددہ کا کیا حکم ہے؟

جواب : راء مشددہ حکم میں ایک راء کی مانند ہی ہے۔ پس خود اس کی حرکت کا اعتبار کر کے اس کو پُر یا باریک پڑھیں گے اور جو لوگ اس کو دو راء سمجھتے ہیں یعنی پہلی کو ساکن اور دوسری کو متحرک تو یہ صریحاً غلط ہے۔ حاصل یہ کہ راء مشدد مفتوح اور مضموم کو پُر پڑھا جائے گا جبکہ راء مشدد مکسور کو باریک پڑھا جائے گا۔

سوال : کُلُّ فِرْقٍ میں تفخیم و ترقیق کیوں جائز ہے جبکہ مابعد حرف مستعلیہ بھی آ رہا ہے؟

جواب : علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ فِـرْقٍ کی راء کو حرف مستعلیہ کی وجہ سے بعض لوگ مفخم پڑھتے ہیں مگر اس کو ترقیق سے پڑھنا زیادہ بہتر ہے کیونکہ حرف استعلاء کے مکسور ہونے کی وجہ سے فخامت ضعیف ہو گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ ترقیق اولیٰ ہے اور تفخیم قیاس کی رو سے صحیح ہے اور یہ تفخیم و ترقیق وصلاً و وقفاً ہے۔

سوال : مختلف فیہ آٹھ کلمات میں بحالت وقف تفخیم و ترقیق کیوں جائز ہے؟

جواب : فَاَسْرِ ـ اَنْ اَسْرِ ـ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ اور وَ نُذُرِ اور اَلْجَوَارِ پانچوں کلمات میں راء پر وقف اگر بالاسکان کیا جائے تو راء میں تفخیم اور ترقیق دونوں جائز ہیں۔ یہ پانچوں کلمات اصل میں یاء کے ساتھ ہیں۔ پہلے دو کلمے اَسْرِیْ تھے آخر سے یاء مدہ حالت بنائی کی وجہ سے حذف ہو گئی۔

يَسْرِ بھی اصل میں يَسْرِیْ تھا رعایت فواصل کی وجہ سے یاء حذف ہوئی۔ اسی طرح وَ نُذُرِ اصل میں وَ نُذُرِیْ تھا یاء اضافت رعایت فواصل کی وجہ سے حذف کی گئی۔

راء پر سکون عارض ہونے اور ماقبل مفتوح یا مضموم ہونے کی وجہ سے تفخیم ہے

اور کلمہ کی اصل پر دلالت کرنے کے لیے اور اس وجہ سے کہ آخر سے یاء کا حذف عارضی ہے اور عارضی حذف کو معتبر نہ سمجھتے ہوئے بلکہ اس یاء کو مثل باقی کے قرار دے کر راء کو باریک بھی پڑھا گیا ہے۔

اَلْجَوَارِیْ کی یاء متطرفہ بھی بقاعدہ قَاضٍ حذف ہوئی ہے۔ علامہ جزریؒ ترقیق کو ترجیح دیتے ہیں فرماتے ہیں:

"وَکَذَالِکَ الْحُکْمُ فِیْ وَالَّیْلِ اِذَا یَسْرِ فِی الْوَقْفِ بِالسُّکُوْنِ عَلٰی قِرَآءَ ةِ مَنْ حَذْفِ الْیَآءِ. فَحِیْنَئِذٍ یَکُوْنُ الْوَقْفُ عَلَیْهِ بِالتَّرْقِیْقِ اَوْلٰی۔" (النشر ج۲ص۱۱۱)

مِصْرَ اور عَیْنَ الْقِطْرِ میں وقف بالاسکان کی صورت میں دو وجوہ ہیں۔

(۱) عام قاعدہ کے مطابق ترقیق کیونکہ راء موقوفہ سے قبل حرف ساکن ہے اور اس سے پہلے میم اور قاف پر کسرہ ہے ذِی الذِّکْرْ اور وَلَا بِکْرٌ کی مانند۔

(۲) عام قاعدہ کے خلاف تفخیم کیونکہ راء سے قبل حرف ساکن صاد اور طاء ہیں جو حروف مستعلیہ میں سے ہیں پس تفخیم اس لیے ہوئی کہ مابعد کی طرح ماقبل کے مستعلیہ کو بھی تفخیم کے لیے سبب سمجھ لیا گیا ہے اور ان دونوں کلمات میں وقفاً دونوں وجوہ صحیح ہیں لیکن ترجیح اس وجہ کو ہے جو راء کی اپنی حرکت کے موافق ہے۔

پس عام اہل تحقیق کے یہاں وصل اور اصل کے اعتبار سے مِصْرَ میں تفخیم اولیٰ ہے اور اَلْقِطْرِ میں ترقیق بہتر ہے کیونکہ مِصْرَ کی راء وصل میں مفتوح و مفخم اور اَلْقِطْرِ کی راء وصلاً مکسور و مرقق پڑھی جاتی ہے۔

سوال : اگر راء ساکنہ سے قبل کسرہ منفصلہ ہو تو راء پُر ہوتی ہے جیسے مَنِ ارْتَضٰی مگر لام اسم الجلالہ سے قبل اگر اس قسم کا کسرہ ہو جیسے مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ تو وہ

باریک پڑھا جاتا ہے ایسا کیوں ہے؟

جواب: لام میں اصل ترقیق ہی ہے لہٰذا کسرہ خواہ ضعیف ہی ہو لام اپنی اصل یعنی ترقیق پر قائم رہے گا اور راء میں اصل تفخیم ہے لہٰذا اس کو اصل سے پھیرنے کے لیے کوئی قوی سبب چاہیے اور کسرہ عارضیہ یا کسرہ منفصلہ ضعیف ہوتا ہے۔

سوال: لام میں اصل ترقیق تو ٹھیک ہے مگر راء میں اصل تفخیم کیوں ہے؟ جبکہ صفات لازمہ کے لحاظ سے وہ بھی لام کی طرح مستفلہ ہے؟

جواب: راء میں اس کی اپنی عارضی حالت کے لحاظ سے یہ تفخیم اصل ہے اور اصل اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ راء اکثر حالات میں پُر ہوتی ہے جیسا کہ راء مفخمہ کے بیان سے ظاہر ہوا۔

جبکہ لام میں اصل ترقیق ہے کیونکہ اکثر حالات میں وہ باریک ہی ہوتا ہے یا راء میں تفخیم اس لیے اصل ہے کہ اس میں پشت زبان کو بھی دخل ہے جو فی الجملہ اطباق کا محل ہے۔

سوال: پشت زبان کا تو راء کی ادائیگی میں ہمیشہ دخل ہے جیسا کہ راء کے مخرج میں بتایا بھی جاچکا ہے' پھر اس کو تفخیم کے ساتھ ہی کیوں خاص کیا گیا؟

جواب: یہ صحیح ہے کہ راء کا ظہر لسان (پشت زبان) سے تعلق ہے لیکن یہ راء کا تلفظ کرنے والے کی حالت پر موقوف ہے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ صرف طرف لسان پر اعتماد کرے اور اس طرح راء باریک ادا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظہر لسان پر اعتماد کرے اور راء مفخم ہو' چنانچہ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا۔

راء مفتوحہ یا مضمومہ کو اگر طرف لسان سے ادا کیا جائے اور ساتھ ہی راء کو مفخم بھی کرنا چاہیں تو راء مفخم نہیں ہو سکے گی۔ البتہ اگر ظہر لسان پر اعتماد کیا تو راء یقیناً مفخم ہو

جائے گی اور ایسی حالت میں ترقیق نہ ہو سکے گی۔

اعتماد سے مراد یہ ہے کہ تفخیم والی حالتوں میں ظہر لسان کا تعلق قوی ہوگا اور طرف لسان کا تعلق ضعیف ہوگا جبکہ ترقیق والی حالتوں میں طرف لسان کا تعلق قوی اور ظہر لسان کا تعلق ضعیف ہوگا۔

ایسے ہی راء مکسورہ کے کسرہ میں راء کو تفخیم سے بچانے کی کوئی قوت نہ ہوگی، جب کہ اس کو ظہر لسان سے ادا کیا جائے اور کسرہ کی حالت میں راء کی تفخیم کا وقوع اسی لیے نہیں کہ اہل زبان کے یہاں یہ قبیح ہے۔

حاصل بحث یہ کہ کلام عرب میں راء مکسورہ کو طرف لسان سے ادا کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ باریک ہوتی ہے اور مفتوح ومضموم ہونے کی حالت میں ظہر لسان پر اعتماد ہوتا ہے جس کی وجہ سے تفخیم پیدا ہوتی ہے اور یہ بھی ہوا ہے کہ فتحہ وضمہ کی حالت میں کسی سبب کی بناء پر راء کو طرف لسان سے ادا کیا گیا اور راء باریک ہوئی جیسا کہ روایت ورش میں راء مرقق ہوتی ہے۔

سوال : اگر واؤ مدہ سے قبل کوئی حرف مفخم آئے تو واؤ مفخم ہوگا یا مرقق؟

جواب : چونکہ مدہ کے حروف واؤ اور یاء میں فی الجملہ عضو کا عمل باقی رہتا ہے اسی لیے وہ اپنے ماقبل کے تابع نہ ہوں گے بلکہ بہرحال باریک پڑھے جائیں گے۔

علماء تجوید واؤ کی تفخیم کے قائل نہیں ہیں اور مفخم حرف کے طور پر حروف مدہ میں صرف الف ہی کا ذکر کتب فن میں موجود ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ واؤ ہر حال میں باریک ہی ہے۔

حرف مفخم جیسے وَالطُّوْرِ یا مَسْطُوْرٍ یا مَرْصُوْصٌ وغیرہ میں زبان تالو کی طرف بلند ہوگی اور واؤ کی ادائیگی میں تالو سے نیچے کی طرف مائل ہو جائے گی جس سے اس میں ترقیق پیدا ہو جائے گی جو اصل ہے۔

فصل پنجم: مراتب تفخیم

سوال : تفخیم کے کتنے مراتب ہیں؟

جواب : تفخیم کے دو مراتب ہیں:

(۱) تفخیم اقویٰ (۲) تفخیم قوی

سوال : دونوں مراتب کی وضاحت کریں؟

جواب : (۱) تفخیم اقویٰ: تفخیم اقویٰ کا مطلب ہے کہ ایسی تفخیم جو حروف مستعلیہ مطبقہ میں پائی جائے اور اس کی ادائیگی میں اقصیٰ لسان کو تالو کی طرف بلند کرنے کے علاوہ وسط لسان کو تالو سے متصل کرنا چاہیے تاکہ کامل اور اقویٰ تفخیم ہو۔ حروف مستعلیہ مطبقہ میں تفخیم بہت زیادہ قوی ہوگی۔

(۲) تفخیم قوی: اس تفخیم کا مطلب ہے کہ حروف مستعلیہ غیر مطبقہ کی ادائیگی میں جو تفخیم پائی جائے وہ تفخیم قوی کہلائے گی اس کی ادائیگی میں اقصیٰ لسان تو تالو کی طرف بلند ہوگی مگر وسط لسان تالو سے متصل نہیں ہوگی اور یہ تفخیم حروف مستعلیہ مطبقہ کے مقابلہ میں کم ہوگی۔

سوال : تفخیم اقوی کے حامل حروف کون سے ہیں؟

جواب : جیسا کہ ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ وہ حروف جو مستعلیہ مطبقہ ہوں تفخیم اقویٰ والے حروف ہیں یعنی طاء۔ صاد۔ ضاد اور ظاء۔

سوال : تفخیم قوی کے حامل حروف کون سے ہیں؟

جواب : وہ حروف جن میں صفت استعلاء تو ہو مگر صفت اطباق نہ ہو یعنی قاف۔ غین اور خاء۔

سوال : حروف مفخمہ کی تفخیم کے مراتب کیا ہیں؟

جواب : حروف مفخمہ کی تفخیم کے مراتب اس طرح ہیں:

لفظ اللہ کا لام۔ طاء۔ صاد۔ ضاد۔ ظاء۔ قاف۔ غین۔ خاء اور آخر میں راء۔

الف کو پُر یا باریک پڑھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ اپنے ماقبل کے تابع ہوگا اور تفخیم کا مرتبہ بھی وہی ہوگا جو ماقبل حرف کا ہوگا۔ یعنی لفظ اللہ کے لام کو جتنا پُر پڑھا جائے گا اسی قدر الف کو بھی پُر پڑھا جائے گا۔ علی ہذا القیاس آخر تک۔

سوال : حروف مفخم میں احوال کے لحاظ سے مراتب تفخیم بیان کرو؟

جواب : حروف مفخم میں احوال کے لحاظ سے تفخیم کی چار حالتیں ہیں۔

(۱) حالت اولیٰ: حروف مفخمہ مفتوحہ کے بعد اگر الف آئے تو ان میں تفخیم سب سے اکمل ہوگی جیسے هُوَ اللّٰهُ۔ طَابَ۔ صَابِرًا۔ وَضَاقَ۔ يُظَاهِرُوْنَ۔ يُقَاتِلُوْنَ۔ غَآئِبِيْنَ۔ خَآئِبِيْنَ۔ يُرَآءُوْنَ۔

(۲) حالت ثانیہ: حروف مفخمہ مفتوحہ جیسے طَبَعَ۔ وَ صَدَقَ۔ وَ ضَرَبَ۔ ظَلَّ۔ وَ قَتَلَ۔ وَ غَفَرَ۔ وَ خَلَقَ۔ رَبُّكَ

(۳) حالت ثالثہ: حروف مفخمہ مضمومہ جیسے وَطُبِعَ۔ صُرِفَتْ۔ وَ ضُرِبَتْ۔ يَظُنُّوْنَ۔ قُتِلَ۔ غُلِبَتْ۔ خُلِقَتْ۔ رُبَمَا۔

(۴) حالت رابعہ: حروف مفخمہ مکسورہ جیسے وَبَاطِلُ۔ تَوْصِيَةً. ضِعْفًا۔ ظِلٍّ۔ قِرَدَةً۔ يَنْبَغِيْ۔ نَخِرَةً۔

نوٹ: اور ساکن مفخّم ماقبل کی حرکت کے تابع ہیں۔

(الف) حروف مفخمہ ساکنہ ماقبل مفتوح جیسے یَطْبَعُ- اَصْبَرَهُمْ- یَضْرِبُ- یَظْلِمْ- یَقْتُلُ- یَغْلِبُ- یَخْلُقُ- بَرْقٌ-

(ب) حروف مفخمہ ساکنہ ماقبل مضموم جیسے یُطْعِمُوْنَ- مُصْلِحُوْنَ- یُضْلِلِ اللّٰہُ- یُظْلَمُوْنَ- مُقْمَحُوْنَ- یُغْفَرُلَنَا- تُخْفُوْهُ- اَلْخُرْطُوْمِ-

(ج) حروف مفخمہ ساکنہ ماقبل مکسور جیسے اِطْعَامُ- اِصْرَهُمْ- اِضْرِبْ بِّعَصَاکَ- وَ عِظْهُمْ- نُذِقْهُ- لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا- وَ اِخْوَانُهُمْ-

مفخمہ ساکنہ ماقبل مفتوح والے حروف کی تفخیم کا مرتبہ وہی ہے جو کہ حروف مفخمہ مفتوحہ کا ہے اور مفخمہ ساکنہ ماقبل مضموم والے حروف کی تفخیم کا مرتبہ وہی ہے جو کہ حروف مفخمہ مضمومہ کا ہے اور سب سے کم درجے کی تفخیم جب حروف مفخمہ ساکنہ ماقبل مکسور ہوں ہوتی ہے اوران کا مرتبہ وہی ہے جو حروف مفخمہ مکسورہ کا ہے۔

سوال : حروف مفخمہ میں بلحاظ احوال جو مراتب تفخیم قائم کئے گئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : حروف مفخمہ میں بلحاظ احوال جو مراتب تفخیم قائم کئے گئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حرف مفخم مفتوح جو الف سے پہلے واقع ہو جیسے طَآ اس میں اعلیٰ درجہ کی تفخیم اس وجہ سے ہوتی ہے کہ فتحہ میں انفتاح فم ہوتا ہے جس کی وجہ سے تفخیم میں زیادتی ہوتی ہے اور بعد میں الف ہونے کی وجہ سے اس زیادتی تفخیم کو عَلٰی وَجْهِ الْکَمَال ظاہر ہونے کا موقع میسر ہو جاتا ہے اسی لیے حروف مفخم مفتوح جو قبل الف نہ ہو جیسے اِنْطَلِقُوْا اس میں دوسرے درجہ کی تفخیم ہوتی ہے اور حروف مفخم مضموم جیسے

مُحِيْطٌ کو اس کے بعد بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ضمہ میں چونکہ نہ انفتاح کامل ہوتا ہے اور نہ انخفاض کامل ہوتا ہے اس لیے ضمہ میں باقی دو حرکتوں یعنی فتحہ اور کسرہ کے مقابلہ میں درمیانی تفخیم ہوتی ہے اور کسرہ میں چونکہ انخفاض کامل ہوتا ہے جو تفخیم کے لیے رکاوٹ ہے اس لیے حروف مفخم مکسور جیسے قِيْلَ اس لیے اس حالت میں تفخیم سب سے کم درجہ کی ہوتی ہے۔

یہاں سے ہمیں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کسرہ لازم التفخیم حروف کی تفخیم کو ضعیف کرتا ہے جبکہ عارضی التفخیم حروف کو بالکل مرقق کر دیتا ہے۔

حرف ساکن کا ماقبل کے تابع ہونا ظاہر ہے لہٰذا جو تفاوت حروف مفخمہ میں ان حرکات کی وجہ سے ہے وہی تفاوت اس حرف ساکن کی تفخیم میں بھی ہوگا جو ان کے بعد واقع ہو یعنی حرف ساکن ماقبل مفتوح جیسے يَقْطَعُوْنَ میں زیادہ اس کے بعد حرف ساکن ماقبل مضموم جیسے مُصْلِحُوْنَ اور اس کے بعد حرف ساکن ماقبل مکسور جیسے نُذِقْهُ کا مرتبہ ہے۔

علامہ جزریؒ نے التمہید میں حروف مفخمہ کی ترتیب کچھ اس طرح رکھی ہے۔

(۱) مفتوح مع الالف (۲) مفتوح بغیر الف (۳) مضموم (۴) ساکن (۵) مکسور

مستفلہ اور مستعلیہ حروف کی مجاورت کی صورت میں کچھ احتیاطی نکات کا بیان

سوال : صفت استفال میں ترقیق کے ناقص ہونے سے کیا خرابیاں پیدا ہوتی ہیں؟

جواب : صفت استفال سے متصف حروف کی ترقیق کو صحیح طور پر ادا نہ کرنے سے یہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔

(۱) تفخیم کی صفت کا پیدا ہو جانا جیسے کہ اَللّٰہُ۔ بَرْقٌ اور فَرْضٌ میں ہمزہ۔ باء اور میم کا تفخیم سے متاثر ہونا۔

(۲) حرف کی قوت کا ختم ہو جانا یا کم ہو جانا جیسے بِهِمْ۔ بِذِیْ۔ اَلْحَمْدُ۔ اَعُوْذُ میں باء اور ہمزہ کا ضعیف ہو جانا۔

سوال : ہمزہ کی ادائیگی مسہل۔ مفخم یا ہمزہ اور ھاء کے درمیان پڑھنا ان تینوں میں سے کون سی ادائیگی صحیح ہے؟

جواب : ہمزہ کو مسہل یا مفخم پڑھنا یا ہمزہ اور ھاء کے درمیان پڑھنا تینوں غلط ہیں۔ بہت سے لوگ ہمزہ کا تلفظ جب وہ کلمہ کے شروع میں ہو جیسے اِھْدِنَا۔ اَعُوْذُ۔ اَحَطْتُّ۔ اَحَقُّ وغیرہ میں ایسا کرتے ہیں جیسے قے کرنے کی آواز ہوتی ہے یہ بالکل غلط ہے جب کسی کلمہ کے شروع میں ہمزہ ہو اور پڑھنے والا اس کلمہ سے ابتدا کرے تو ہمزہ کا تلفظ سلیس اور روانی سے کرنا چاہیے۔ آواز میں بھاری پن اور ہمزہ کو پُر کرنا غلط ہے۔ اگر ہمزہ کے بعد والا حرف اس کا مجانس یا مقارب ہے تو ہمزہ کے ہلکے اور سہل ہونے کی حفاظت کرنا بہت ضروری ہے اور ترقیق کا مکمل طور پر خیال رکھے۔

سوال : لفظ اَللّٰہُ کے لام کے ساتھ کوئی لام مرقق آئے یا کسی حرف مطبقہ کے ساتھ لام آئے تو لام کی ادائیگی کیسے ہو؟

جواب : کلمہ عَلَى اللّٰهِ میں اگرچہ لام اسم الجلالہ مفخم ہوگا مگر عَلٰی کا لام باریک پڑھنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔ ایسے ہی وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں ضاد مستطیلہ

مطبقہ ہونے کی وجہ سے مفخم ہوگا مگر وَلَا کا لام باریک ہی پڑھا جائے گا۔ ایسے ہی جَعَلَ اللّٰهُ- اَللَّطِيفُ- اِخْتَلَطَ- لَسَلَّطَهُمْ- وَ لْيَتَلَطَّفْ وغیرہ میں لام کی ترقیق کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

سوال : میم کی ادائیگی میں اہتمام کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب : لام اور میم میں صفات یکساں ہیں چنانچہ دونوں مجہورہ۔ متوسطہ۔ مستفلہ۔ منفتحہ اور مذلقہ ہیں۔ نیز لام میں صفت انحراف اور میم میں صفت غنہ صفات ممیّزہ ہیں۔ ضروری ہے کہ میم کی تفخیم سے بچا جائے خاص طور پر اس وقت جب اس کے بعد کوئی حرف مفخم ہو جیسے مَخْمَصَةٌ- مَرَضٌ- مَرْيَمْ- وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ وغیرہ۔

ایسے ہی میم کے بعد الف آئے تو تفخیم سے بچنا نہایت ضروری ہے جیسے مَالِكِ- بِمَآ اُنْزِلَ وغیرہ۔

سوال : باء کی ترقیق کا کن مواقع پر خیال رکھنا ضروری ہے؟

جواب : جب باء کے بعد حرف مفخم ہو جیسے بَرْقٌ- بَطَلَ وغیرہ۔ اسی طرح باء اور حرف مفخم کے درمیان الف ہو تو باء کو تفخیم سے بچانا از حد ضروری ہے کیونکہ الف حرف خفی ہے اس کے حائل ہونے کے باوجود حرف مفخم کی تفخیم کا اثر باء کی ترقیق پر ہو سکتا ہے جیسے بَاطِلٌ- بَاغٍ- وَالْاَسْبَاطِ وغیرہ

ایسے ہی باء سے قبل یا بعد میں دو حروف مفخمہ آ رہے ہوں تو اس ترقیق کا مزید خیال رکھنا ضروری ہے۔ جیسے بَصَرَ- بَقَرَ- اَلْقُرْبٰی وغیرہ

بعض اوقات باء کی ترقیق کو حرف خفی بھی ناقص کر دیتے ہیں جیسے بِهِمْ- بِهٖ- بَالِغُ- تَابُوْا وغیرہ۔

سوال : حاء کی ترقیق کب متاثر ہونے کا خدشہ ہوتا ہے؟

جواب : حاء کے ساتھ جب حروف مستعلیہ میں سے کوئی حرف آ جائے تو ترقیق حاء کا خاص خیال رکھنا چاہیے جیسے اَحَطْتُّ- اَلْحَقُّ وغیرہ اور اگر ایسا کلمہ ہو جس میں حاء کے ہمراہ دو حروف مستعلیہ آ رہے ہوں تو ترقیق حاء کا مزید اہتمام کرنا ہو گا جیسے حَصْحَصَ- ایسے ہی حاء اور عین کسی دو کلموں میں جمع ہوں تو دونوں کو واضح کرنا بہت ضروری ہے۔ وجہ یہ ہے کہ دونوں کا مخرج ایک ہی ہے اور عین حاء سے قوی ہے۔ ایسے موقع پر عین قوی ہونے کے سبب حاء پر غالب نہ آ جائے اور حاء عین میں جذب ہو کر ناقص نہ ہو جائے' جیسے فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا- زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ- فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وغیرہ

ایسے ہی دو حاء اکٹھے آ رہے ہوں تو ادغام سے ان دونوں کو بچانا ضروری ہے اور اظہار کرنے میں خوب کوشش وسعی کرنی چاہیے جیسے عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى' لَآ اَبْرَحُ حَتّٰى وغیرہ

ایسے ہی حاء کے ساتھ حرف ھاء آ جائے تو اظہار میں بہت اہتمام ضروری ہے جیسے فَسَبِّحْهُ- قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ وغیرہ

نوٹ: حروف کو ان کے مخارج اور صفات کے ہمراہ ادا کرنا یہ نہایت کمال کی بات ہے ہم نے یہاں چند حروف مستفلہ کا ذکر کیا ہے اور بہت سے حروف مستفلہ کو ہم نے ذکر نہیں کیا ہے تفہیم کی غرض سے چند حروف مستفلہ کو حروف مستعلیہ کے ہمراہ ذکر کیا ہے ایک قاعدہ اس بارے میں ذہن نشین کر لیجئے کہ سب حروف مستعلیہ اور مطبقہ کو مفخم پڑھنا ضروری ولازم ہے اور تفخیم کے ساتھ پڑھا جانا ہی ان کی خوبصورتی ہے اسی طرح حروف مستفلہ اور منفتحہ کو ترقیق سے پڑھنا ضروری ولازمی ہے کہ ان حروف کو ترقیق سے پڑھنے میں ہی ان کی خوبصورتی ہے۔

☆☆☆

باب پنجم:

ادغام کا بیان

فصل اول: اجتماع مثلین۔ متجانسین۔ متقاربین اور متباعدین

سوال: مثلین۔ متجانسین اور متقاربین سے کیا مراد ہے؟

جواب: دو ایک جیسے حروف کو مثلین اور ایک مخرج کے دو حروف کو متجانسین اور قریب المخرج دو حرفوں کو متقاربین کہتے ہیں۔

سوال: اجتماع مثلین سے کیا مراد ہے؟

جواب: اگر ایک قسم کے دو حرف ساتھ ساتھ آئیں تو اس کو اجتماع مثلین کہتے ہیں۔ چاہے یہ دو حروف مثلین ایک کلمہ میں ہوں جیسے:

ءَاَنْذَرْتَهُمْ۔ ءَ اَنْتَ۔ مَنَاسِكَكُمْ۔ جِبَاهُهُمْ وغیرہ

یا دو کلموں میں ہوں جیسے:

جَآءَ اَجَلُهُمْ۔ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ۔ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ۔ وَاِنْ يُّكَ كَاذِبًا وغیرہ

سوال : اجتماع متجانسین سے کیا مراد ہے؟

جواب : اگر ایک مخرج کے دو حرف ساتھ ساتھ آ رہے ہیں تو اس کو اجتماع متجانسین کہتے ہیں جیسے

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ – وَمَا ذُبِحَ عَلَى – اَخْرَجَ شَطْاَهُ – مِنَ الصَّيْدِ نَسَالُهُ

وغیرہ

سوال : اجتماع متقاربین سے کیا مراد ہے؟

جواب : قریب المخرج یا قریب الصفات یا قریب المخرج والصفات جب پاس پاس جمع ہوں تو اسے اجتماع متقاربین کہتے ہیں جیسے قال ربكم اور ایک کلمہ کی مثال جیسے خَلَقَكُمْ – يَرْزُقُكُمْ وغیرہ

سوال : اجتماع مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کی ادائیگی میں کن امور کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب : ان تینوں صورتوں میں خاص طور پر اس بات کا اہتمام اور بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے کہ دونوں حروف پوری صفات کے ساتھ ادا ہوں۔ خاص طور پر جب ہمزتین جمع ہوں تو انہیں بہت احتیاط کے ساتھ صحیح مخرج اور تمام صفات سے ادا کرنا چاہیے جیسا کہ صفات لازمہ میں آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ ہمزہ میں جہر۔ شدت۔ استفال۔ انفتاح اور اصمات کی صفات پائی جاتی ہیں ان پانچ صفات میں سے جہر اور شدت قوی صفات ہیں اور طلباء میں یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ جب دو ہمزہ جمع ہوتے ہیں تو اکثر طلباء دونوں میں سے ایک ہمزہ کو ما حقہ ادا نہیں کر پاتے ہیں ان کی ادائیگی کے دوران یا تو پہلا ہمزہ نرم ہو جاتا ہے یا دوسرے ہمزہ میں نرمی آ جاتی ہے۔

اسی طرح باقی حروف حلقی کی مثال ہے کہ ان کی ادا میں بھی خاص طور سے اہتمام

کرنا چاہیے کہ دونوں حرف اپنی ذات اور صفات کے ساتھ مکمل ادا ہوں۔

اسی طرح جب ضاد اور ظاء قریب قریب آئیں جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور يَعَضُّ الظَّالِمُ تو ان کی ادائیگی میں بہت اہتمام کی ضرورت ہے کہ دونوں حروف پوری صفات کے ساتھ ایک دوسرے سے ممتاز پڑھے جائیں اور ضاد کی صفت استطالت کو صحیح طریقے سے ادا کیا جائے۔

سوال: اجتماع متباعدین کیا ہے؟

جواب: متباعدین سے وہ دو حرف مراد ہیں جن کے مخرج تو مختلف ہیں اور صفات بھی مختلف ہیں اور بعض اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ ان کے مخرج مختلف ہوتے ہیں اور وہ صفات میں متفق ہوتے ہیں متباعدین کی ان دونوں حالتوں کو ایسے سمجھیں۔

اول: بعید المخرج مختلف الصفات: جیسے تُحْمَلُوْنَ ۔ قُرِئَ ۔ پہلی مثال تُحْمَلُوْنَ میں حاء اور میم جبکہ قُرِئَ میں قاف اور راء بعید المخرج اور مختلف الصفات کی مثالیں ہیں اور یہ قسم زیادہ ہے۔

دوم: بعید المخرج متفق الصفات: جیسے وَلِتُكْمِلُوْا میں تاء اور کاف اور حَثِيْثًا میں حاء اور ثاء کہ ان حروف کے مخرج تو مختلف ہیں مگر صفات میں متفق ہوتے ہیں اور یہ قسم بہت کم پائی جاتی ہے۔

سوال: اجتماع متباعدین کی اقسام بیان کریں۔

جواب: اجتماع متباعدین کی تین اقسام ہیں:

(۱) متباعدین صغیر (۲) متباعدین کبیر (۳) متباعدین مطلق

(۱) متباعدین صغیر: یہ متباعدین کی وہ قسم ہے کہ جس میں حرف اول ساکن اور ثانی متحرک ہوتا ہے جیسے تَأْلَمُوْنَ میں ہمزہ اور لام۔

(۲) متباعدین کبیر: یہ متباعدین کی وہ قسم ہے کہ جس میں دونوں حرف متحرک

ہوتے ہیں جیسے اُسْتُهْزِئَ میں زای اور ہمزہ۔

(۳) متباعدین مطلق: یہ متباعدین کی وہ قسم ہے کہ جس میں اول حرف متحرک اور حرف ثانی ساکن ہو جیسے قَوْلٌ میں قاف اور واؤ۔

سوال: اجتماع متباعدین کا حکم کیا ہے؟

جواب: اجتماع متباعدین کی تینوں اقسام یعنی صغیر، کبیر اور مطلق میں بالاتفاق اظہار کرنا واجب ہے۔

نوٹ: اجتماع متباعدین کا بیان مختلف فیہ ہے اس کو بعض علماء نے اپنی کتب میں بیان نہیں کیا ہے مگر حق یہ ہے کہ اجتماع متباعدین کو مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کے ہمراہ ذکر کرنا چاہیے کیونکہ اس باب کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کی عمدہ طریقے سے پہچان ہو سکے نیز ادغام کے اسباب کی وضاحت ہو سکے کیونکہ جیسا ہم متباعدین کے حکم میں بیان کر آئے ہیں کہ اس میں فقط اظہار ہے۔

فصل دوم: مثلین۔ متجانسین اور متقاربین کے ادغام کا بیان

سوال: ادغام کا لغوی مطلب کیا ہے؟ اور ادغام کی تعریف بیان کریں؟

جواب: ادغام کا لغوی مطلب ہے "اِدْخَالُ الشَّيْءِ فِي الشَّيْءِ" یعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا۔

ادغام کی تعریف:

علامہ جزریؒ ادغام کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں:

"اَلْإِدْغَامُ هُوَ اللَّفْظُ بِحَرْفَيْنِ حَرْفًا كَالثَّانِي مُشَدَّدًا" (النشر ج ا ص ۲۷۴)

یعنی ادغام یہ ہے کہ دو حرفوں کو دوسرے حرف کی طرح ایک مشدد حرف پڑھنا۔
جبکہ نہایۃ القول المفید میں اس کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے:
''اِیْصَالُ حَرْفٍ سَاکِنٍ بِحَرْفٍ مُتَحَرِّکٍ بِحَیْثُ یَصِیْرَانِ حَرْفًا وَاحِدًا مُشَدَّدًا یَرْتَفِعُ اللِّسَانُ عَنْهُ ارْتِفَاعَةً وَاحِدَةً''

(نہایۃ القول المفید ص ۹۸)

یعنی ساکن حرف کو متحرک حرف کے ساتھ اس طرح ملا کر پڑھنا کہ وہ دونوں ایک ایسا مشدد حرف ہو جائیں کہ جن کی ادائیگی میں زبان ایک ہی مرتبہ اٹھے۔
یہ تو وہ تعریفات ہیں جو فن کی جید کتب میں درج ہیں عام فہم الفاظ میں کہا جائے گا کہ
''حرف ساکن کو حرف متحرک میں ایسے ملا کر پڑھنا کہ دونوں ایک ساتھ مشدد ادا ہوں۔''

سوال : تعریف میں بیان کیے گئے حرف ساکن اور حرف متحرک کا اصطلاحی نام کیا ہے؟

جواب : حرف ساکن کو اصطلاح میں مدغم کہتے ہیں یعنی وہ حرف جس کا ادغام کیا جائے اور حرف متحرک کو مدغم فیہ کہتے ہیں یعنی وہ حرف جس میں حرف ساکن کا ادغام کیا جائے۔

مدغم کے اعتبار سے ادغام کی اقسام

سوال : مدغم کے اعتبار سے ادغام کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : مدغم کے اعتبار سے ادغام کی مطلقاً دو اقسام ہیں:

(۱) ادغام کبیر (۲) ادغام صغیر

ادغام کبیر

سوال : ادغام کبیر کیا ہے؟

جواب : مدغم، مدغم فیہ اگر دونوں متحرک ہوں اور مدغم کو ساکن کر کے مدغم فیہ میں ادغام کیا جائے تو وہ ادغام کبیر کہلاتا ہے جیسے اَلرَّحِيْمْ مَّلِكِ یا جَعَلَ لَّكُمْ۔

امام ابوعمرو بصریؒ اور امام یعقوب حضرمیؒ کی قراءات میں ادغام کبیر بکثرت پایا جاتا ہے۔

سوال : کیا روایت حفص میں بھی ادغام کبیر ہوا ہے؟

جواب : روایت حفص میں صرف پانچ کلمات ہیں جن میں ادغام کبیر ہوا ہے۔

(۱) نِعِمَّا (۲) اَتُحَآجُّوْنِّیْ (۳) مَكَّنِّیْ (۴) تَاْمُرُوْنِّیْ (۵) لَا تَاْمَنَّا۔

نِعِمَّا اصل میں نِعِمَ مَا تھا۔ اَتُحَآجُّوْنِّیْ اصل میں اَتُحَآجُّوْنَنِیْ تھا۔ مَكَّنِّیْ اصل میں مَكَّنَنِیْ تھا۔ تَاْمُرُوْنِّیْ اصل میں تَاْمُرُوْنَنِیْ تھا اور لَا تَاْمَنَّا اصل میں لَا تَاْمَنُنَا تھا۔ پس ان پانچوں کلمات میں سے پہلے کلمہ نِعِمَّا کے میم اول کو ساکن کر کے میم ثانی میں ادغام کر دیا اور بقایا چار کلمات میں نون اول کو ساکن کر کے نون ثانی میں ادغام کر دیا گیا۔ پہلے چار کلمات میں فقط ادغام ہے اور لَا تَاْمَنَّا میں ادغام مع الاشمام اور اظہار مع الروم ضروری ہے۔

سوال : روایت حفص میں صرف انھی پانچ کلمات میں ادغام کبیر کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : کسی بھی روایت کو پڑھتے وقت اس روایت کی پابندی کرنا لازمی ہے کسی کلمے میں اپنی مرضی سے ادغام و اظہار بلکہ ان کے علاوہ کوئی اور بھی قاعدہ جو

دوسری قرآءات وروایات میں مستعمل ہوان کو ایک دوسرے کی جگہ پڑھنا غلط اور ناجائز ہے چونکہ روایت حفص میں صرف انھی پانچ کلمات میں ادغام کبیر کو اختیار کیا گیا ہے اس لیے روایت حفص پڑھنے والوں کے لیے امام حفصؒ کی اتباع کرنا ضروری ہے۔

سوال : ادغام کبیر کو ادغام کبیر کیوں کہتے ہیں؟

جواب : ادغام کبیر کو ادغام کبیر کہنے کی دو وجوہ ہیں:

(۱) اس میں عمل زیادہ ہوتا ہے یعنی متحرک کو ساکن کرتے ہیں پھر بلا ابدال یا ابدال کے بعد ادغام کرتے ہیں۔

بلا ابدال کی مثال جیسے جَعَلَ لَّكُمْ۔

بالابدال کی مثال جیسے عَدَدَ سِّنِيْنَ۔

پہلی مثال میں لام کو ساکن کر کے لام کا لام میں ادغام کر دیا اور دوسری قسم میں دال کو سین سے بدلا پھر سین کا سین میں ادغام کر دیا۔

(۲) بہ نسبت صغیر کے ادغام کبیر قرآن میں زیادہ مواقع پر ہوتا ہے۔ (النشر ج ۱ ص ۲۷۴) کیونکہ حرکت بہ نسبت سکون کے زیادہ آنے والی چیز ہے۔ (الاتقان)

ادغام صغیر

سوال : ادغام صغیر کیا ہے؟

جواب : مدغم اگر ساکن اور مدغم فیہ متحرک ہو تو اس ادغام کو ادغام صغیر کہتے ہیں جیسے اِذْ ذَّهَبَ

سوال : حروف کے ادغام و اظہار میں اصل کیا ہے؟

جواب : ادغام و اظہار میں اصل اظہار ہے کیونکہ اظہار کسی سبب پر موقوف نہیں

ہوتا اور فن تجوید کی تعریف "اِخْرَاجُ حَرْفٍ کَمَا اقْتَضٰی ذَاتُہٗ وَ صِفَاتُہٗ" یعنی حرف کو اس کی ذات وصفات کے تقاضا کے مطابق ادا کرنے کا مفہوم بھی یہی چاہتا ہے کہ اظہار ہی اصل ہو اسی لیے اظہار کے مقابلہ میں ادغام قبل الوقوع ہے ادغام زیادہ تر امام ابوعمرو بصریؒ۔ امام حمزہؒ۔ امام کسائیؒ۔ امام یعقوبؒ اور ہشامؒ راوی امام ابن عامرؒ کے یہاں بکثرت پایا جاتا ہے لغت قریش میں اظہار بہت ہے اسی لیے امام ابن کثیر مکیؒ کے یہاں ادغام بالکل برائے نام ہے کیونکہ ان کی قرآءت لغت قریش پر ہے۔ بہر حال ادغام کی وجہ ثقل تلفظ سے بچ کر سہولت کو حاصل کرنا ہے۔

سوال : ادغام کا فائدہ بیان کریں؟

جواب : ادغام کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے تخفیف اور تسہیل ادائیگی میں حاصل ہوتی ہے کیونکہ دو حرفوں کی جگہ حرف واحد ادائیگی میں آتا ہے۔

سوال : ادغام کی شرط کیا ہے؟

جواب : ادغام کی شرط یہ ہے:

"پہلا حرف یعنی مدغم ساکن ہو اور مدغم فیہ یعنی حرف ثانی متحرک ہو جیسے فَاضْرِبْ بِّہٖ۔ قَدْ تَّبَیَّنَ۔ مِنْ لَّدُنْہُ وغیرہ۔"

ان امثلہ میں غور کریں تو معلوم ہوگا کہ پہلی مثال ادغام مثلین کی اور دوسری مثال ادغام متجانسین کی اور تیسری ادغام متقاربین کی ہے اور ان تمام مثالوں میں مدغم حروف یعنی باء۔ دال اور نون تینوں ساکن ہیں جبکہ مدغم فیہ باء ثانی۔ تاء اور لام تینوں متحرک ہیں۔

بہ اعتبار عربیت اور بہ اعتبار کیفیت ادغام کی اقسام

سوال : ادغام کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : ادغام کی دو اقسام ہیں:

(۱) ادغام بہ اعتبار عربیت (۲) ادغام بہ اعتبار کیفیت

سوال : بہ اعتبار عربیت ادغام کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : بہ اعتبار عربیت ادغام کی دو اقسام ہیں:

(۱) واجب الادغام (۲) جائز الادغام

(۱) واجب الادغام : مثلین کا ادغام بالاتفاق واجب ہوتا ہے اور متجانسین کا ادغام اکثر حالات میں واجب ہوتا ہے۔

(۲) جائز الادغام: متقاربین کا ادغام اکثر حالات میں جائز ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ادغام متقاربین میں قرآءات میں بہت اختلاف ہوا ہے۔

سوال : واجب الادغام اور جائز الادغام سے کیا مراد ہے؟

جواب : جو ادغام عربیت اور قرآءت دونوں کے اعتبار سے کیا جائے اسے واجب الادغام کہتے ہیں۔ اور جو ادغام عربیت کے لحاظ سے تو ثابت ہو مگر قرآءت کے لحاظ سے اس میں اختلاف ہوا سے جائز الادغام کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ واجب الادغام اور جائز الادغام کی یہ تعریف روایت حفصؒ کی رو سے ہے۔

سوال : بہ اعتبار عربیت کے مثلین اور متجانسین کا ادغام واجب کیوں کہلایا اور متقاربین کا ادغام جائز کیوں ٹھہرا؟

جواب : مثلین کے اگر دونوں حرف متحرک ہوں تو انھیں اظہار کے ساتھ ادا کرنا آسان ہے لیکن مثلین میں جب پہلا حرف ساکن ہو تو اس حالت میں ہر ایک حرف کو الگ الگ ادا کرنا دشوار بلکہ قریب المحال ہے اسی لیے مثلین میں ادغام کو واجب کہا گیا۔

متجانسین میں اکثر حالات میں ادغام ہی ہوتا ہے۔ مگر بعض جگہ ادغام نہیں بھی ہوا جیسے اَشْیَآءَ وغیرہ۔ مگر چونکہ اکثر مواقع پر ادغام ہی ہوا ہے اسی لیے لِلْاَکْثَرِ حُکْمُ الْکُلِّ کے تحت متجانسین کو بھی اس کلیہ میں داخل کر دیا گیا۔

ادغام متقاربین قراء کے درمیان مختلف فیہ ہے اسی وجہ سے ادغام متقاربین میں بہت اختلاف ہوا ہے۔ متقاربین کا ادغام کبھی تو متفق علیہ ہوتا ہے اور کبھی مختلف فیہ ہوتا ہے اس وجہ سے متقاربین کا ادغام جائز کہلایا۔

سوال : جائز سے مراد تو پھر یہ لیا جائے گا کہ ادغام متقاربین کبھی کر لیا جائے اور کبھی نہ کیا جائے؟

جواب : یہ صحیح ہے کہ ادغام متقاربین میں بہت اختلاف ہے اور اس میں اسی لحاظ سے ادغام جائز قرار دیا گیا۔ باعتبار عربیت کے دال۔ ضاد۔ تاء ساکنہ اور ثاء۔ ذال اور تاء وغیرہ حروف متقاربین ہیں اور جائز الادغام ہیں۔ مگر قرآن پڑھتے ہوئے صرف عربیت کی پابندی ہی ملحوظ نہیں رکھی جاتی اس سے زیادہ ضروری اور اہم قرآءت و روایت کی پابندی ہے پس جس قرآءت اور روایت میں ادغام متقاربین جن کلمات میں وارد ہے وہاں ادغام متقاربین کرنا ضروری اور لازم ہے۔ جائز سے مراد یہاں یہی ہے کہ ایک قرآءت میں کسی کلمہ میں ادغام متقاربین ہے اور دوسری قرآءت میں اسی کلمہ میں اظہار ہو رہا ہے جیسے: قَدْ ضَلَّ کہ اس میں قالونؒ۔ ابن کثیر مکیؒ۔ اور عاصمؒ کے لیے اظہار ہے اور ورشؒ۔ ابوعمرو بصریؒ۔ ابن عامر شامیؒ۔ حمزہؒ اور کسائیؒ کے لیے ادغام ہے پس قراء کے اس اختلاف کی وجہ سے ادغام متقاربین کو جائز الادغام کہا گیا اور اس جواز سے یہ مراد نہیں ہے کہ ادغام متقاربین میں ابتداء ہی سے جواز پایا جا رہا ہے۔

اقسام ادغام بہ اعتبار کیفیت

سوال : کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی دو اقسام ہیں:

(۱) تام (۲) ناقص

سوال : ادغام تام کیا ہے؟

جواب : ادغام تام یہ ہے کہ مدغم اور مدغم فیہ کا آپس میں ایسا ادغام ہو کہ مدغم کی ذات اور کوئی صفت باقی نہ رہے یعنی مدغم کو مدغم فیہ سے پوری طرح بدل دینا جیسے اِذْظَّلَمُوْا وغیرہ۔

سوال : ادغام ناقص کیا ہے؟

جواب : ادغام ناقص یہ ہے کہ مدغم کو مدغم فیہ میں ذات کے اعتبار سے ملانا اور تمام صفات کے اعتبار سے نہ ملانا بلکہ کسی صفت کا باقی رہنا۔ وہ صفت یا تو غنہ ہوتی ہے یعنی نون ساکنہ وتنوین کا واؤ اور یاء میں ادغام مع الغنہ ہوتا ہے جیسے مِنْ وَّالٍ - مَنْ یَّقُوْلُ وغیرہ اور یا پھر صفت اطباق ہے جیسے اَحَطْتُّ یا پھر صفت استعلاء ہے جیسے اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ وغیرہ۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجیے کہ ادغام تام کی تشدید بھی تام یا کامل ہوتی ہے یعنی جب ادغام تام ہوگا تو تام ہونے کی وجہ سے کامل التشدید ہوگا اور ادغام ناقص کی تشدید بھی ناقص ہوتی ہے یعنی ادغام ناقص ہوگا تو ناقص ہونے کی وجہ سے اسے ناقص التشدید کہا جائے گا اور تشدید خواہ ادغام کی وجہ سے ہو یا وضع کلمہ میں ہو ادائیگی میں دو حرف کی دیر ہوتی ہے اور اگر غنہ بھی ہو تو اس کی دیر زیادہ ہوتی ہے جیسے من وال۔

سوال : تشدید ادغامی اور تشدید وضعی میں کیا فرق ہے؟

جواب : تشدید ادغامی ایسی تشدید کو کہتے ہیں جو کہ ادغام کی وجہ سے ظہور پذیر ہوتی ہے جیسے مِـــنْ وَّالٍ کے واؤ میں جو تشدید ہے اس تشدید کو تشدید ادغامی کہا جاتا ہے۔

تشدید وضعی ایسی تشدید کو کہتے ہیں جو کہ کلمہ کی ذات میں موجود ہو جیسے اِنَّ۔ ثُمَّ۔ وغیرہ۔

اسباب ادغام

سوال : اسباب ادغام کیا ہیں؟

جواب : ادغام کے تین سبب ہیں:

(۱) تماثل (۲) تجانس (۳) تقارب

سوال : تماثل' تجانس اور تقارب سے کیا مراد ہے؟

جواب : (۱) تماثل: تماثل کی وجہ سے جو ادغام ہوتا ہے وہ ادغام مثلین کہلاتا ہے۔ مثلین وہ دو حرف کہلاتے ہیں کہ جو مخرج اور صفات دونوں میں مشترک ہوں یعنی ایک ہی حرف مکرر آئے جیسے دو باء' دو تاء یا دو دال وغیرہ جیسے فَاضْرِبْ بِّهٖ۔ رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ۔ قَدْ دَّخَلُوْا وغیرہ ادغام مثلین ہمیشہ تام ہی ہوتا ہے۔

(۲) تجانس: تجانس کی وجہ سے جو ادغام ہوتا ہے وہ ادغام متجانسین کہلاتا ہے۔ متجانسین وہ دو حرف کہلاتے ہیں جو ایک ہی مخرج سے ادا ہو رہے ہوتے ہیں مگر صفات لازمہ میں مختلف ہوتے ہیں جیسے دال۔ تاء اور طاء اور ایسے ہی ذال۔ ظاء اور ثاء وغیرہ جیسے قَدْ تَّبَيَّنَ۔ اِذْ ظَّلَمْتُمْ وغیرہ۔

(۳) تقارب: قریب المخرج یا قریب الصفات یا قریب المخرج والصفات کی وجہ سے جو ادغام ہوتا ہے۔ وہ ادغام متقاربین کہلاتا ہے۔ مثلاً لام راء۔ نون راء۔ قاف کاف وغیرہ جیسے قُلْ رَّبِّ۔ مِنْ رَّبِّكُمْ اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ وغیرہ

ادغام متجانسین اور ادغام متقاربین میں تام اور ناقص دونوں طرح کے ادغام ہوتے ہیں۔

سوال: سبب اور کیفیت کی بناء پر ادغام کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: سبب اور کیفیت کی بناء پر ادغام کی پانچ اقسام ہیں:

(۱) ادغام مثلین تام۔ (۲) ادغام متجانسین تام۔ (۳) ادغام متجانسین ناقص (۴) ادغام متقاربین تام (۵) ادغام متقاربین ناقص۔

(۱) ادغام مثلین

سوال: ادغام مثلین تام کی وضاحت کریں اور مثالیں بھی دیں؟

جواب: یہ ادغام کی وہ قسم ہے جس میں مدغم اور مدغم فیہ دونوں ایک ہی حرف ہوں۔ مثلین میں ادغام تام ہی ہوتا ہے ناقص نہیں ہوتا اب ہم جدول کے ذریعے ادغام مثلین تام کی امثلہ بیان کرتے ہیں:

شمار	حرف	امثلہ
۱	ب	اِذْهَبْ بِّكِتَابِىْ - وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ -
۲	ت	رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ - فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ -
۳	د	قَدْ دَّخَلُوْا -
۴	ذ	اِذْ ذَّهَبَ -
۵	ر	وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ -

۶	ع	لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا-
۷	ف	فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ-
۸	ک	يُدْرِككُّمُ الْمَوْتَ
۹	ل	قُلْ لِّعِبَادِيَ بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ-
۱۰	م	اَمْ مَّنْ- اِنَّكُمْ مُّرْسَلُوْنَ-
۱۱	ن	مَنْ نَّشَآءُ-
۱۲	و	اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا-
۱۳	ہ	يُوَجِّهْهُّ- مَالِيَهْ هَّلَكَ-
۱۴	ی	يٰبُنَيَّ- بِيَدَيَّ

سوال : ادغام مثلین تام میں موانع ادغام کون سے ہیں؟

جواب : مثلین میں مدغم اگر حرف مدہ ہو اور مدغم فیہ غیر مدہ ہو تو ادغام نہیں ہوگا۔ جیسے فِيْ يَوْمٍ- اِصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا- البتہ یاءلین اور واؤلین کا اپنے مثل میں ادغام ہوگا جیسے لَدَيَّ اور عَصَوْا وَّ كَانُوْا وغیرہ۔ یادرہے کہ قرآن مجید میں یاء لینیہ کے بعد یاء دوکلموں میں نہیں پائی جاتی ہے اگر پائی جاتی تو ضرور ادغام ہوتا جیسے رَاَيْتُ غُلَامَيَّ يُّوْسُفَ-

نیز مَالِيَهْ هَّلَكَ (الحاقہ) میں چونکہ مَالِيَهْ کی ھاء ھاء سکتہ ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ اس پر وقف کیا جائے کیونکہ یہ ھاء بہ نیت وقف داخل کی گئی ہے بہر حال اگر وصل کیا جائے تو بہتر اظہار ہی ہے اور اظہار کی صورت یہ ہے کہ سکتہ لطیفہ کر کے پڑھا جائے اور ظاہری حکم کے مطابق ادغام بھی جائز ہے۔ (النشر ج ۲ ص ۲۱)

سوال فِيْ يَوْمٍ اور قَالُوْا وَهُمْ جیسی مثالوں میں یاء ساکنہ اور واؤ ساکنہ کا

ادغام کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب : حرف مدہ کا ادغام کرنے سے ان کی ذاتی صفت یعنی مدیت فوت ہوتی ہے۔ واوِیْن یا یاءِیْن کے درمیان ادغام نہیں ہوگا بلکہ ان کے درمیان مدطبعی کی مقدار کے مطابق (بقدر ایک الف) لطیف مدکیا جائے گا تاکہ ادغام یا اسقاط سے حفاظت ہو جائے اس قسم کے مدکو علماء تجوید مدتمکین کہتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مدیت کی حالت میں واؤ اور یاء کا مخرج جوف دہن ہے اور اظہار کی وجہ اختلاف مخرج ہے کیونکہ واؤ متحرک کا مخرج شفتان اور یاء متحرک کا مخرج وسط لسان ہے گویا اجتماع مثلین کی صورت ہی نہیں ہے۔

ادغام متجانسین

سوال : ادغام متجانسین تام کی وضاحت کریں اور امثلہ بھی بیان کریں؟

جواب : یہ ادغام کی وہ قسم ہے کہ جس میں مدغم اور مدغم فیہ ایک ہی مخرج کے ہوں مگر ان کی صفات میں اختلاف ہو اور جب ادغام ہو تو مدغم کی صفات بالکل ختم ہو جائیں۔ اب ہم جدول کے ذریعے امثلہ بیان کرتے ہیں۔

شمار	مدغم۔ مدغم فیہ	امثلہ
۱	الباء فی المیم	اِرْكَبْ مَّعَنَا
۲	التاء فی الدال	اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ۔ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا۔
۳	التاء فی الطاء	وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ۔ وَ كَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ۔ اٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ۔
۴	الثاء فی الذال	يَلْهَثْ ذّٰلِكَ۔
۵	الدال فی التاء	قَدْ تَّبَيَّنَ۔ اَرَدْتُّمْ۔ لَقَدْ تَّقَطَّعَ۔ وَجَدْتُّمْ۔

٦	الذال فی الظاء	اِذْ ظَّلَمُوْا۔

سوال : ادغام متجانسین ناقص کی وضاحت کریں اور امثلہ بھی بیان کریں؟

جواب : یہ ادغام کی وہ قسم ہے کہ جس میں مدغم اور مدغم فیہ ایک ہی مخرج کے ہوں مگر ان کی صفات مختلف ہوں اور جب ان میں ادغام ہو تو مدغم کی صفات ادغام ناقص کی وجہ سے باقی رہ جائیں متجانسین میں صرف ایک حرف طاء کا ادغام ناقص حرف تاء میں ہوتا ہے اور یہ قرآن میں چار جگہ ہوا ہے۔

(۱) بَسَطْتَّ (۲) اَحَطْتُّ (۳) مَافَرَّطْتُّمْ (۴) مَافَرَّطْتُّ

سوال : ان چاروں کلمات میں ادغام ناقص کیوں ہوا ہے؟

جواب : دراصل ان چاروں کلمات میں حرف طاء کی صفت استعلاء و اطباق ادغام ہونے کے باوجود باقی رہتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ حرف طاء قوی حرف ہے اور حرف تاء اس کے مقابلہ میں ضعیف ہے جیسا کہ ہم صفات کے ذیل میں بھی بیان کر آئے ہیں کہ قوی صفات ضعیف صفات میں مدغم نہیں ہوتی اور اگر ان کا ادغام ہوتا بھی ہے تو وہ ناقص ہوتا ہے۔

سوال : ادغام متجانسین کے موانع کون سے ہیں؟

جواب : (۱) متجانسین کا پہلا حرف اگر حروف حلقی میں سے ہوگا تو ادغام نہیں ہو گا جیسے فَاصْفَحْ عَنْهُمْ۔

(۲) ایسے ہی شین کا اپنے مجانس یاء میں ادغام نہیں ہوتا جیسے اَشْيَآءَ۔

سوال : ادغام متجانسین میں حروف حلقی کا ادغام کیوں نہیں ہے جبکہ حروف حلقی کا مثلین میں ادغام ہوا ہے جیسے لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ۔

جواب : چونکہ مثلین میں جب پہلا حرف ساکن ہو تو انھیں خالص اظہار کے

ساتھ ادا کرنا بہت دشوار ہے اس لیے حروف حلقی کا اپنے مثل میں ادغام کیا جاتا ہے۔

ادغام کا مقصد اہل زبان کے نزدیک تخفیف کا حصول ہے اور جہاں کہیں ادغام کرنے سے ثقل پیدا ہوتا ہے وہاں پر ادغام نہیں کیا جاتا اسی لیے حرف حلقی کا ادغام اپنے ہم جنس اور مقارب میں نہیں ہوتا۔

سوال : شین کا یاء میں ادغام کیوں نہیں ہوتا ہے؟

جواب : جہاں بھی دو مثلین جمع ہوں اور پہلا حرف ساکن ہو تو عربیت اور قرآءت دونوں کے اعتبار سے ادغام واجب ہے۔ مثلین کے اعتبار سے تو بے شک یہ قاعدہ عام اور متفق علیہ ہے لیکن متجانسین میں یہ اصول اکثری ہے متجانسین کا ادغام واجب اور اجماعی نہیں ہے البتہ اکثری ہے دوسرے یہ کہ ادغام کی غرض رفع ثقالت اور تخفیف فی اللفظ ہوتی ہے لیکن اسی حد تک کہ ادغام سے اور کوئی خرابی یا کسی اور شے سے التباس نہ ہوتا ہو اور اگر ادغام سے لفظ کی بناء مشتبہ ہوتی ہو تو پھر وہاں ادغام کرنا صحیح نہیں ہے۔

ادغام متقاربین

سوال : ادغام متقاربین تام کی وضاحت کریں اور امثلہ بھی دیں؟

جواب : یہ ادغام کی وہ قسم ہے جس میں دو مخارج میں پائے جانے والے حروف کا ادغام ہوتا ہے اور یہ ادغام بھی تام ہوتا ہے یعنی مدغم کی صفات بالکل ختم ہو جاتی ہیں۔

شمار	مدغم ـ مدغم فیہ	امثلہ
۱	القاف فی الکاف	اَلَمۡ نَخۡلُقكُّمۡ (مختلف فیہ)
۲	اللام فی الر .	قُلۡ رَّبِّیۡ

۳	النون فی الراء	مِنْ رَّبِّكُمْ ۔ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔
۴	النون فی اللام	اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۔
۵	النون فی المیم	مِنْ مَّالٍ ۔ مِنْ مَّآءٍ (مختلف فیہ)

سوال : ادغام متقاربین ناقص کی وضاحت کریں اور امثلہ بھی دیں۔

جواب : ادغام متقاربین ناقص: یہ ادغام کی وہ قسم ہے کہ جس میں دو مخرجوں کے دو حروف کا اس طرح ادغام ہو کہ مدغم کی کوئی صفت باقی رہے جیسے کہ امثلہ مذکورہ سے ظاہر ہوتا ہے:

شمار	مدغم ۔ مدغم فیہ	امثلہ	کیفیت
۱	القاف فی الکاف	اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ	اس میں ادغام تام اور ناقص دونوں وجوہ ہیں اور ادغام متقاربین ناقص کرتے ہوئے قاف کی صفت استعلاء کو باقی رکھا جا سکتا ہے۔
۲	النون فی المیم	مِنْ مَّآءٍ	(مختلف فیہ)
۳	النون فی الیاء	مَنْ يَّقُوْلُ ۔ مَنْ يَّشَآءُ	واؤ اور یاء میں ادغام کے وقت نون کی صفت غنہ باقی رہے گی۔
۴	النون فی الواو	مِنْ وَّالٍ ۔ مِنْ وَّلِيٍّ ۔ مِنْ وَّرَآءِ	

سوال : ادغام متقاربین کے موانع کون سے ہیں؟

جواب : مدغم اگر حروف حلقی میں سے ہو اور مدغم فیہ حلقی یا غیر حلقی حرف ہو تو ادغام نہ ہوگا جیسے فَسَبِّحْهُ ۔ اَبْلِغْهُ اور غیر حلقی کی مثال جیسے لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا

وغیرہ۔

ادغام سے متعلق کچھ اشکالات اور ان کے جوابات

سوال : حروف حلقی کا ادغام اپنے تجانس اور تقارب میں کیوں نہیں ہوتا؟

جواب : چونکہ حروف حلقیہ اداء میں دشوار ہوتے ہیں اسی لیے انھیں ادغام میں مانع قرار دیا گیا۔

حروف حلقیہ کا ادغام اہل زبان کے نزدیک نہایت قلیل ہے صرف ھاء کا ادغام مماثلث کی صورت میں ہوتا ہے یا صرف ایک جزیہ میں حاء کا ادغام عین میں ابوعمرو بصریؒ کے یہاں ہوتا ہے یعنی فَزُحْزِحْ عَنِ النَّارِ میں اور غین کا ادغام غین میں بالخلف ایک جگہ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ میں کیا جاتا ہے۔اور وجہ عدم ادغام کی یہ ہے کہ ادغام سے مقصود خفت فی التلفظ ہے اور حروف حلقیہ میں ادغام سے اہل زبان کے نزدیک بجائے خفت کے ثقالت آ جاتی ہے۔(تعلیقات مالکیہ)

سوال : نون کا ادغام میم میں مختلف فیہ کیوں ہے؟

جواب : اس میں اختلاف ہے کہ یہ ادغام تام ہے یا ناقص یعنی غنہ نون مدغم کا ہے یا اس میم کا ہے جو ادغام کی وجہ سے میم مقلوبہ عن النون (وہ میم جو نون سے بدلی ہوئی ہو) ہے۔

بعض مشائخ جیسے ابوالحسن بن کیسانؒ اور ابوبکر بن مجاہدؒ وغیرہم نے یہ کہا ہے کہ غنہ نون کا ہے ان کی رائے پر یہ ادغام ناقص ہوا۔لیکن جمہور کے نزدیک یہ غنہ میم مقلوبہ کا ہے نہ کہ نون ساکنہ یا تنوین کا۔علامہ دانیؒ اور علامہ جزریؒ و دیگر حضرات کے نزدیک یہی صحیح ہے اس لیے کہ مدغم ادغام کی وجہ سے مدغم فیہ سے بدل گیا ہے اور نون موجود نہیں ہے لہٰذا مِنْ مَّنْ اور اَمْ مَّنْ میں کوئی فرق نہیں۔

لیکن یہ بات یاد رہے کہ یہ اختلاف صرف لفظی ہے اداء میں کوئی اختلاف نہیں ہے ادا پر ناقص یا تام کا کوئی اثر نہیں پڑتا دیگر کلمات میں ادغام تام و ناقص کا اثر ادا پر ہوتا ہے جیسے مِنْ وَّالٍ۔ مِنْ رَّبِّكُمْ وغیرہ۔

سوال : جب ہم ادغام کی تمام اقسام کو دیکھتے ہیں تو یہ نظر آتا ہے کہ ایک ہی جیسے دو مماثل حروف میں ادغام مثلین ہوا اور ایک ہی مخرج کے دو مختلف الصفات حروف میں ادغام متجانسین ہوا۔ مگر قریب المخارج دو حروف میں بعض مواقع پر تو ادغام متقاربین ہوا مگر بعض مواقع پر باوجود سبب اور شرط کے پائے جانے کے ادغام نہیں ہوا جیسے قَدْ ضَلَّ۔ اِذْ تَقُوْلُ۔ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وغیرہ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : ادغام متقاربین کی تعریف جو حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ؒ نے فوائد مکیہ میں فرمائی ہے وہ نہایت مناسب اور بہترین ہے یعنی ''مدغم اور مدغم فیہ اگر نہ مثلین ہوں اور نہ متجانسین تو وہ ادغام متقاربین ہے۔'' اصولی طور پر تقارب مخرج یا صفت کو ادغام متقاربین میں تلاش نہیں کرنا چاہیے کیونکہ تقارب اہل زبان کا ایک ذوق ہے جیسے لام تعریف کا چودہ حروف میں ادغام بڑی معمولی مناسبت سے ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ ادغام متقاربین سماعی ہوتا ہے یعنی اہل زبان سے سن کر کیا جاتا ہے قیاس کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ اسی لیے حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکیؒ نے فوائد مکیہ میں فرمایا ہے کہ ''مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف اگر ساکن ہو تو ادغام واجب ہے۔'' مگر متقاربین کا لفظ یہاں نہیں لائے کیونکہ وہ قیاسی نہیں ہے۔

ہم باعتبار عربیت کے ادغام کی اقسام میں بیان بھی کر آئے ہیں کہ مثلین اور متجانسین واجب الادغام اور متقاربین جائز الادغام میں سے ہے اور اس کے جائز الادغام ہونے کی یہی وجہ ہے۔

اب سمجھو کہ قَدْ ضَلَّ - اِذْ تَقُوْلُ اور كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ اوراس جیسی اور بہت سی مثالوں میں دیگر قراءات و روایات میں تو جائز الادغام ہے بہ اعتبار عربیت کے کیونکہ یہ حروف متقاربین ہیں۔

مگر قرآن پڑھنے والے کو صرف اس کی عربیت کی پابندی ہی لازم نہیں ہے بلکہ قرآءت وروایت کی پابندی زیادہ ضروری ہے اور روایت حفص میں ان امثلہ میں اور اس جیسی دیگر مثالوں میں ادغام نہیں ہے اگر یہاں دیگر قراءات و روایات کی مانند ادغام کیا گیا تو یہ خلط فی القراءت یا خلط فی الروایت ہوگا جو حرام ہے۔

یاد رکھیں متقاربین کا ادغام کبھی تو متفق علیہ ہوتا ہے، کبھی مختلف فیہ اور کبھی باتفاق ممتنع جیسے قُلْنَا میں باتفاق ممنوع ہے۔

سوال : لام تعریف کا ادغام نون میں کیوں ہوا ہے؟ جیسے اَلنَّارِ - اَلنَّاسِ وغیرہ جبکہ قُلْ نَعَمْ - بَلْ نَقْذِفُ میں لام کا ادغام نون میں نہیں کیا گیا بلکہ اظہار کیا گیا حالانکہ دونوں میں مدغم ایک ہی حرف یعنی حرف لام ہے پس اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : غیر لام تعریف کا نون میں کہیں بھی ادغام نہیں ہے چاہے ایک کلمہ ہو جیسے قُلْنَا - اَرْسَلْنَا یا دو کلمے ہوں جیسے قُلْ نَعَمْ - بَلْ نَقْذِفُ - هَلْ نُنَبِّئُكُمْ وغیرہ۔

کوئی بھی حرف نون میں مدغم نہیں ہوتا ہے سوائے نون کے۔ اظہار کی وجہ یہ ہے کہ لام میں صفت انحراف قوی صفت ہے اور نون میں صفت غنہ ضعیف صفت ہے جیسا کہ علامہ جزریؒ نے التمہید میں بیان فرمایا۔ لہٰذا قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوا۔

اور لام تعریف کا نون میں ادغام کثرت وقوع کی وجہ سے ہوا ہے گویا جس قدر مدغم فیہ حروف لام کے ہیں اور کسی حرف کے نہیں ہیں اور اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ لام کا مخرج بڑا وسیع ہے اس وجہ سے لام کو بہت سے حرفوں کے ساتھ تقارب حاصل ہے۔

سوال : کیا وجہ ہے کہ لام کا نون میں ادغام نہیں ہے جیسے قُلْ نَعَمْ۔ قُلْنَا وغیرہ مگر راء میں لام کا ادغام ہوتا ہے جیسے قُلْ رَّبِّ۔ اَلرَّحْمٰنُ وغیرہ حالانکہ لام کے لیے دونوں حروف متقارب ہیں یا متجانس ہیں؟

جواب : نون کے مدغم فیہ حروف یَرْمَلُوْنَ میں سے خود نون کو چھوڑ کر باقی پانچ حروف میں سے کوئی بھی نون میں مدغم نہیں ہوتا گویا ادغام ایک ہی جانب سے ہوا ہے جس طرح میم واؤ اور یاء کو نون میں مدغم ہونے سے توحش ہے اسی طرح لام اور راء کو بھی ہے۔ لہٰذا نون تو لام اور راء میں مدغم ہوتا ہے مگر نون میں نہ لام مدغم ہوتا ہے اور نہ ہی راء۔

لیکن یہ تنافر لام کو راء کے ساتھ نہیں ہے۔ اس لیے لام راء میں مدغم ہو جاتا ہے البتہ لام تعریف نون میں مدغم ہوتا ہے کیونکہ وہ کثیر الاستعمال ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ لام میں نون کے مقابلہ میں ایک گونہ استقلال ہے بخلاف راء کے کہ اس کے مخرج کی طرف لام انحراف ومیلان رکھتا ہے لہٰذا اس میں مدغم ہوتا ہے جیسے قُلْ رَّبِّ۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ وغیرہ۔

سوال : لام کا راء میں ادغام ہو رہا ہے جیسے قُلْ رَّبِّ مگر راء کا لام میں ادغام نہیں جیسے وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ، اسی طرح نون کا راء میں تو ادغام ہے جیسے اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى مگر راء کا نون میں ادغام نہیں جیسے وَ قَرْنَ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : جیسا کہ ہم صفات لازمہ کے فوائد میں ایک فائدہ یہ بھی بتا کر آئے ہیں کہ

"صفات کے ذریعے حروف کی قوت وضعف کا حال معلوم ہوتا ہے اور اس سے ادغام واظہار کا باب سمجھنے میں مدد ملتی ہے چنانچہ قوی حرف کا ضعیف حرف میں ادغام بالکل نہیں ہوتا یا اگر اتحاد فی المخرج کی وجہ سے کیا بھی جاتا ہے، تو ناقص ہوتا ہے۔ اسی

طرح ادغام متقاربین میں ادغام کی وجہ جس طرح قرب مخرج ہوتی ہے اسی طرح قرب صفات بھی ہوتی ہے۔''

اس بیان کی روشنی میں معلوم ہوا کہ راء صفت تکریر کی وجہ سے لام سے قوی ہے اسی طرح راء کا نون میں ادغام نہیں ہوتا کیونکہ صفت انحراف وتکریر کی وجہ سے راء نون سے قوی ہے۔

نیز اس سوال کے جواب کی وضاحت پچھلے سوال کے جواب میں بھی ہو چکی ہے۔

سوال : یَلْهَثْ ذٰلِکَ اور اِرْکَبْ مَّعَنَا میں بطریق شاطبی اور بطریق جزری کیا اختلاف ہے؟

جواب : یَلْهَثْ ذٰلِکَ اور اِرْکَبْ مَّعَنَا میں بطریق شاطبی ادغام ہی ادغام ہے جبکہ بطریق جزری ادغام واظہار دونوں جائز ہیں۔

سوال : لَا تَاْمَنَّا میں نون مشددہ کی ادائیگی میں قراء کا کیا اختلاف ہے؟

جواب : لَا تَاْمَنَّا (یوسف) اصل میں لَا تَاْمَنُنَا ہے۔نون اول کا نون ثانی میں ادغام کبیر متفق علیہ ہے کیونکہ صرف ایک نون مرسوم ہے البتہ ادغام کے بعد اس کلمہ کی ادائیگی میں اختلاف ہے۔قراء عشرہ میں سے امام ابوجعفر مدنی کے لیے ادغام محض ہے یعنی روم واشمام نہیں ہے اور باقین نون اول میں اشارہ کرتے ہیں پھر اشارہ میں اختلاف ہے بعض نے نون اول کے ضمہ میں روم کے ساتھ اشارہ کیا ہے گویا اس صورت میں ادغام تام نہیں ہے بلکہ اختلاس ہے اور بعض نے اشمام کے ساتھ اشارہ کیا ہے اس وقت ادغام تام ہوگا یعنی صرف انضمام شفتین سے ضمہ کا اشارہ کیا جائے گا۔ روایت حفص میں دونوں صورتیں جائز اور صحیح ہیں۔

سوال : اشمام مع الادغام کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہوگا؟

جواب : اشمام مع الادغام کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ نون ساکنہ کو ادا کرتے

وقت ہونٹوں کو گول کیا جائے جیسا کہ پیش کو ادا کرتے وقت ہونٹ گول ہو جاتے ہیں اور ساتھ ہی نون میں صفت غنہ کو بھی ادا کیا جائے۔

سوال : اظہار مع الروم کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہے؟

جواب : اظہار مع الروم کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ نون اول جو کہ مضموم ہے اس کے ضمہ کا دو تہائی حصہ ادا کیا جائے یعنی حرکت کو پورا نہ پڑھا جائے یہ اصل میں اختلاس ہے جس کو روم سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

نوٹ : ادغام مع الاشمام اور اظہار مع الروم کی صحیح ادا کا دارو مدار استاذ سے تلقی پر منحصر ہے۔

فصل سوم: لام تعریف کا اظہار و ادغام

سوال : لام تعریف کے کتنے احکام ہیں؟

جواب : لام اَلْ یا لام تعریف کے دو احکام ہیں:

(۱) اظہار (۲) ادغام

سوال : لام اَلْ کا اظہار کن حروف میں ہوتا ہے؟

جواب : لام اَلْ کا اظہار چودہ حروف میں ہوتا ہے۔ جن کا مجموعہ "اِبْغِ حَجَّکَ وَ خَفْ عَقِیْمَهُ" یعنی تلاش کر اپنا مقصد اور ڈر بانجھ سے' ہے۔ ان چودہ حروف کو حروف قمریہ کہا جاتا ہے۔

سوال : لام اَلْ کے اظہار والے ان چودہ حروف کو حروف قمریہ کیوں کہتے ہیں؟

جواب : ان کو حروف قمریہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ستارے چاند کی روشنی میں غائب نہیں ہوتے اسی طرح لام اَلْ بھی ان چودہ حروف کے ساتھ ظاہر رہتا

ہے۔

سوال : لام تعریف کے اظہار والے چودہ حروف کی امثلہ بیان کریں؟

جواب :

نمبر شمار	حرف	امثلہ	نمبر شمار	حرف	امثلہ
۱	ء	اَلْاَبْرَارَ	۸	خ	اَلْخَبِيْرُ
۲	ب	اَلْبَلَدِ	۹	ف	اَلْفَتَّاحُ
۳	غ	اَلْغَفُوْرُ	۱۰	ع	اَلْعَلِيْمُ
۴	ح	اَلْحَكِيْمُ	۱۱	ق	اَلْقَوِيُّ
۵	ج	اَلْجَلَالِ	۱۲	ی	اَلْيَاقُوْتُ
۶	ک	اَلْكِتَابُ	۱۳	م	اَلْمَلِكُ
۷	و	اَلْوَدُوْدُ	۱۴	ھ	اَلْهُدٰى

سوال : لام اَلْ کا ادغام کن حروف میں ہوتا ہے؟

جواب : لام اَلْ کا ادغام بھی چودہ حروف میں ہوتا ہے جو کہ اس شعر کے کلمات کے ابتدائی حروف ہیں ؏

طِبْ ثُمَّ صِلْ رَحِمًا تَفُزْ ضِفْ ذَانِعَمْ

ط ث ص ر ت ض ذ ن

دَعْ سُوْءَ ظَنٍّ زُرْ شَرِيْفًا لِلْكَرَمْ

د س ظ ز ش ل

ان حروف کو حروف شمسیہ کہتے ہیں۔

سوال : ان حروف کو حروف شمسیہ کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب : ان حروف کو حروف شمسیہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح ستارے سورج کی روشنی میں نظر نہیں آتے اسی طرح لام اَلْ بھی ان حروف شمسیہ میں مدغم ہو جاتا ہے۔

اور ایک دوسری وجہ یہ بھی کہی گئی ہے کہ قرآن میں وَالشَّمْسِ میں ادغام کی جانب تشبیہ دیتے ہوئے شمسی اور وَالْقَمَرِ میں اظہار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قمری کہہ دیتے ہیں گویا شمسی و قمری میں یاء نسبتی ہے۔

سوال : لام اَلْ کے ادغام والے حروف کی امثلہ بیان کریں؟

جواب :

نمبر شمار	حرف ادغام	امثلہ
۱	ط	اَلطَّيِّبَاتُ
۲	ث	اَلثَّمَرَاتِ
۳	ص	اَلصَّادِقِيْنَ
۴	ر	اَلرَّحِيْمِ
۵	ت	اَلتَّآئِبُوْنَ
۶	ض	اَلضُّحٰى
۷	ذ	اَلذَّارِيَاتِ
۸	ن	اَلنَّهَارِ
۹	د	اَلدِّيْنِ
۱۰	س	اَلسَّابِقُوْنَ
۱۱	ظ	اَلظّٰلِمُوْنَ
۱۲	ز	اَلزُّجَاجَةِ
۱۳	ش	اَلشَّمْسِ
۱۴	ل	اَللَّيْلِ

سوال : کیا وجہ ہے کہ لام کا اس قدر زیادہ حروف میں ادغام ہوتا ہے؟

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ لام کا مخرج بڑا وسیع ہے اس وجہ سے بہت سے حرفوں کے ساتھ اس کو تقارب حاصل ہوا دوسرے لام تعریف قرآن میں بہت زیادہ

کثرت کے ساتھ وارد ہے جیسا کہ مثالوں سے ظاہر ہے۔

سوال : لام تعریف کا تاء میں ادغام ہوا ہے جیسے اَلتَّابُوْتُ مگر لام فعل کا تاء میں ادغام نہیں ہوا جیسے فَالْتَقَمَهُ اور فَالْتَقَطَهُ وغیرہ اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : لام اور تاء میں مخرج کے لحاظ سے بہت بعد ہے اس وجہ سے ان میں ادغام نہیں ہے مگر لام تعریف کا تاء میں ادغام ہوتا ہے اور یہ کثرت دور کی وجہ سے ہے دوسرے حرف لام تاء سے زیادہ قوی ہے کیونکہ لام کی صفت جہر اور انحراف قوی صفات ہیں اسی لیے لام فعل کا تاء میں ادغام نہیں ہوتا۔

اگر لام فعل کا تاء میں ادغام کیا جائے تو لفظ کی بناء مشتبہ ہوتی ہے یعنی یہ واضح نہیں رہتا کہ مادہ لَقَمَ اور لَقَطَ ہے یا تَقَمَ اور تَقَطَ ہے۔

لام فعل کے اظہار کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فَالْتَقَمَهُ اور فَالْتَقَطَهُ افعال ہیں اور ادغام کرنے سے لام تعریف کے ساتھ التباس ہوگا جبکہ لام تعریف اسماء کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوال : لام فعل کا کیا حکم ہے؟

جواب : فعل کے شروع یا درمیان میں جو لام ساکن آ جائے اس کو ہمیشہ ظاہر کر کے پڑھیں گے جیسے فَالْتَقَمَهُ۔ فَالْتَقَطَهُ۔ قُلْنَا۔ جَعَلْنَا وغیرہ

☆☆☆

باب ششم:

نون ومیم کے احکامات

فصل اول: نون ساکن اور نون تنوین کے احکامات

سوال : نون ساکن کسے کہتے ہیں؟

جواب : نون ساکن وہ نون ہے جس پر کوئی حرکت نہ ہو۔ جیسے مَنْ اٰمَنَ - مِنْۢ بَعْدِیْ - مِنْ رَّبِّهِمْ - اَفَمَنْ وغیرہ۔

سوال : نون تنوین کسے کہتے ہیں؟

جواب : نون تنوین وہ نون ساکنہ ہے جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہوتا ہے یا وہ نون ساکنہ جو لفظ کے کامل ہونے کے بعد آخر میں لاحق ہوتا ہے جیسے رِجَالٌ - حِیْنَئِذٍ - سَلٰسِلَا - اَغْلٰلًا وغیرہ۔

سوال : نون ساکن اور نون تنوین میں کیا فرق ہیں؟

جواب : نون ساکنہ اور نون تنوین میں چار طرح فرق کیا جاتا ہے:

(۱) نون ساکنہ مرسوم (یعنی لکھا ہوا) ہوتا ہے۔ جیسے اَفَمَنْ - مَنْ اٰمَنَ وغیرہ۔

مگراس قاعدہ سے دو کلمات مستثنیٰ ہیں کہ وہاں لکھا تو نون ساکنہ ہی ہونا چاہیے تھا مگران کو تنوین سے لکھا گیا ہے پہلا کلمہ لَنَسْفَعًا ہے جو کہ اصل میں نون کے ساتھ لَنَسْفَعَنْ ہے اور دوسرا وَلَيَكُوْنًا ہے جو کہ اصل میں وَلَيَكُوْنَنْ تھا۔

جبکہ نون تنوین مرسوم نہیں ہوتا بلکہ بطور علامت اس کی جگہ دو زبر یا دو زیر یا دو پیش تحریر کیے جاتے ہیں جیسے اَحَدٌ۔ جُزْءًا۔ قُرَيْشٍ وغیرہ۔ مگراس قاعدہ سے بھی ایک کلمہ وَكَاَيِّنْ مستثنیٰ ہے جو کہ اصل میں وَكَاَيٍّ بالتنوین تھا۔

(۲) نون ساکنہ وصل و وقف دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے مثلاً كُنْ کہ یہ حالین میں پڑھا جائے گا مگر نون تنوین صرف وصل میں پڑھا جائے گا وقف کی حالت میں یہ پڑھنے میں نہیں آتا جیسے قُرَيْشٍ کو وصلاً ملا کر اگلی آیت سے پڑھیں تو نون تنوین ادائیگی میں آئے گا اور اگر اس کلمے پر وقف کر دیں یعنی قُرَيْشْ ۵ تو پھر پڑھنے میں نون تنوین نہیں آئے گا۔

دو زیر اور دو پیش کی تنوین تو وقف میں حذف ہو جائے گی اور تنوین والا حرف ساکن ہو جائے گا جبکہ دو زبر کی تنوین کو وقف میں الف سے بدل دیا جائے گا۔

مثالیں بالترتیب اس طرح ہیں:

اَلِيْمٍ سے اَلِيْمْ۔ اَحَدٌ سے اَحَدْ۔ قَلِيْلًا سے قَلِيْلَا۔

(۳) نون ساکن کلمہ کے وسط اور آخر دونوں جگہ آتا ہے جیسے اَنْعَمْتَ۔ وَكُنْ وغیرہ مگر نون تنوین ہمیشہ کلمہ کے آخر میں ہی ہوگا۔ جیسے كُفُوًا۔ مِهٰدًا۔ اَحَدٌ۔ اَلِيْمٍ وغیرہ۔

(۴) نون ساکن اسم فعل اور حرف تینوں میں پایا جاتا ہے مثالیں بالترتیب اس طرح ہیں۔

اَلْاَنْهٰرُ، يُنْصَرُوْنَ اور مِنْ، عَنْ وغیرہ۔ جبکہ نون تنوین صرف اسماء میں پایا

جاتا ہے جیسے قُرَيْشٍ ۔ اَحَدٌ وغیرہ

نوٹ : جیسے لام تعریف اسماء کے شروع میں آتا ہے اسی طرح نون تنوین اسماء کے آخر میں آتی ہے۔ یعنی یہ دونوں اسماء کی پہچان ہیں لیکن یہ بات یاد رہے کہ لام تعریف اور تنوین دونوں اکٹھے اسماء پر داخل نہیں ہوتے۔

سوال : کیا نون ساکن اور تنوین کے قواعد بھی جدا جدا ہیں؟

جواب : نون ساکن اور تنوین میں بے شک فرق موجود ہے مگر پڑھنے میں ان دونوں کی آواز یکساں ہوتی ہے جیسے ہمزہ زبر نون اَنْ اور ہمزہ دوزبر اً' اسی لیے ان کے قواعد بھی ایک ہی ہیں۔

نون ساکن اور نون تنوین کے احوال

سوال : نون ساکن اور نون تنوین کے کتنے احوال ہیں؟

جواب : نون ساکن اور نون تنوین کے چار احوال ہیں:

(۱) اظہار (۲) ادغام (۳) قلب (۴) اخفاء

نون ساکن اور نون تنوین کے عندالجمہور یہی چار احوال ہیں مگر بعض علماء تجوید نے پانچ احوال بتائے ہیں ان حضرات نے ادغام کی دو قسمیں کی ہیں۔

(۱) ادغام مع الغنہ (۲) ادغام بلا غنہ

اس طرح پانچ اقسام ہیں اور علامہ جعبریؒ نے صرف تین ہی احوال بتلائے ہیں۔ انہوں نے اقلاب کو اخفاء میں شامل کیا ہے اور پھر اخفاء کی دو اقسام کی ہیں:

(۱) اخفاء مع القلب (۲) اخفاء بلا قلب

بہر حال یہ اختلاف لفظی ہے حقیقی اختلاف نہیں ہے نیز جیسا کہ ہم اوپر بھی بیان کر آئے۔ جمہور نے نون ساکنہ وتنوین کے چار احوال ہی قرار دیئے ہیں۔ اور انھی کو

اب ہم تفصیلاً بیان کریں گے۔

اظہار

سوال : اظہار کا لغوی مطلب اور تعریف بیان کریں؟

جواب : اظہار کے لغوی معنیٰ ''واضح کرنا'' ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہوگی۔

''اِخْرَاجُ کُلِّ حَرْفٍ مِّنْ مَّخْرَجِهٖ مِنْ غَيْرِ غُنَّةٍ فِي الْمُظْهَرِ''

یعنی ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح نکالنا کہ مظہر میں غنہ نہ ہو۔ مظہر سے مراد نون ساکن و تنوین ہے۔

سوال : نون ساکن اور تنوین میں اظہار کا قاعدہ بیان کریں؟

جواب : نون ساکن اور تنوین کے بعد جب حروف حلقی میں سے کوئی حرف آ جائے خواہ ایک کلمہ میں ہو خواہ دو کلموں میں تو نون کو اس کے مخرج محقق (طرف زبان اور تالو) سے مع جمیع صفات لازمہ کے بغیر غنہ کے پڑھنا اظہار کہلاتا ہے اور اس اظہار کو اظہار حلقی یا اظہار حقیقی کہتے ہیں۔

سوال : اظہار حلقی کی صحیح ادائیگی کا کیا طریقہ ہے؟

جواب : اس اظہار کی صحیح ادائیگی یہ ہے کہ نون کو ساکن ادا کرنے کے بعد بغیر غنہ اور بغیر سکتہ کے آنے والے حرف حلقی کو ادا کیا جائے نہ نون میں قلقلہ ہو اور نہ غنہ کی طرف میلان ہو۔

سوال : غنہ تو نون و میم کی ذاتی صفت ہے اور یہاں اظہار کی تعریف میں جو بغیر غنہ کہا گیا ہے اس کا کیا مطلب ہوا؟

جواب : باب المخارج میں سترہویں مخرج خیشوم کے ذیل میں غنہ کی دو اقسام

بیان کی گئی ہے:

(۱)غنہ آنی (۲)غنہ زمانی

یہاں نون ساکنہ وتنوین کے اظہار میں جو بغیر غنہ کہا گیا اس سے مراد غنہ زمانی (جس کی مقدار ایک الف ہوتی ہے) کی نفی کی گئی ہے۔ جبکہ غنہ آنی خود بخود ادا ہو جاتا ہے اور اس کے لیے ارادے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ خلاصہ کلام یہ کہ نون ساکن وتنوین کے اظہار کی تعریف میں جو بغیر غنہ کے ادا کرنا کہا گیا ہے اس سے مراد غنہ زمانی ہے۔

سوال : اظہار کو بقایا احوال پر مقدم کیوں رکھا گیا ہے؟

جواب : ہر حرف میں اصل اظہار ہی ہے اصل سے ہٹ کر کسی اور طرح سے اس حرف کو ادا کرنا (مثلاً ادغام یا اخفاء کے ساتھ) کسی سبب پر مبنی ہوگا اور اظہار چونکہ اصل ہے اسی لیے اس کو مقدم رکھا گیا ہے۔

سوال : نون ساکنہ موقوفہ کا کیا حکم ہے؟

جواب : نون ساکنہ موقوفہ جس کے بعد کوئی بھی حرف نہیں ہو سکتا اس میں بھی اظہار ہوگا جیسے نَسْتَعِيْنُ ٥ يَعْلَمُوْنَ ٥ وغیرہ اور اس کو نون ساکنہ اور تنوین کے باب میں بیان کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس کی گئی کیونکہ ہر حرف میں اظہار اصل ہے جب تک اس اصل سے پھیر دینے والا کوئی سبب نہ ہو وہ حرف اپنی اصل میں ہی قائم رہتا ہے۔

سوال : نون ساکنہ وتنوین کے اظہار کو مثالوں سے واضح کریں؟

جواب : نون ساکنہ وتنوین کی مثالوں کو ہم جدول کے ذریعے واضح کرتے ہیں:

نمبر شمار	حروف اظہار	امثلہ نون ساکنہ		امثلہ نون تنوین
		کلمہ	کلمتین	
۱	ء	يَنْـَٔوْنَ	وَمِنْ اَهْلٍ	رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ - كُلٌّ اٰمَنَ
۲	ھ	يَنْهٰى - مِنْهَا	مَنْ هَاجَرَ	فَرِيْقًا هَدٰى - جُرُفٍ هَارٍ
۳	ع	اَنْعَمْتَ	مِنْ عَمَلٍ	سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ - حَقِيْقٌ عَلٰى
۴	ح	تَنْحِتُوْنَ	مِنْ حَكِيْمٍ	نَارٌ حَامِيَةٌ - غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ
۵	غ	فَسَيُنْغِضُوْنَ	مِنْ غِلٍّ	مِنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ
۶	خ	الْمُنْخَنِقَةُ	مِنْ خَوْفٍ	يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ

نون ساکن وتنوین کے اظہار کے متعلق توجیہات

سوال : حروف حلقیہ میں نون ساکن اور نون تنوین کا اظہار کیوں ہوتا ہے؟ ادغام کیوں نہیں ہوتا؟

جواب : حروف حلقیہ کو حروف اظہار بھی کہا جاتا ہے اور یہ جب بھی نون ساکن اور نون تنوین کے ساتھ مل کر آتے ہیں تو نون کو ظاہر کر کے پڑھا جاتا ہے' اظہار کی وجہ یہ ہے کہ نون اور حروف حلقیہ کے مخارج میں دوری ہے جبکہ ادغام اس وقت ہوتا ہے جب دو حروف میں قرب ہو نون چونکہ ادائیگی کے لحاظ سے سہل الاداء ہے جس کی ادائیگی میں مشقت نہیں کرنا پڑتی جبکہ حروف حلقیہ کی ادائیگی مشکل ہوتی ہے اس وجہ سے نون ساکن اور تنوین کے بعد حروف حلقی آجائیں تو اظہار کیا جاتا ہے۔

سوال : اگر ان میں ادغام ممکن نہیں تھا تو اخفاء کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب : نون اور حروف حلقی کے مخارج میں ایک قسم کی دوری اور ضدیت ہے

جس کی وجہ سے ادغام کی طرح اخفاء بھی نون کے تلفظ میں خوبی وحسن کا باعث نہیں بنتا لہٰذا اظہار واجب ہوا جو اصل ہے۔

سوال : اظہار حلقی کے کتنے مراتب ہیں؟

جواب : اظہار حلقی کے تین مراتب ہیں۔

(۱) اعلیٰ (۲) متوسط (۳) ادنیٰ

حروف حلقی کی جس قدر نون سے بلحاظ مخرج دوری ہوگی اسی قدر نون میں اظہار بھی تام ہوگا۔

پس سب سے اعلیٰ اظہار نون ساکنہ اور تنوین کا ہمزہ وہاء کے ساتھ ہے۔

پھر متوسط اظہار میں عین وحاء ہیں۔

اور ادنیٰ اظہار میں غین وخاء ہیں اور ان تینوں حالتوں میں اظہار کا نام اظہار حلقی ہے۔

سوال : نون ساکن وتنوین کے اظہار کو اظہار حلقی کیوں کہتے ہیں؟

جواب : چونکہ نون ساکن وتنوین کے بعد حروف حلقی میں سے کوئی حرف آ جانے کی وجہ سے یہ اظہار کیا جاتا ہے اس لیے اس اظہار کو اظہار حلقی کہتے ہیں۔

سوال : اظہار حلقی کو اظہار حقیقی کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب : حقیقی کا مطلب ہے اصل، بنیاد یا جڑ، چونکہ ہر حرف کی اصل اظہار ہی ہے۔ اصل سے ہٹ کر کسی اور طرح سے اس حرف کو ادا کرنا جیسے ادغام کرنا یا اخفاء کے ساتھ ادا کرنا یہ کسی سبب کی بناء پر ہوتا ہے۔ یا حقیقی کہنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نون ساکن وتنوین کے تمام قواعد میں اظہار اصل ہے۔

ادغام:

سوال : نون ساکنہ اور تنوین کے دوسرے حال ادغام کی تعریف بیان کریں؟

جواب : نون ساکن اور تنوین کا دوسرا حال ادغام ہے۔ ادغام کے لغوی معنی "إِدْخَالُ الشَّيْءِ فِي الشَّيْءِ" ہیں یعنی ایک چیز کو دوسری چیز میں داخل کرنا اور اصطلاح میں۔

"ساکن حرف کو متحرک حرف کے ساتھ اس طرح ملا کر پڑھنا کہ وہ دونوں ایک ایسا مشدد حرف ہو جائیں کہ جن کی ادا میں زبان ایک ہی مرتبہ اٹھے۔"

اس کی مزید تفصیل آپ باب الادغام میں پڑھ چکے ہیں ذہن میں تازہ کرنے کے لیے اسے دوبارہ ملاحظہ کر لیں۔

سوال : نون ساکنہ اور تنوین کا ادغام کتنے حروف میں ہوتا ہے؟

جواب : نون ساکن اور نون تنوین کا ادغام چھ حروف میں ہوتا ہے جن کا مجموعہ يَرْمَلُوْنْ ہے۔

سوال : نون ساکن اور تنوین کے ادغام کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : نون ساکن وتنوین کے ادغام کی دو اقسام ہیں۔

(۱) ادغام بلا غنہ (۲) ادغام معہ الغنہ

سوال : ادغام بلا غنہ کی وضاحت کریں۔

جواب : نون ساکنہ اور تنوین کا ادغام دو حروف لام وراء میں بلا غنہ یعنی تام ہے امثلہ درج ذیل جدول میں ظاہر کی گئی ہیں:

نمبر شمار	حروف ادغام	کیفیت ادغام	امثلہ نون ساکنہ	امثلہ نون تنوین
۱	ر	بغیر غنہ	مِنْ رَّبِّهِمْ	فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ
۲	ل	بغیر غنہ	أَنْ لَّا مَلْجَأَ	هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ

عند الجمہور نون ساکنہ اور تنوین میں لام وراء کا ادغام بلا غنہ ہی ہے مگر بعض اہل ادا

نے ان دونوں حروف میں ادغام مع الغنہ بھی کیا ہے مگر ادغام مع الغنہ کی شرط یہ ہے کہ نون ساکنہ مقطوع الرسم (یعنی مرسوم) ہو جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا۔ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى نہ کہ موصول جیسے فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ اول الذکر تینوں مثالوں میں چونکہ نون مرسوم ہے اس لیے یہاں ادغام مع الغنہ بھی کیا جا سکتا ہے مگر ثانی الذکر میں چونکہ نون مقطوع مرسوم نہیں بلکہ موصول ہے اس لیے صرف ادغام بلا غنہ ہی ہوگا۔

نیز ایک بات یہ یاد رکھی جائے کہ بطریق شاطبیہ لام وراء میں ادغام بلا غنہ ہی ہے جبکہ بطریق طیبہ ادغام مع الغنہ اور ادغام بلا غنہ دونوں صحیح ہیں۔

سوال : ادغام مع الغنہ کتنے حروف میں ہوتا ہے؟

جواب : نون ساکنہ اور تنوین کا یُوْمِنْ یا یَنْمُوْ کے چار حروف میں ادغام مع الغنہ ہے امثلہ بالترتیب اس طرح ہیں:

نمبر شمار	حروف ادغام	کیفیت ادغام	امثلہ نون ساکنہ	امثلہ نون تنوین
۱	ی	مع الغنہ	اَنْ یَّقُوْلُوْا	یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ
۲	ن	ایضاً	مِنْ نِّعْمَةٍ	اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِیْهِ
۳	م	ایضاً	مِنْ مَّالٍ	صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا
۴	و	ایضاً	مِنْ وَّالٍ	جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ

سوال : نون ساکنہ و تنوین کے ادغام کی کوئی شرط بھی ہے؟

جواب : نون ساکنہ کے ادغام کی شرط یہ ہے کہ نون ساکن ایک کلمہ کے آخر میں ہو اور تنوین تو کلمہ کے آخر میں ہوتی ہی ہے اور حروف یَرْمَلُوْنَ میں سے کوئی حرف دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو ادغام مع الغنہ ہوگا حاصل یہ کہ مدغم اور مدغم فیہ دو کلموں

میں ہوں۔

اگر نون ساکنہ اور حروف یَرْمَلُوْنْ میں سے کوئی حرف ایک کلمہ میں جمع ہوں تو پھر ادغام نہیں بلکہ اظہار ہوگا اور پورے قرآن میں اس طرح کے چار کلمات آتے ہیں۔

(۱) دُنْيَا (۲) صِنْوَانٌ (۳) قِنْوَانٌ (۴) بُنْيَانٌ

اور اس اظہار کو اظہار مطلق کہتے ہیں۔

نون ساکن وتنوین کے ادغام سے متعلق توجیہات

سوال : اس اظہار کو اظہار مطلق کیوں کہا جاتا ہے؟

جواب : لغت میں مطلق سے مراد خلاف مقید ہے اس کو اظہار مطلق اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اظہار مقید نہیں ہے جیسا کہ نون ساکنہ اور تنوین کا اظہار حلقی حروف حلقیہ کے ساتھ مقید ہے اور میم ساکنہ کا اظہار شفت کے ساتھ مقید ہے اسی لیے اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں پس چونکہ یہ اظہار کسی حالت کے ساتھ مقید نہیں بلکہ غیر مقید ہے اسی لیے اس کو اظہار مطلق کہا گیا ہے۔

سوال : مذکورہ چار کلمات میں ادغام کیوں نہیں کیا گیا ہے؟

جواب : ادغام کرنے سے لفظ اس مضاعف سے مشابہ ہو جائے گا جس میں مثلین کا ادغام کیا جائے اور الفاظ صِوَّانٌ - قِوَّانٌ - بُيَّانٌ اور دُيَّا ہو جائیں گے اور معنی مرادی پر دلالت نہ رہے گی اس لیے علماء تجوید نے کلمہ واحدہ میں ادغام نہیں کیا تا کہ یہ اظہار کلمہ کی اصل پر دال ہو جائے۔

یاد رہے کہ صرفیوں کے یہاں مضاعف وہ لفظ کہلاتا ہے کہ حروف اصلیہ میں یعنی عین اور لام کلمہ سے ایک حرف مکرر ہو جیسے حَیَّانٌ - رَیَّانٌ وغیرہ

سوال : مضاعف اور غیر مضاعف میں فرق کے لیے ان چاروں حروف میں ادغام مع الغنہ بھی تو کیا جا سکتا تھا تا کہ غنہ کی وجہ سے مضاعف اور غیر مضاعف میں فرق ہو جائے؟

جواب : اس فرق کو معتبر نہیں سمجھا گیا کیونکہ یہ غیر واضح ہے لہٰذا ظاہری التباس کے خوف کی بناء پر ادغام ممنوع ہوا۔

سوال : نون ساکن وتنوین کا حروف يَرْمَلُوْنَ میں ادغام باعتبار کیفیت کے بیان کریں؟

جواب : نون مدغمہ کی ادائیگی اس طرح ہوگی کہ ادغام بلاغنہ میں تو نون ساکن اور نون تنوین کا ادغام لام وراء سے ہوگا وہ مکمل تشدید کے ساتھ ہوگا مگر ادغام بالغنہ میں نون ساکن اور نون تنوین کا ادغام واؤ اور یاء میں ناقص ہوگا اور ناقص ہونے کی بناء پر ناقص التشدید ہوگا۔ ہاں جب میم اور نون میں ادغام ہوگا تو ادغام تام ہی ہوگا اور باوجود ادغام مع الغنہ کے مکمل تشدید کے ساتھ ادغام ہوگا لہٰذا ادغام بلاغنہ میں نون کا اثر ختم ہو جائے گا اور ادغام بالغنہ میں جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے نون کی صفت غنہ برقرار رہے گی یہ نون مدغمہ مخرج محقق اور خیشوم سے ملا جلا ادا ہوگا۔

نوٹ : ناقص التشدید اور کامل التشدید کی وضاحت باب الادغام میں ہو چکی ہے اسے دوبارہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

سوال : نون ساکن اور تنوین کا ادغام حروف يَنْمُوْ میں کیوں ہوتا ہے؟

جواب : نون میں ادغام کی وجہ تماثل ہے اور میم میں ادغام کی وجہ یہ ہے کہ نون ومیم میں غنہ۔ جہر۔ انفتاح۔ استفال اور توسط کی صفات مشترک ہیں گویا صفات کے اعتبار سے دونوں متجانسین میں سے ہوئے جبکہ واؤ اور یاء میں ادغام کی وجہ یہ ہے کہ نون۔ واؤ اور یاء کے ساتھ انفتاح۔ استفال اور جہر میں مشترک ہے۔ دوسری وجہ

ادغام کی یہ ہے کہ مد اور غنہ ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔نون میں غنہ کی وجہ سے اور حروف مدہ میں مدیت کی وجہ سے مشترک طور پر امتداد صوت ہے۔

واؤ اور یاء میں جو ادغام بالغنہ ہے علماء تجوید کے یہاں بالاتفاق یہ غنہ نون کا ہے لہٰذا ادغام ناقص ہے البتہ نون ساکن و نون تنوین کا جو میم میں ادغام ہوتا ہے اس میں اختلاف ہے۔بعض کے نزدیک غنہ نون کا ہے اور بعض کے نزدیک میم کا ہے۔اس کی مزید وضاحت باب الادغام میں گزر چکی ہے۔

سوال : یٰسٓ وَ الْقُرْاٰنِ اور نٓ وَ الْقَلَمِ میں بطریق شاطبی اور بطریق جزری کیا اختلاف ہے؟

جواب : یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ اور نٓ وَ الْقَلَمِ میں علامہ شاطبیؒ کے طریق کے مطابق دونوں کلمات میں صرف نون ساکن کا اظہار ہے اور علامہ جزریؒ کے طریق کے مطابق نون ساکن کا اظہار و ادغام دونوں وجوہ ہیں۔

سوال : ان کلمات میں بطریق شاطبی صرف اظہار کیوں ہے اور بطریق جزری ادغام و اظہار دونوں وجوہ کیوں ہیں؟

جواب : چونکہ حروف مقطعات اپنی اصل وضع میں کلمات قرآنیہ سے مقطوع ہیں اس لیے ان کلمات میں اظہار ہوا ہے اور ادغام کی وجہ یہ ہے کہ نون ساکن و تنوین کے ادغام کے قاعدہ کے مطابق ان کلمات کا بھی مثل دوسرے حروف کے ادغام کیا گیا۔آخر میں یہ بات سمجھ لیجئے کہ علم قرآءت میں روایت کی پابندی لازمی ہے اور جو کلمہ جس روایت میں جس انداز سے پڑھا گیا ہے وہی اس کی اصل ہے۔دوسری روایت یا قرآءت میں چاہے اس کے برخلاف پڑھا گیا ہو۔

سوال : نون ساکن و تنوین کا بطریق طیبہ لام وراء میں ادغام مع الغنہ بھی ہے مگر اس کی شرط یہ ہے کہ نون ساکنہ مرسوم ہو۔نون ساکن کے ہی مرسوم ہونے کی شرط

کیوں ٹھہرائی گئی اس طرح تو نون تنوین بھی مرسوم نہیں ہوتا جبکہ وہاں ادغام مع الغنہ جائز ہے؟ اس شرط کی بناء پر تو نون تنوین کا بھی ادغام مع الغنہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ وہ بھی مرسوم نہیں ہوتی۔

جواب : اس مسئلہ میں نون تنوین کو شامل کرنا ہی غلط ہے۔نون تنوین تو ہمیشہ ہی محذوف الرسم ہوتی ہے اور نون تنوین کی ایک واضح پہچان یہ بھی بتائی گئی کہ یہ کلمہ کے آخر میں صرف اسماء پر ہی وارد ہوتی ہے جس کا ادراک با آسانی کیا جا سکتا ہے۔

لیکن جن کلمات میں نون ساکنہ مرسوم یا محذوف ہوان کلمات میں فرق صرف رسم ہی کے ذریعے ممکن ہے جیسا کہ سورہ ھودؑ کی آیت نمبر۲ میں اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ بغیر نون کے لام واحدہ سے آ رہا ہے جبکہ سورہ ھودؑ میں ہی آیت نمبر ۲۶ میں اَنۡ لَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّا اللّٰهَ نون کے ساتھ مرسوم ہے اگر ہم پہلے موقع والی آیت میں ادغام مع الغنہ کرتے ہیں تو اس رسم قرآنی میں تغیر ہوتا ہے اور کلمے کی بناء مشکوک ہوتی ہے۔یعنی یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کلمہ مقطوع (مرسوم بالنون) ہے یا موصول (محذوف بالنون) ہے۔لہٰذا اس تشکیک سے محفوظ رکھنے کے لیے علماء قراءات نے ضروری خیال کیا کہ جن مواقع پر نون مرسوم ہو وہاں تو ادغام مع الغنہ کیا جائے اور جن مواقع پر نون مرسوم نہ ہو وہاں ادغام بلاغنہ ہی کیا جائے گا تاکہ اتصال رسم کا تحقق حاصل ہو جائے۔

یاد رہے کہ نون ساکنہ راء سے قبل پورے قرآن میں مرسوم ہی ہے البتہ لام سے پہلے بعض جگہ مرسوم اور بعض جگہ غیر مرسوم ہے جس کی تفصیل ہم باب یازدہم کی فصل اول مقطوع موصول میں بیان کر رہے ہیں۔جو کہ وہاں پر ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

اقلاب

سوال : اقلاب کا لغوی اور اصطلاحی مطلب بیان کریں؟

جواب : اقلاب کے لغوی معنی ہیں ''بدلنا۔ تبدیل کرنا'' اور اس کی اصطلاح میں تعریف ایسے کی گئی ہے۔

''جَعَلَ حَرْفُ مَكَانِ آخَرٍ مَعْ مِرَاعَاةِ الْغُنَّةِ وَ الْإِخْفَاءِ فِي الْحَرْفِ الْمَقْلُوْبِ''.

یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر حرف مقلوب میں غنہ اور اخفاء کی رعایت کرنا۔

مثلاً اَنْبِيَآءَ اللّٰهِ – مِنْ م بَيْنِكُمْ – سُنْبُلَةٍ – مِنْ م بَيْنٍ – عَلِيْمٌ م بِالظّٰلِمِيْنَ وغیرہ۔ یاد رہے کہ نون تنوین کے ساتھ باء ایک کلمہ میں نہیں آ سکتی ہے۔

سوال : اقلاب کا قاعدہ کیا ہے؟

جواب : نون ساکنہ اور نون تنوین کے بعد باء آ جائے تو نون ساکنہ اور تنوین کو میم سے بدل کر غنہ اور اخفاء کے ساتھ پڑھنا چاہیے وہ ایک ہی کلمہ میں ہوں یا دو کلموں میں نیز نون ساکنہ چاہے وسط کلام میں آئے یا طرف کلام میں' جب بھی اس کے بعد باء ہوگی اقلاب ہوگا۔

اقلاب سے متعلق توجیہات

سوال : نون ساکن یا تنوین کے بعد جب باء آئے تو اسے میم سے بدل کر کیوں پڑھا جاتا ہے؟

جواب : قلب کی وجہ یہ ہے کہ نون ساکن وتنوین میں اظہار کے ساتھ غنہ کرنا پھر باء کی ادائیگی کے لیے اطباق شفتین ہونا دشوار ہے اور نون کا باء میں ادغام بھی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ مخرج کے لحاظ سے نون اور باء میں کوئی نسبت نہیں ہے لہذا اخفاء ہی زیادہ موزوں ثابت ہوا اور یہ اخفاء اسی طرح موزوں ثابت ہو سکتا تھا کہ نون کو میم سے بدلا جائے کیونکہ میم باء کا ہم مخرج ہے اور نون کے ساتھ بھی غنہ و دیگر صفات میں

مشترک ہے۔اس طرح گویا نون کو میم ہی سے بدلا گیا ہے تا کہ وہ باء کے تلفظ میں واسطہ ثابت ہو۔

سوال : کلمہ واحدہ میں نون ساکنہ کا واؤ اور یاء میں ادغام نہیں کیا گیا اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی تھی کہ ادغام سے کلمہ مضاعف کے مشابہ ہو جاتا ہے تو اشتباہ کی یہی صورت یہاں بھی وارد ہو رہی ہے؟ نون ساکنہ کو باء کے نزدیک جب ہم میم سے بدلیں گے تو یہ پتہ نہ چلے گا کہ اصل حرف نون ہے یا میم؟ مثلاً اَنْبَآءَ کو اَمْبَآءَ پڑھا جائے گا تو ظاہر ہے کہ کلمہ کی اصل مشتبہ ہو جائے گی؟

جواب : یہ اشکال یہاں میم مقلوبہ میں وارد نہیں ہوتا کیونکہ نہ صرف قرآن میں بلکہ تمام عربی زبان میں کوئی لفظ یعنی کلمہ واحدہ ایسا نہیں کہ جس میں حرف میم کے بعد باء آ رہی ہو لہٰذا میم مقلوبہ کی وجہ سے کلمہ کی اصل مشتبہ نہ ہو گی اور اشکال بھی وارد نہیں ہوتا۔

سوال : میم مقلوبہ اور میم اصلی میں کیا فرق ہے؟

جواب : ان دونوں کے طریقہ ادائیگی تو آپس میں ملتے ہیں مگر میم مقلوبہ میں اخفاء مع الغنہ اجماعی ہے اور میم اصلی میں اخفاء جائز ہے یعنی اس میں اظہار بھی ہو سکتا ہے (بطریق طیبہ) مگر میم مقلوبہ میں بالاتفاق سب کے نزدیک اخفاء مع الغنہ ہے اظہار نہیں کیا جا سکتا۔

اخفاء

سوال : اخفاء کا لغوی اور اصطلاحی مطلب بیان کریں؟

جواب : اخفاء کے لغوی معنی "اَلسَّتْرُ" یعنی چھپانا ہے اور اصطلاح میں "اَلنُّطْقُ بِحَرْفٍ سَاكِنٍ عَارٍ مِّنَ التَّشْدِيْدِ عَلٰى صِفَةٍ بَيْنَ الْإِظْهَارِ وَالْإِدْغَامِ مَعَ بَقَاءِ الْغُنَّةِ فِي الْحَرْفِ الْأَوَّلِ"

یعنی حرف ساکن کا تلفظ اس طرح کرنا کہ غنہ کو باقی رکھنے کے ہمراہ وہ ادغام و اظہار کے مابین بغیر تشدید کے ادا ہو۔

سوال : اخفاء کن حروف میں ہوتا ہے؟

جواب : وہ حروف جن سے پہلے نون ساکن و نون تنوین میں اخفاء ہوگا پندرہ ہیں۔اخفاء کی پینتالیس مثالیں بنتی ہیں۔تیس نون ساکنہ کی (متوسطہ اور متطرفہ) اور پندرہ نون تنوین میں۔علامہ جزریؒ نے حروف اخفاء کو اس طرح بیان کیا ہے ع

صِفْ ذَا ثَـنَـا كَمْ جَادَ شَـخْـصٌ قَدْ سَمَا

ص ذ ث ک ج ش ق س

دُمْ طَيِّـبًـا زِدْ فِـيْ تُـقًـى ضَـعْ ظَـالِـمَـا

د ط ز ف ت ض ظ

اس اخفاء کو اخفاء حقیقی کہتے ہیں۔

سوال : اس اخفاء کو اخفاء حقیقی کیوں کہتے ہیں؟

جواب : اخفاء میم میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اتنا قوی نہیں جتنا نون میں قوی ہے گویا اخفاء اصلی اور حقیقی طور پر نون ہی میں ہوتا ہے۔کیونکہ خیشوم نون کے مخرج اصلی طرف لسان اور تالو سے زیادہ قریب ہے۔جبکہ ہونٹ جو میم کا مخرج ہیں خیشوم سے قدرے دور ہیں۔لہٰذا میم کے مقابلے میں نون میں اخفاء اور غنہ زیادہ کامل ہے۔

دوسرے یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ میم کے مقابلے میں نون میں حروف اخفاء زیادہ ہیں لہٰذا اس اخفاء کو اخفاء حقیقی کا نام دیا گیا۔

سوال : جدول کے ذریعے نون ساکن و تنوین کے ان پندرہ حروف میں اخفاء کی مثالیں بیان کریں؟

جواب :

نمبر شمار	حروف اخفاء	نون ساکن		نون تنوین
		ایک کلمہ میں	دو کلموں میں	
۱	ص	يَنصُرْكُمْ	اَنْ صَدُّوْكُمْ	رِجَالٌ صَدَقُوْا
۲	ذ	مُنذِرٌ	اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ	كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ
۳	ث	مَنْثُوْرًا	مِنْ ثَمَرَةٍ	مَآءً ثَجَّاجًا
۴	ک	اَنكَالًا	اَنْ كَانَ	فِيْ يَوْمٍ كَانَ
۵	ج	اَنجَيْنَاهُ	مِنْ جَاهِدٍ	فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ
۶	ش	مُنْشِئَ	مِنْ شُكْرٍ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٍ
۷	ق	يَنقِضُوْنَ	مِنْ قَبْلٍ	عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٍ
۸	س	مِنسَاتَهٗ	عَنْ سَيِّاٰتِكُمْ	قَوْلًا سَدِيْدًا
۹	د	اَندَادًا	وَمَنْ دَخَلَهٗ	قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ
۱۰	ط	يَنطِقُوْنَ	وَاِنْ طَآئِفَتَانِ	قَوْمًا طَاغِيْنَ
۱۱	ز	مُنزِلِيْنَ	فَاِنْ زَلَلْتُمْ	يَوْمَئِذٍ زُرْقًا
۱۲	ف	اِنفِرُوْا	فَاِنْ فَآءُوْ	عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ
۱۳	ت	مُنتَهُوْنَ	مِنْ تُرَابٍ	جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
۱۴	ض	مَنضُوْدٍ	مِنْ ضِلٍّ	قَوْمًا ضَآلِّيْنَ
۱۵	ظ	يَنظُرُوْنَ	مِنْ ظُلْمٍ	قُرًى ظَاهِرَةً

نون مخفاۃ کی ادائیگی

سوال : نون مخفاۃ کی ادائیگی کیسے ہوگی؟

جواب : نون مخفاۃ کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ نوک زبان نون کے ذاتی مخرج میں نہایت ضعف کے ساتھ لگے یعنی نہایت ضعیف اتصال ہو اور خیشوم سے بقدر ایک الف غنہ کی آواز ظاہر کی جائے۔ نون مخفاۃ میں مخرج ذاتی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی مگر لسان کا دخل ضعیف ہے اسی وجہ سے بیان نہیں کیا جاتا۔ اسی لیے نون مخفاۃ میں یہ تعریف کر دی جاتی ہے کہ "حَرْفٌ خَفِيٌّ يَخْرُجُ مِنَ الْخَيْشُوْمِ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيْهِ" یعنی یہ ایک حرف خفی ہے جو خیشوم سے ادا ہوتا ہے زبان کا اس میں کوئی کام نہیں۔

سوال : "لَا عَمَلَ اللِّسَانِ فِيْهِ" کے الفاظ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں زبان کا کوئی دخل نہیں ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب : لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيْهِ میں لسان کے عمل خاص یعنی اِلصاقِ مُحکم کی نفی مقصود ہے۔ چنانچہ ملا علی قاری نے المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ میں تحریر فرمایا ہے۔

"نون مخفاۃ مخرج ذات اور تحقق صفت سے مرکب ہے"

سوال : نون مخفاۃ کی ادائیگی میں کس قسم کی اغلاط ہوتی ہیں؟

جواب : نون مخفاۃ کی ادائیگی میں عام طور پر تین طریقے رائج ہیں جو تینوں غلط ہیں۔

(۱) نون مخفاۃ کو صرف خیشوم سے ادا کرنا نوک زبان کو تالو کی طرف بالکل نہ لگانا جس سے حروف مدہ پیدا ہو جاتے ہیں جیسے اِنْ كُنْتُمْ، اِيْنَ كُوْنْتُمْ ہو جاتا ہے۔

(۲) حرف مابعد کے مخرج پر اعتماد کی حالت میں نون مخفاۃ کو خیشوم سے ادا کیا

جاتا ہے جس سے نون مخفاۃ کی آواز مابعد کے حرف سے مخلوط ہو کر نکلتی ہے جس طرح سنگ۔ جنگ۔ زنگ عجمی زبانوں میں ادا ہوتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ یہ ادغام ناقص کی سی کیفیت ہے۔

(۳) نوک زبان کو نون کے مخرج اصلی یعنی تالو پر محکم طریقہ سے لگا کر خیشوم سے صوت غنہ کو ظاہر کرنا اس صورت میں اخفاء نہیں ہے بلکہ اظہار مع الغنہ ہے جو صحیح نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ صحیح ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ نون مخفی کی ادائیگی کے وقت حرف مدہ بھی پیدا نہ ہو محکم الصاق لسان بھی نہ ہو اور مابعد کے حرف پر اعتماد بھی نہ ہو بلکہ مخرج اصلی پر اعتماد ضعیف ہونا چاہیے۔

مراتب اخفاء

سوال : اخفاء کے مراتب بیان کریں؟

جواب : مراتب اخفاء تین ہیں:

(۱) قوی (۲) ادنیٰ (۳) متوسط

(۱) قوی اخفاء : سب سے قوی اخفاء نون ساکنہ وتنوین میں اس وقت ہوتا ہے جب اس کے بعد طاء۔ دال اور تاء کے حروف آئیں کیونکہ یہ حروف نون کے مخرج کے قریب ہیں ان حروف میں اخفاء اسی لیے قوی ہے کیونکہ یہ حروف ادغام کے قریب ہیں۔

(۲) ادنیٰ اخفاء : ادنیٰ اخفاء میں قاف اور کاف کے حروف شامل ہیں کیونکہ ان دونوں حروف کا مخرج نون کے مخرج سے دور اور حروف حلقیہ سے نزدیک ہے۔

(۳) متوسط اخفاء: باقی دس حروف مخفاۃ میں اخفاء متوسط پایا جاتا ہے کیونکہ نہ تو یہ حروف طاء۔ دال اور تاء کی مانند نون کے مخرج کے قریب ہیں اور نہ ہی قاف اور

کاف کی طرح حروف حلقی کے نزدیک ہیں۔ اسی لیے ان حروف میں جو اخفاء ہوگا وہ متوسطہ ہوگا۔ وہ دس حروف یہ ہیں۔

جیم۔ شین۔ ضاد۔ ظاء۔ ذال۔ ثاء۔ صاد۔ زای۔ سین اور فاء۔

یہ بات یاد رہے کہ تینوں مراتب اخفاء میں غنہ اور اخفاء کی مقدار دو حرکات یعنی ایک الف کی مقدار سے نہ کم ہوتی ہے نہ زیادہ۔

اخفاء کی توجیہات:

سوال : نون ساکن وتنوین میں اخفاء کیوں ہوتا ہے؟

جواب : یہ پندرہ حروف نہ تو نون کے مخرج سے ایسے قریب ہیں جیسا کہ حروف ادغام قریب تھے کہ ادغام ہو اور نہ ایسے دور ہیں جیسا کہ حروف اظہار ہیں کہ اظہار واجب ہو۔ لہٰذا قرب جو ادغام کا موجب تھا اور بعد جو اظہار کا باعث تھا دونوں معدوم ہیں اس لیے نون ساکن اور تنوین کو ایک ایسا حکم دیا گیا جو اظہار وادغام دونوں کے بین بین ہو اور یہ اخفاء ہے۔

اظہار کے معنی ہیں حرف کی ذات وصفت کو باقی رکھنا اور ادغام تام میں حرف کی ذات وصفت دونوں کو مدغم فیہ میں داخل کرنا۔ جبکہ اخفاء میں نون ساکن وتنوین کی ذات کا تلفظ سے فنا ہوکر ان کی صفت غنہ کا باقی رہنا ہوتا ہے اسی لیے اس حالت میں ان کا مخرج لسان سے خیشوم میں منتقل ہوجاتا ہے۔

سوال : اظہار۔ ادغام۔ اقلاب اور اخفا کو اس ترتیب سے بیان کرنے میں کیا حکمت ہے اگر کسی اور ترتیب سے بیان کیا جاتا تو کیا فرق پڑتا؟

جواب : اظہار کو اولاً اس لیے بیان کیا گیا ہے کیونکہ اظہار اصل ہے اور اظہار کے فوراً بعد ادغام کو اس لیے لایا گیا ہے کہ ادغام اظہار کی ضد ہے اور ضدین کے سمجھنے کے بعد ان کے اصل مفہوم میں وضاحت ہوتی ہے اس کے بعد قلب کو بیان کیا گیا

کیونکہ وہ بھی ادغام ہی کی ایک قسم ہے دوسرے قلب میں صرف ایک حرف ہے جو ضبط کرنے میں آسان ہے اور آخر میں اخفا کو اس لیے بیان کرتے ہیں تاکہ حروف اخفاء کے شمار میں آسانی رہے دوسرے یہ کہ اخفاء بین الاظہار والادغام ایک حالت کا نام ہے اور اظہار و ادغام کے بعد ہی اس کا تحقق ہو سکتا ہے کیونکہ اخفاء اپنے مفہوم میں اظہار و ادغام دونوں کے درمیان ہے۔

فصل دوم: میم ساکن کے قواعد

سوال: میم ساکنہ کے کتنے احوال ہیں؟

جواب: میم ساکنہ کے درج ذیل تین احوال ہیں:

(۱) ادغام (۲) اخفاء (۳) اظہار

ادغام

سوال: میم ساکن کا ادغام کیا ہے؟

جواب: لغوی مطلب اور تعریف ادغام کے بیان میں مذکور ہو چکی ہیں نیز ان کی تفصیل نون ساکنہ وتنوین کے ادغام میں بھی بیان ہو چکی ہے اس لیے ہم یہاں صرف اس کا قاعدہ بیان کریں گے۔

میم ساکن کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر میم ساکن کے بعد میم متحرک آئے تو وہاں ادغام ہو گا یعنی دونوں میم ایک ہو جائیں گے اور مثل میم مشدد اس میں غنہ بھی ہو گا جیسے فِي قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ — عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ — رِزْقُهُمْ مُّقْتَصِدٌ — اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ وغیرہ

اخفاء

سوال: اخفاء کا لغوی مطلب اور تعریف بیان کریں؟

جواب: اخفاء کا لغوی مطلب اور تعریف وغیرہ بھی نون ساکن وتنوین کے اخفاء

میں بیان ہو چکی ہے۔

سوال : اخفاء کا قاعدہ بیان کریں؟

جواب : میم ساکن کے بعد جب باء آئے تو اس میں اخفاء ہوتا ہے جیسے اَمْ بِظَاهِرٍ - يَعْتَصِمْ بِاللّٰهِ - وَمَاهُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ - فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ - رَبُّهُمْ بِهِمْ وغیرہ۔ اس اخفاء کو اخفاء شفوی کہتے ہیں۔

بطریق شاطبیہ اس میم میں صرف اخفاء ہی اخفاء ہے لیکن بطریق طیبہ اخفاء اور اظہار دونوں وجہیں صحیح اور معمول بہ ہیں۔

میم ساکن کے اخفاء کی توجیہات

سوال : اس اخفاء کو اخفاء شفوی کیوں کہتے ہیں؟

جواب : میم ساکن کے اخفاء کو نون ساکن وتنوین کے اخفاء سے ممتاز کرنے کے لیے یہ نام دیا گیا ہے۔

دوسری توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ نون ساکن وتنوین کا اخفاء پندرہ حروف میں ہوا ہے جبکہ میم ساکن کا اخفاء صرف باء میں ہوتا ہے اور میم اور باء دونوں حروف شفویہ ہیں کہ ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں لہٰذا ان دونوں حروف کے اشتراک کی بناء پر اس کا نام اخفاء شفوی رکھا گیا۔

سوال : اخفاء کی ادائیگی کا طریقہ کیا ہے؟

جواب : اخفاء کی ادائیگی کے وقت میم کو ادا کرتے ہوئے دونوں ہونٹوں کے خشک حصہ کو نہایت نرمی سے ملا کر بقدر ایک الف غنہ خیشوم سے ادا کیا جائے۔ پھر ہونٹوں کے تری والے حصہ کو مضبوطی کے ساتھ ملا کر باء کو ادا کرنا چاہیے گویا اخفاء میں میم حرف غنہ ہوتا ہے اس لیے اس کی آواز کا زیادہ زور خیشوم میں ہوگا اور مخرج اصلی سے تعلق ضعیف ہوگا مگر ہوگا ضرور۔

سوال : اخفاء کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب : اخفاء ایسے مقام پر کیا جاتا ہے جہاں دو حروف میں نہ تو قرب ہو کہ ادغام ہو سکے اور نہ بعد ہو کہ اظہار ممکن ہو۔

سوال : اوپر سوال کے جواب میں جو یہ کہا گیا ہے کہ جہاں دو حروف میں نہ تو قرب ہو کہ ادغام ہو سکے اور نہ بعد ہو کہ اظہار ممکن ہو تو میم اور باء تو ہم مخرج ہیں لہٰذا میم کا باء میں ادغام کیوں نہیں ہوا؟

جواب : درحقیقت میم میں یہ غنہ ذاتیہ ہی مانع ادغام ہے اگر غنہ نہ ہوتا تو میم کا باء میں ادغام ہو سکتا تھا کیونکہ میم و باء دونوں مخرج اور صفات اور قوت میں تقریباً متفق ہیں۔

دوسری توجیہہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ باء کا ادغام میم میں تو ہوا ہے جیسے اِرْكَبْ مَّعَنَا میں لیکن میم کا ادغام باء میں کہیں بھی نہیں ہوا ہے۔

سوال : میم ساکن کے بعد واؤ اور فاء کے آنے پر اخفاء یا ادغام کیوں نہیں کیا گیا؟

جواب : واؤ اور فاء کے آنے پر اخفاء اس لیے نہیں ہوتا کہ درحقیقت حروف حلقی کی طرح حروف شفوی بھی اپنے مماثل کے سوا میں مدغم نہیں ہوتے اور اخفاء بھی نصف ادغام ہوتا ہے لہٰذا وہ نہیں ہوا۔ البتہ میم میں عند الباء اخفاء ہوتا ہے کیونکہ دونوں میں اطباق شفتین کی وجہ سے قرب نہایت قوی تھا اور ادغام نہ کرنے کی توجیہہ یہ ہے کہ میم میں صفت غنہ کی وجہ سے اس کے مقارب واؤ اور فاء میں ادغام نہیں ہوا' اگر ادغام کیا جاتا تو غنہ باقی نہ رہتا اور کلمہ میں خلل اور نقص فاحش لازم آتا تھا اس لیے اظہار ہی کیا گیا۔

اگرچہ واؤ اور میم مجانس ہیں لیکن ادغام اس لیے بھی نہیں کیا جاتا تاکہ میم اور نون

مدغمہ فی الواوٗ کے درمیان فرق رہے ورنہ معلوم نہ ہوگا کہ مدغم میم ہے یا نون۔ اور میم کا فاء میں اس لیے ادغام نہیں ہوا کیونکہ میم قوی ہے اور فاء اس کے مقابلے میں ضعیف ہے اور یہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ قوی کا ضعیف میں ادغام نہیں ہوتا۔

اظہار:

سوال : میم ساکنہ کے تیسرے حال اظہار کو بیان کریں؟

جواب : نون ساکنہ وتنوین میں ہم اظہار کی تعریف بیان کر آئے ہیں کہ:

''حرف کو بالکل اسی طرح ادا کرنا جس طرح اس کے مخرج اور صفات لازمہ کا تقاضا ہو یعنی عام فہم الفاظ میں حرف کو اس کی حقیقت کے مطابق ادا کرنا اظہار کہلاتا ہے۔''

دراصل اظہار ہی حرف کی اصل ہے اور اصل سے ہٹ کر حرف کو کسی اور طرح پر ادا کرنا مثلاً ادغام یا اخفاء کرنا وغیرہ یہ کسی سبب پر موقوف ہوتا ہے۔

سوال : میم ساکن کا اظہار کن حروف میں ہوتا ہے؟

جواب : میم ساکن کے بعد ظاہر ہے کہ حرف الف نہیں آ سکتا ہے' اور باء میں میم ساکن کا اخفاء ہوتا ہے جس کو اخفاء شفوی کہتے ہیں اور میم کا میم میں ادغام ہوتا ہے اور بقایا چھبیس حروف میں میم کا اظہار ہوتا ہے اور اس کو اظہار شفوی کہتے ہیں۔

سوال : میم ساکن کے اظہار کو اظہار شفوی کیوں کہتے ہیں؟

جواب : میم ساکن کے اظہار کو نون ساکن وتنوین کے اظہار و اخفاء سے ممتاز کرنے کے لیے یہ نام دیا گیا ہے نیز چونکہ میم کا تعلق ہونٹوں سے ہے اور شفت ہونٹ کو کہتے ہیں اس لیے میم ساکن کے اخفاء اور اظہار کے ساتھ شفوی کی قید لگا دیتے ہیں۔

سوال : میم ساکن کا اظہار کس طرح ہوگا؟

جواب : میم ساکن کے اظہار کا طریقہ یہ ہے کہ شفتین یعنی دونوں ہونٹوں کے خشک حصوں کو مضبوطی سے بند کرتے ہوئے خیشوم میں آواز لے جائے بغیر میم کو ادا کیا جائے۔ البتہ غنہ آنی بلا قید ادا ہونا چاہیے کیونکہ وہ مطلقاً ذات میم کے لیے ضروری ہے۔

سوال : میم ساکن کے اظہار کو مثالوں سے واضح کریں؟

جواب : میم ساکن کا اظہار چھبیس حروف میں ہوتا ہے جن کو ہم جدول کے ذریعے بیان کرتے ہیں:

نمبر شمار	حرف اظہار	امثلہ
۱	ء	اَیُّکُمْ اَحْسَنُ
۲	ت	لَکُمْ تَذْکِرَةٌ
۳	ث	اَمْثَالُکُمْ
۴	ج	فَدَخَلَکُمْ جَنّٰتٍ
۵	ح	فِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ
۶	خ	هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ
۷	د	اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ
۸	ذ	وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ
۹	ر	لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ
۱۰	ز	مِنْهُمْ زَهْرَةَ
۱۱	س	هُمْ سَالِمُوْنَ
۱۲	ش	لَمْ یَنْقُصُوْکُمْ شَیْئًا
۱۳	ص	کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ
۱۴	ض	وَ امْضُوْا
۱۵	ط	اَمْثَلُهُمْ طَرِیْقَةً
۱۶	ظ	وَهُمْ ظَالِمُوْنَ
۱۷	ع	وَیَنْصُرْکُمْ عَلَیْهِمْ
۱۸	غ	فَعَلَیْهِمْ غَضَبٌ
۱۹	ف	ذَرَاَکُمْ فِی الْاَرْضِ
۲۰	ق	هُمْ قَوْمٌ
۲۱	ک	مَالَکُمْ کَیْفَ
۲۲	ل	وَ اُمْلِیْ لَهُمْ

۲۳	ن	حَرَّمْنَا	۲۵	ہ	اَنَّهُمْ هُمْ
۲۴	و	اِيْمَانُهُمْ وَ هُمْ	۲۶	ی	لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ

سوال : میم ساکن میں اظہار کرتے ہوئے کن امور کا خیال رکھنا چاہیے؟

جواب : میم ساکن میں اظہار کرتے ہوئے میم کو قلقلہ اور حرکت سے بچانا چاہیے نیز میم ساکنہ پر سکتہ بھی نہیں ہونے دینا چاہیے۔

فصل سوم: نون و میم مشدد

سوال : تشدید کی تعریف کیا ہے؟

جواب : تشدید کی تعریف یہ ہے کہ:

"هُوَ شِدَّةُ اِتِّصَالِ الْحَرْفَيْنِ مَعَ امْتِزَاجِهَا فِي السَّمْعِ بِحَيْثُ يَرْتَفِعُ اللِّسَانُ اِرْتِفَاعًا وَاحِدًا"

یعنی دو حروف کے متصل ہونے میں ایسی مضبوطی کہ سننے میں ان دونوں کا امتزاج محسوس ہو اور دونوں میں زبان کو ایک ہی دفعہ حرکت ہو۔

سوال : نون مشدد اور میم مشدد کے احوال بیان کریں؟

جواب : اس تعریف کے مطابق جب نون و میم مشدد ہوں تو ضروری ہے کہ ان دونوں حروف کو ان کے مخرج اصلی سے ادا کرو اور غنہ کو بقدر ایک الف بطور صفت کے خیشوم سے ادا کرو۔ نون و میم مشدد ہوں۔ چاہے بالوضع تشدید ہو اور چاہے ادغامی تشدید ہو ادغامی تشدید چاہے ایک کلمہ میں ہو چاہے دو کلموں میں۔

بالوضع تشدید

میم	نون
عَمَّ	اَلْجَنَّةُ
ثُمَّ	اِنَّ
هَمَّ قَوْمٌ	اِنَّا

تشدید ادغامی

میم		نون	
کلمتین	کلمہ	کلمتین	کلمہ
کَمْ مِّنْ	الٓمّٓ	مِنْ نَّاصِرِیْنَ	اَلنَّاسِ
قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ		مَنْ نَّشَآءُ	اَلنَّارُ

نون ومیم مشدد کی توجیہات:

سوال : نون ومیم کی ان تمام ابحاث میں جوغنہ ادا کیا جارہا ہے تو کیا غنہ میں مراتب بھی ہیں یا تمام نون ومیم کی حالتوں میں غنہ کا مرتبہ برابر ہے؟

جواب : نون ومیم متحرک ہوں یا ساکن، ساکن مظہر ہوں یا ساکن مخفاۃ یا مدغم بادغام ناقص ہوں ان تمام اقسام میں غنہ مطلقاً صفت لازمہ ہے۔ البتہ ان حروف کے سکون کے وقت غنہ بہ نسبت حروف متحرکہ کے زیادہ اکمل ہوتا ہے اور مخفاۃ ہونے کی حالت میں مظہر سے زیادہ ہے اور مدغم میں مخفاۃ سے بھی زیادہ مکمل ہوتا ہے اور مخارج

کے بیان میں معلوم ہو چکا ہے کہ غنہ کا مخرج خیشوم ہوتا ہے۔

سوال : کیا نون اور میم کے غنہ میں بھی کچھ فرق ہے یا ان کی کیفیت ایک ہی ہے؟

جواب : نون مشدد میں غنہ اکمل ہے میم مشدد کی نسبت یعنی نون مشدد کا غنہ اقویٰ ہے بہ نسبت میم مشدد کے غنہ سے اور نون ساکن وتنوین کا غنہ اکمل ہے میم ساکن مخفاۃ کے غنہ کی بہ نسبت۔

سوال : غنہ اور اخفاء میں کیا فرق ہے؟

جواب : غنہ اور اخفاء میں درج ذیل فرق ہیں:

(۱) اخفاء میں نوک زبان نون کے ذاتی مخرج میں نہایت ضعیف کے ساتھ لگتی ہے اور غنہ کی صفت کو بقدر ایک الف خیشوم سے ادا کیا جاتا ہے ایسے ہی میم میں اخفاء کے وقت آواز کا زیادہ زور خیشوم میں ہوگا اور مخرج اصلی سے تعلق ضعیف ہوتا ہے۔

جبکہ نون ومیم مشددتین کا مخرج تو اصلی ہی ہوتا البتہ غنہ بطور صفت ہوتا ہے۔

اس طرح نون کا ادغام واؤ اور یاء میں ادغام بالغنہ ہی ہوتا ہے مگر نون کا مخرج ادغام کے وقت مدغم فیہ کے مخرج سے بدل جاتا ہے اور غنہ بقدر ایک الف بطور صفت کے ادا کیا جاتا ہے۔

(۲) اخفاء کو غنہ لازم ہے جبکہ غنہ کو اخفاء لازم نہیں۔

سوال : اخفاء اور ادغام میں کیا فرق ہے؟

جواب : (۱) اخفاء میں تشدید نہیں ہوتی جبکہ ادغام میں تشدید ہوتی ہے۔

(۲) اخفاء میں حروف کو اپنی ذات میں چھپایا جاتا ہے اور ادغام میں اپنی ذات میں نہیں بلکہ مابعد والے حرف میں چھپایا جاتا ہے۔ چنانچہ اخفاء کے وقت کہا جائے گا أُخْفِيَتِ النُّوْنُ عِنْدَ الْكَافِ اور ادغام کے وقت کہا جائے گا أُدْغِمَتِ النُّوْنُ فِي الْيَاءِ۔

سوال : نون ومیم مشدد اور دیگر مشدد حروف کی ادائیگی کیا ایک جیسی ہوتی ہے؟

جواب : وہ مشدد حرف جس میں غنہ نہ ہو بسرعت ادا ہوتا ہے اور نون میم مشدد کے غنہ میں تراخی ہوتی ہے اور نون ساکنہ وتنوین کے واؤ اور یاء میں ادغام بالغنہ میں مزید تراخی ہوتی ہے۔

سوال : نون میم مشدد کی ادائیگی کے وقت انکا مخرج خیشوم ہوتا ہے یا طرف لسان و شفتان؟

جواب : نون ومیم مشدد کا مخرج اس حالت میں طرف لسان اور شفتان ہی ہوتا ہے البتہ غنہ بطور صفت کے ہوتا ہے یعنی ان کی صفت غنہ کا محل خیشوم ہے اور اس صفت کی وجہ سے ہی ان کو حروف غنہ کہا جاتا ہے۔

☆☆☆

باب ہفتم:

ہمزہ کے قواعد

فصل اول: اقسام ہمزہ

سوال : ہمزہ کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : ہمزہ کی دو اقسام ہیں۔

(۱) اصلی (۲) زائدہ

(۱) ہمزہ اصلی: اصلی وہ جو کلمہ کے اصل حروف یعنی فاء۔ عین لام کلمہ ہو جیسے اَخَذَ۔ شَأْنٌ۔ تَفْتَؤُا وغیرہ

(۲) ہمزہ زائدہ: ایسا ہمزہ جو کلمہ کے اصل حروف پر زائد ہو جیسے اِضْرِبْ۔ اُخْرُجُوْا۔ اَحْسَنَ وغیرہ

پھر ہمزہ زائدہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) ہمزہ قطعیہ (۲) ہمزہ وصلیہ

ہمزہ قطعی:

سوال : ہمزہ قطعیہ سے کیا مراد ہے؟

جواب : ہمزہ قطعیہ وہ ہمزہ ہے جو وصل اور ابتداء دونوں حالتوں میں پڑھا جاتا ہے۔ اور کبھی حذف نہیں ہوتا ہے جیسے اَطْغَيْتُهٗ۔ اَلْقِيَا۔ اَخْرِجْ۔ اَنْذِرْ وغیرہ

سوال : ہمزہ اصلی اور ہمزہ قطعی میں کیا فرق ہے؟

جواب : بعض اوقات ہمزہ اصلیہ کو بھی ہمزہ قطعی کہہ دیتے ہیں کہ ہمزہ اصلی بھی ہمزہ قطعی کی طرح وسط کلام میں حذف نہیں ہوتا۔

مگر ہمزہ اصلی کلمہ کے شروع۔ وسط اور آخر تینوں مواقع پر آتا ہے جیسا کہ امثلہ گزر چکی ہیں جبکہ ہمزہ قطعی صرف کلمہ کے شروع میں آتا ہے۔

ہمزہ وصلی

سوال : ہمزہ وصلی سے کیا مراد ہے؟

جواب : ہمزہ وصلی وہ ہمزہ ہے کہ جو کلمہ کے آغاز میں ہوتا ہے اور پڑھا جاتا ہے مگر عبارت کے درمیان میں آجائے تو حذف ہو جاتا ہے جیسے فَانْفَجَرَتْ کہ اصل میں فَاِنْفَجَرَتْ تھا۔ اَمِ ارْتَابُوْا جو کہ اصل میں اَمْ اِرْتَابُوْا تھا اور لَاانْفِصَامَ جو کہ اصل میں لَا اِنْفِصَامَ تھا۔

اسی طرح رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہ رَبِّ اَلْعٰلَمِيْنَ تھا۔

سوال : ہمزہ وصلی اور ہمزہ قطعی میں کیا فرق ہے؟

جواب : ہمزہ قطعی ابتداء کلام اور وسط کلام دونوں مواقع پر باقی رہتا ہے اور پڑھا جاتا ہے جبکہ ہمزہ وصلی ابتداء کلام میں تو باقی رہتا ہے مگر وسط کلام میں حذف ہو جاتا ہے۔

ہمزہ قطعی ساکن اور متحرک دونوں طرح آتا ہے جیسے اَحْسَنَ اور اَخَذَ۔ یُؤْمِنُوْنَ اور اِقْرَأْ میں ہمزہ ثانیہ وغیرہ اور ہمزہ وصلی ہمیشہ حرف ساکن کے ساتھ مل کر آتا ہے۔ مزید تفصیل آگے آتی ہے۔ ہمزہ قطعی ساکنہ کلمہ کے درمیان میں اور آخر میں ہوتا ہے اور ہمزہ قطعی متحرک مطلقاً کلمے کی ابتداء وسط اور آخر میں ہوتا ہے۔ اور یہ ہمزہ قطعی اسماء افعال اور حروف میں پایا جاتا ہے۔ بخلاف ہمزہ وصلی کے کہ وہ صرف کلمہ کے شروع میں آتا ہے اور ساکن نہیں ہوتا ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہمزہ اصلی کو ہی ہمزہ قطعی کہہ دیتے ہیں۔ ہمزہ اصلی اور ہمزہ قطعی چونکہ وسط کلام میں باقی رہتے ہیں اس لیے ان کو ایک ہی حکم پر قیاس کرتے ہوئے ہمزہ قطعی کے ذیل میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

علامہ طیبیؒ ہمزہ قطعی اور ہمزہ وصلی کی تعریف اس طرح بیان کرتے ہیں۔

وَ هَمْزَةٌ تَثْبُتُ فِی الْحَالَیْنِ
هَمْزَةُ قَطْعٍ نَحْوُ اَبْیَضَیْنِ
وَ هَمْزَةٌ تَثْبُتُ فِی الْبَدْءِ فَقَطْ
هَمْزَةُ وَصْلٍ نَحْوُ قَوْلِکَ النَّمَطْ

سوال : ہمزہ وصلی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : ہمزہ وصلی کو ہمزہ وصلی کہنے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱) یہ ہمزہ حرف ساکن کے ساتھ مل کر آتا ہے۔

(۲) وسط کلام میں یہ ہمزہ خود تو ساقط ہو جاتا ہے اور اپنے ماقبل اور مابعد کو باہم ملا دیتا ہے۔

(۳) چونکہ ساکن حرف سے ابتداء کرنا دشوار و ناممکن ہے اس لیے متکلم اپنی ضرورت تکلم کے لیے یہ ہمزہ زائد کرتے ہوئے اپنے مطلب کو پہنچتا ہے۔

اسی لیے خلیل بن احمد الفراہیدیؒ نے اسے:

سُلَّمُ اللِّسَان یعنی زبان کی سیڑھی کہا ہے۔

ہمزہ وصلی اور اقسام کلمہ

سوال : اسم۔ فعل اور حرف میں ہمزہ وصلی کی کیا پہچان ہے؟

جواب : ہمزہ وصلی کلمہ کی تینوں اقسام میں وارد ہے۔

کلمہ کی درج ذیل تین اقسام ہیں:

(۱) اسم (۲) فعل (۳) حرف

اب ہم آپ کو تفصیلاً کلمہ کی ان تینوں اقسام میں ہمزہ وصلی کی پہچان بتلائیں گے۔

اسماء کا ہمزہ

سوال : اسم میں ہمزہ وصلی کی کیا پہچان ہے؟

جواب : اسم کی دو اقسام ہیں۔

(الف) اسماء مصادر (ب) اسماء غیر مصادر

(الف) اسماء مصادر: مصدر ایک ایسا اسم ہوتا ہے جس سے افعال اور اسماء مشتقہ نکلیں جیسے اِنْتِقَامٌ۔ اِبْتِغَآءٌ۔ اِحْسَانٌ وغیرہ۔ جس ماضی میں پانچ یا چھ حروف ہوں اس کے مصدر میں ہمزہ وصلی مکسور ہوگا جیسے اِنْتِقَامٌ۔ اِنْفِصَامٌ۔ اِسْتِغْفَارٌ وغیرہ۔ پہلے دو کلمات کی ماضی پانچ حروف پر مشتمل ہے یعنی اِنْتَقَمَ۔ اِنْفَصَمَ جبکہ تیسری مثال کی ماضی چھ حروف والی ہے یعنی اِسْتَغْفَرَ۔ اور جس ماضی میں چار حروف ہوں اس کے مصدر میں ہمزہ قطعی ہوگا جیسے اِخْرَاجًا۔ اِطْعَامٌ ان کلمات کی ماضی چار حروف پر مشتمل ہے یعنی اَخْرَجَ۔ اَطْعَمَ۔ یعنی باب افعال کے مصدر کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے۔

(ب) اسماءغیر مصادر یا اسم جامد: وہ اسماء جو مصدر نہ ہوں ان کا ہمزہ ہمیشہ وصلی مکسور ہوتا ہے یہ اسماء کل دس ہیں مگر قرآن میں صرف سات آئے ہیں۔

(۱) اِبْنٌ (۲) اِبْنَتٌ (۳) اِمْرُؤٌ (۴) اِمْرَءَۃٌ (۵) اِسْمٌ (۶) اِثْنَیْنِ یا اِثْنَانِ (۷) اِثْنَتَانِ یا اِثْنَتَیْنِ

لیکن لغت عربی میں ان سات کے علاوہ وصلی والے تین اسماء مزید پائے جاتے ہیں۔

(۱) اِبْنُمٌ بمعنی بیٹا۔ (۲) اَیْمُنٌ بمعنی برکت (۳) اِسْتٌ بمعنی سرین

مذکورہ بالا سات اسماء غیر مصادر کے علاوہ ہر اسم کا ہمزہ قطعی ہوگا۔

(۱) خواہ وہ ضمیر ہو جیسے اِیَّاکَ۔ اَنْتَ وغیرہ

(۲) عَلَمْ یعنی نام ہو جیسے اِبْرَاھِیْم۔ اِسْمَاعِیْل۔ اِسْرَآئِیْل وغیرہ ان کو ہمزۃ الاعلام بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) اسم نکرہ ہو جیسے اَرْضٌ۔ اِنْسَانٌ

(۴) یا جمع ہو جیسے اَسْمَآءٌ۔ اَسْوِرَۃٌ۔ اَفْئِدَۃٌ۔

(۵) یا اسم تفضیل ہو جیسے اَحْمَدُ۔ اَعْلَمُ۔

افعال کا ہمزہ

سوال: فعل میں ہمزہ وصلی کی کیا پہچان ہے؟

جواب: فعل کا ابتدائی ہمزہ وصلی مکسور یا مضموم ہوتا ہے اور ہمزہ قطعی مفتوح ہوتا ہے۔

قاعدہ (الف): اگر فعل کے تیسرے حرف پر کسرہ فتح یا ضمہ عارضی ہو تو فعل کا ابتدائی ہمزہ ہمیشہ وصلی مکسور ہوتا ہے جیسے اِضْرِبْ۔ اِذْھَبْ۔ اِعْتَزَلَھُمْ۔ اِرْتَبْتُمْ وغیرہ

اسی طرح اگر تیسرے حرف پر ضمہ عارضی ہو تو پھر بھی ہمزہ وصلی مکسور ہی ہوگا جیسے

اِمۡشُوۡا — اِيۡتُوۡا — اِقۡضُوۡا — اِبۡنُوۡا — اِتَّقُوۡا —

اِمۡشُوۡا اصل میں اِمۡشِيُوۡا تھا۔ یاء پر ضمہ ثقیل ہونے کی وجہ سے ماقبل شین کو دیا گیا پھر یاء اور واؤ میں اجتماع ساکنین کی وجہ سے یاء حذف کر دی گئی۔ یہی تعلیل باقی کلمات میں بھی ہے۔

قاعدہ (ب) : اگر فعل کے تیسرے حرف پر ضمہ اصلی ہو تو فعل کا ابتدائی ہمزہ وصلی مضموم ہوگا جیسے: اُنۡظُرۡ — اُخۡرُجۡ — اُضۡطُرِرۡتُمۡ وغیرہ

نوٹ: باب افعال کے ماضی و امر میں جیسے اَقۡبَلَ — اَکۡرِمِیۡ وغیرہ کا ابتدائی ہمزہ قطعی مفتوح ہوتا ہے۔

مضارع واحد متکلم کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے جیسے:

اَعۡتَزِلُکُمۡ — اَدۡعُوۡا — سَاَسۡتَغۡفِرُلَکَ وغیرہ

فعل کے ہمزہ وصلی سے متعلق کچھ اشکالات اور ان کے جوابات:

سوال : فعل کا تیسرا حرف جب مضموم ہوتا ہے تو ہمزہ وصلی کو ضمہ کی حرکت کیوں دی جاتی ہے، کسرہ کیوں نہیں دیا جاتا؟

جواب : فعل کا تیسرا حرف مضموم ہو تو ہمزہ وصلی کو کسرہ کی بجائے ضمہ اس لیے دیا گیا کہ کسرہ کے بعد ضمہ کی ادائیگی عربی زبان میں ثقل کا باعث ہے۔

سوال : اوپر کے سوال کے جواب میں یہ کہا گیا کہ اُخۡرُجُوۡا جیسے کلمات میں ہمزہ وصلی کو کسرہ کی بجائے ضمہ اس لیے دیا گیا تا کہ ثقالت کا باعث نہ ہو لیکن مثال مذکورہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمزہ وصلی اور فعل کے تیسرے حرف کے مابین حرف ساکن بھی موجود ہے۔ کیا حرف ساکن ثقالت کو دور کرنے کا ذریعہ نہیں بن سکتا؟

جواب : ہمزہ وصلی اور حرف مضموم کے درمیان ساکن حرف کے فاصل آ جانے

سے کوئی فرق پیدا نہیں ہوتا کیونکہ حرف ساکن کا وجود قوی مانع نہیں ہے۔

سوال : فعل کا ہمزہ وصلی یا تو مضموم ہوتا ہے یا مکسور' سوال یہ ہے کہ ہمزہ وصلی میں اصل حرکت کون سی ہے؟

جواب : ہمزہ وصلی میں کسرہ ہی اصل ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک حرف ہے اور حروف مبنی ہوتے ہیں اور بناء میں اصل سکون ہے اور ساکن کو کسرہ کی حرکت دی جاتی ہے۔

سوال : فعل کے تیسرے حرف پر فتح ہونے کی صورت میں ہمزہ وصلی کو کسرہ کی بجائے فتح کی حرکت کیوں نہیں دی جاتی ؟

جواب : فعل کے تیسرے حرف پر فتح کی حالت میں ہمزہ وصلی کو فتح نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ بہت سے مواقع میں دوسرے صیغوں کے ساتھ التباس ہو جائے گا جیسے وقف میں اِذْهَبْ صیغہ امر (باب فتح) کو اگر ہمزہ وصلیہ مفتوحہ کے ساتھ شروع کیا جائے تو اَذْهَبَ صیغہ ماضی باب افعال کے ساتھ التباس ہوگا۔

سوال : اس باب میں ہمزہ وصلی کے قواعد تو بیان کیے جا رہے ہیں مگر ہمزہ قطعی کے قواعد کیوں بیان نہیں کیے گئے؟

جواب : ہمزہ وصلی کے قواعد بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمزہ وصلی کے قواعد ہمزہ قطعی کے مقابلے میں مختصر ہیں اسی لیے کتب تجوید میں ہمزہ وصلی کے قواعد کو ہی بیان کیا جاتا ہے اور ہمزہ وصلی کے قواعد بیان کر کے مفہوم مخالف سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ بقایا تمام اقسام ہمزہ قطعی کی ہیں۔

حروف کا ہمزہ:

سوال : حروف میں ہمزہ وصلی کی کیا پہچان ہے؟

جواب : تمام حروف کا ہمزہ قطعی ہوتا ہے سوائے لام تعریف کے ہمزہ کے جیسے اَوْ- اَمْ- اِنْ- اَنْ- اِنَّ- اِلَّا وغیرہ لام تعریف کا ہمزہ ہمیشہ وصلی مفتوح ہوتا ہے جیسے:

اَلرَّحْمٰنُ- اَلْحَمْدُ وغیرہ

سوال : اوپر بتایا گیا ہے کہ ہمزہ وصلی میں اصل کسرہ ہے مگر لام تعریف والے ہمزہ کو فتحہ کیوں دیا گیا ہے؟

جواب : لام تعریف والے ہمزہ وصلی کو اہل زبان نے اس لئے فتحہ دیا کہ لام تعریف کا وقوع دیگر ہمزہ ہائے وصلیہ کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے لہٰذا تخفیف کی غرض سے فتحہ ہی مناسب ہوا۔ کیونکہ فتحہ اَخَفُّ الْحَرَكَاتُ ہے۔

فصل دوم: ہمزتین فی کلمۃ کے قواعد

سوال : ایک کلمہ میں دو ہمزوں کے جمع ہونے کے کیا قواعد ہیں؟

جواب : ایک کلمہ میں دو ہمزوں کے جمع ہونے کے چار قواعد ہیں۔

(۱) تحقیق (۲) تسہیل (۳) ابدال (۴) حذف

تحقیق

سوال : ہمزہ کے جو چار قواعد تحقیق۔ تسہیل۔ ابدال اور حذف بیان کئے گئے ہیں ان قواعد میں اصل کیا ہے؟

جواب : تحقیق۔ تسہیل۔ ابدال اور حذف میں ہمزہ کی اصل حالت تحقیق ہی ہے اصل سے ہٹ کر کسی اور طرح سے ہمزہ کو ادا کرنا (مثلاً تسہیل ابدال اور حذف) کسی سبب پر مبنی ہوگا۔ اور ہمزہ کے قواعد میں چونکہ تحقیق اصل ہے اسی لیے تحقیق کو بقایا

قواعد پر مقدم رکھا گیا ہے۔

سوال : ہمزہ میں تحقیق اصل ہے تو بقایا تغیرات تسہیل۔ ابدال اور حذف کیوں کئے جاتے ہیں۔

جواب : بے شک ہمزہ میں تحقیق ہی اصل ہے لیکن دیگر تغیرات جیسے تسہیل۔ ابدال اور حذف اس لیے کئے جاتے ہیں کہ ہمزہ ثقیل حرف ہے اس لیے ان دیگر تغیرات سے ہمزہ کی ادائیگی میں تخفیف وسہولت حاصل ہوتی ہے۔

سوال : تحقیق ہمزتین سے کیا مراد ہے؟

جواب : تحقیق کا لغوی مطلب ہے کسی شے کا منتہی اور اصل۔ اصطلاح میں تحقیق کا مطلب ہے ''ہمزہ کو خوب صاف و واضح طور سے پڑھنا'' یعنی ہمزہ کو اس کے مخرج اقصیٰ حلق سے مع جمیع صفات کے ادا کرنا جیسے:

ءَاَنْذَرْتَهُمْ۔ ءَاُنْزِلَ۔ ءَاِنَّکَ وغیرہ

تسہیل

سوال : تسہیل سے کیا مراد ہے؟

جواب : تسہیل کے لغوی معنی ہیں آسان کرنا یا نرم کرنا۔ اصطلاح میں تسہیل کے معنی ہیں:

''اَلتَّسْهِيْلُ هُوَ تَلْيِيْنُ الْهَمْزَةِ بَيْنَهُمَا وَ بَيْنَ الْحَرْفِ الَّذِىْ حَرَكَةَ الْهَمْزَةِ مِنْهَا''

یعنی ہمزہ کو ہمزہ اور اس کی حرکت کے موافق حرف مد کے درمیان پڑھنا کہ نہ خالص ہمزہ ہو اور نہ خالص حرف مد۔

سوال : تسہیل کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : تسہیل کی دواقسام ہیں:

(۱) تسہیل وجوبی (۲) تسہیل جوازی

(۱) تسہیل وجوبی: روایت حفص میں پورے قرآن میں صرف ایک کلمہ میں تسہیل وجوبی ہوئی ہے یعنی سورہ حٰمٓ اَلسَّجْدَۃُ میں ءَاَعْجَمِیٌّ میں۔اس کلمہ کے دوسرے ہمزہ میں وجوبی طور پر صرف تسہیل ہی تسہیل ہے۔

(۲) تسہیل جوازی: اگر پہلا ہمزہ قطعی مفتوح (جو کہ ہمزہ استفہامیہ ہے) اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو دوسرے ہمزہ میں تسہیل جائز ہے۔روایت حفص میں پورے قرآن پاک میں تین کلمات میں جو چھ مواقع پر آئے ہیں، تسہیل جوازی ہوئی ہے۔

(۱) ءٰآلْـٰٔنَ (یونسؑ دوجگہ) جو کہ اصل میں ءَ اَلْـٰٔنَ ہے۔
(۲) ءٰآللّٰهُ (یونسؑ۔النمل) جو کہ اصل میں ءَ اَللّٰهُ تھا۔
(۳) ءٰآلذَّكَرَيْنِ (الانعام دوجگہ) یہ اصل میں ءَ اَلذَّكَرَيْنِ ہے۔
ان تینوں کلمات میں دوسرے ہمزہ میں تسہیل جائز ہے۔

سوال : تسہیل وجوبی اور تسہیل جوازی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : وجوبی کا مطلب لازمی اور ضروری کا ہے یعنی ایسا قاعدہ کہ جس میں اس قاعدے کے علاوہ کوئی اور قاعدہ آ ہی نہ رہا ہو یعنی تسہیل وجوبی سے مراد ایسی تسہیل جس میں صرف تسہیل ہی تسہیل ہو۔

چونکہ ءَاَعْجَمِیٌّ کے دوسرے ہمزہ میں صرف تسہیل ہی ہے جو کہ روایتاً ثابت ہے اور اگر اس کلمہ میں تسہیل ادا نہ کی جائے تو روایت حفص کامل متصور نہ ہوگی۔

جوازی کا مطلب ''اجازت ہونا'' کے ہیں یعنی ایسا قاعدہ کہ جس میں جواز کی بناء

پر دو وجوہ کی اجازت ہو کہ ان میں سے جو بھی وجہ اختیار کی جائے وہ صحیح اور درست ہو جیسے تسہیل جوازی یا ابدال جوازی۔ پس تسہیل جوازی والے تینوں کلمات مذکورہ میں دو وجوہ کی اجازت اور جائز ہونے کی بناء پر تسہیل جوازی یا ابدال جوازی کا نام دیا گیا۔

سوال : ءَ اَعْجَمِيٌّ میں ہی صرف تسہیل کیوں کی گئی جبکہ ہمزتین فی کلمۃ کے اجتماع کی تو اور بھی بہت سی مثالیں ہیں؟

جواب : ایک وجہ تو ہم تسہیل وجوبی کی وجہ تسمیہ کے ذیل میں بیان کر آئے ہیں کہ ءَ اَعْجَمِيٌّ میں تسہیل روایۃً ثابت ہے اور صرف اسی ایک کلمہ میں ہی روایت حفص میں تسہیل وجوبی ہے اور اس میں قیاس کو کوئی دخل نہیں کیونکہ قراءات صحیحہ متواتر اور نص صریح ہیں۔ یعنی روایت حفصؒ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح منقول ہے۔

دوسری توجیہ یہ ہے کہ دراصل ہمزہ کے قواعد میں بہت سی لغات ہیں مثلاً تحقیق۔ تسہیل۔ ابدال اور حذف وغیرہ۔ روایت حفصؒ میں زیادہ تر ہمزتین فی کلمۃ و کلمتین میں تحقیق ہی ہے جبکہ بعض دیگر قراءات میں تسہیل اور ابدال وغیرہ بکثرت ہیں۔ حفصؒ نے اس ایک کلمہ میں جَمْعًا بَيْنَ اللُّغَتَيْنِ یعنی دیگر صحیح لغات کو جمع کرنے کی غرض سے تسہیل فرمائی ہے۔

نیز تسہیل کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ کلمہ واحدہ میں تین حروف حلقی جمع ہو رہے ہیں جو کہ ثقالت کا باعث ہیں اسی لیے ہمزہ ثانیہ میں تسہیل کر کے اس ثقالت کو دور کیا گیا ہے۔

ابدال

سوال : ابدال سے کیا مراد ہے؟

جواب : ابدال کا لغوی مطلب ہے ''بدلنا'' اور اصطلاح میں ابدال سے مراد ہے کہ:

''تُبَدَّلُ الْهَمْزَةِ حَرْفَ مَدٍّ مَّحْضًا لَّا يَبْقٰى مَعَهٗ شَائِبَةُ الْهَمْزَةِ'' یعنی ہمزہ ساکنہ یا متحرکہ کو ما قبل کی حرکت کے مطابق خالص حرف مد سے بدلنا ابدال کہلاتا ہے۔

سوال : ابدال کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : ابدال کی دو اقسام ہیں۔

(۱) ابدال وجوبی (۲) ابدال جوازی

(۱) ابدال وجوبی: اگر دو ہمزہ اصلی ایک کلمہ میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ہمزہ متحرک اور دوسرا ہمزہ ساکن ہو تو ہمزہ ساکنہ کو ما قبل کی حرکت کے مطابق حرف مد سے بدلا جاتا ہے جیسے اَءْمَنُوْا کو اٰمَنُوْا۔ اِءْمَانٌ کو اِيْمَانٌ۔ اُءْتُمِنَ کو اُوْتُمِنَ سے بدل دیا گیا ہے۔

ہمزہ منفردہ ساکنہ: ابدال وجوبی کی ایک صورت اس وقت بھی پیدا ہوتی ہے جب ہمزہ ساکنہ منفردہ کلمہ کی ابتداء میں آ جائے تب ضروری ہوتا ہے کہ ابتداء کے لیے ہمزہ وصلی شروع میں لایا جائے جیسے اِيْتُوْنِيْ کہ اصل میں اِءْتُوْنِيْ تھا اور اِيْتِ اصل میں اِئْتِ تھا۔ اور اگر ہمزہ وصلی سے ابتداء نہ کی جائے بلکہ ما قبل کے آخر حرف سے متصل پڑھا جائے تو ہمزہ ساکنہ نہ بدلے گا، جیسے فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِيْ۔ قَالُوا ائْتِنَا۔ الَّذِي اؤْتُمِنَ ہمزہ ساکنہ منفردہ کلمہ کے شروع میں آئے تو ایسی صورت میں بھی ابدال وجوبی ہوتا ہے۔

(۲) ابدال جوازی: اگر پہلا ہمزہ قطعی مفتوح اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو تو ان

میں ہمزہ ثانیہ میں تسہیل کی جاتی ہے جیسا کہ آپ تسہیل کے بیان میں پڑھ چکے ہیں ان کی دوسری وجہ ابدال کی ہے ان کا دوسرا ہمزہ بالا بدال بھی پڑھا جا سکتا ہے وہ کلمات یہ ہیں:

(۱) آلذَّكَرَيْنِ (الانعام دو جگہ) (۲) آلْئٰنَ (یونس دو جگہ)

(۳) آللّٰهُ (یونس۔ النمل)

سوال: قاعدہ یہ ہے کہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہو جاتا ہے مگر مذکورہ چھ مواقع میں ہمزہ وصلی کو تحقیق سے پڑھ لینے میں یا اس کو حذف کر لینے میں کیا امر مانع ہوا؟

جواب: ان تمام کلمات میں اول ہمزہ استفہامیہ۔ قطعیہ مفتوحہ ہے اور ہمزہ ثانیہ وصلیہ مفتوحہ ہے ہمزہ ہائے وصل کو باقی رکھ کر پڑھنا عربیت سے خروج اور لحن فاحش ہے لیکن اگر یہاں ہمزہ وصلی کو حذف کر دیا جائے تو استفہام خبر کے ساتھ ملتبس ہو جاتا ہے جس سے کلام کا مفہوم ہی بدل جانے کا اندیشہ تھا اس لیے خاص طور پر ان چھ مواقع میں ہمزہ وصلیہ کو درج کلام میں ہونے کے باوجود حذف نہیں کیا گیا۔

سوال: ابدال اور تسہیل میں اولیٰ کیا ہے؟

جواب: تسہیل میں چونکہ ہمزہ کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہتا ہے اور ابدال میں تغیر تام ہے اسی لیے ابدال اولیٰ ہے لیکن دونوں وجوہ کا پڑھنا بالکل صحیح ہے۔

سوال: ابدال وجوبی اور ابدال جوازی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب: اس میں وہی وجہ قیاس کر لیں جو ہم اوپر تسہیل وجوبی اور تسہیل جوازی کے ذیل میں بتا کر آئے ہیں۔

حذف

سوال: حذف سے کیا مراد ہے؟

جواب : حذف کے لغوی معنی ہیں "گرانا" اور اصطلاح میں حذف سے مراد یہ ہے کہ "جب دو ہمزہ ایک کلمہ میں متصل آئیں تو ان میں سے ایک ہمزہ کو گرا کر پڑھنا حذف کہلاتا ہے۔

سوال : حذف کا قاعدہ کیا ہے؟

جواب : اگر دو ہمزہ کسی کلمہ میں اس طرح اکٹھے ہوں کہ پہلا ہمزہ قطعیہ مفتوحہ ہو اور ثانی ہمزہ وصلیہ مکسور ہو تو ہمزہ ثانیہ مکسور کو حذف کرتے ہیں۔ قرآن میں ایسے سات کلمات آئے ہیں:

نمبر شمار	کلمہ اصلی	کلمہ تعلیلی	سورت
۱	ءَ اِتَّخَذْتُمْ	قُلْ اَتَّخَذْتُمْ	البقرہ
۲	ءَ اِسْتَغْفَرْتَ	اَسْتَغْفَرْتَ	المنافقون
۳	ءَ اِطَّلَعَ	اَطَّلَعَ الْغَيْبَ	مریمؑ
۴	ءَ اِفْتَرٰى	اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ	السباء
۵	ءَ اِصْطَفٰى	اَصْطَفَى الْبَنَاتِ	الصافات
۶	ءَ اِسْتَكْبَرْتَ	اَسْتَكْبَرْتَ	صٓ
۷	ءَ اِتَّخَذْنَاهُمْ	اَتَّخَذْنَاهُمْ سُخْرِيًّا	صٓ

☆☆☆

باب ہشتم:

اجتماع ساکنین ۔احکام ھاء ضمیر اور حرکات کا بیان

فصل اول: اجتماع ساکنین

سوال : اجتماع ساکنین کا کیا مطلب ہے؟

جواب : جب دو ساکن کسی ایک کلمہ میں یا دو کلموں میں متصل آئیں تو ایسی صورت کو اجتماع ساکنین کہا جاتا ہے جیسے آلْاٰنَ – فِی الْاَرْضِ – یَعْلَمُوْنَ – قُرَیْشٍ – نٓ – صٓ – کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ

سوال : اجتماع ساکنین کی اقسام بیان کریں؟

جواب : اجتماع ساکنین کی دو اقسام ہیں:

(۱) اجتماع ساکنین علی حدہ (۲) اجتماع ساکنین علی غیر حدہ

سوال : اجتماع ساکنین علی حدہ اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب : حَدَّ یَحُدُّ حَدًّا وَ حَدَدًا یعنی حد مقرر کرنا۔

اجتماع ساکنین علی حدہ کا مطلب ہے ایسے دو ساکن جو اپنی مقررہ حدود میں رہیں

یا اپنے حال پر برقرار رہیں یعنی جن میں تغیر وتبدل نہ کیا جائے۔

اور اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا مطلب ہے ایسے دو ساکن جو اپنے مقررہ حدود میں نہ رہیں یا جو اپنے حال پر برقرار نہ رہیں یعنی جن میں کسی قسم کا تغیر وتبدل کر دیا جائے۔

اجتماع ساکنین علی حدہ

سوال : اجتماع ساکنین علی حدہ سے کیا مراد ہے؟

جواب : اجتماع ساکنین علی حدہ سے مراد یہ ہے کہ دو ساکن ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا ساکن مدہ ہو اور دوسرا ساکن اصلی ہو خواہ عارضی ہو۔

سوال : اجتماع ساکنین علی حدہ کا کیا حکم ہے؟

جواب : اجتماع ساکنین علی حدہ مطلقاً جائز ہے۔

سوال : اجتماع ساکنین علی حدہ کو مثالوں سے واضح کریں؟

جواب : مذکورہ بالا تعریف کو مدنظر رکھتے ہوئے اجتماع ساکنین علی حدہ کی تین حالتیں ہیں۔

(۱) پہلا ساکن حرف مدہ دوسرا ساکن اصلی

جیسے آلْئٰنَ - دَآبَّةٌ - اَلطَّآمَّةُ - اَلصَّآخَّةُ - ضَآلِّيْنَ - ءَآللّٰهُ وغیرہ (یہ اجتماع ساکنین علی حدہ وصل ووقف دونوں حالتوں میں ہوتا ہے۔)

(۲) اور اسی حالت کے ذیل میں حروف مقطعات بھی داخل ہیں جیسے قٓ - نٓ - صٓ - الٓمّٓ وغیرہ

(یہ اجتماع ساکنین علی حدہ بھی وصل اور وقف دونوں حالتوں میں ہوتا ہے)۔

(۳) پہلا ساکن حرف مدہ دوسرا ساکن عارضی:

جیسے یَعْلَمُوْنْ - نَسْتَعِیْنْ - اَلرَّحْمٰنْ وغیرہ (اجتماع ساکنین علی حدہ کی یہ

شکل صرف حالت وقف میں جائز ہے۔)

مذکورہ تینوں اقسام اجتماع ساکنین علی حدہ میں داخل ہیں۔

سوال : اگر پہلا ساکن حرف غیر مدہ اور دوسرا ساکن عارضی ہو جیسے عُشْرْ یا قُرَیْشْ تو ان کلمات کا اجتماع ساکنین علی حدہ کہلائے گا یا علی غیر حدہ؟

جواب : دو ساکنوں کے ایک کلمہ میں جمع ہونے کی ایک شکل یہ بھی ہوتی ہے کہ دو ساکن ایک کلمہ میں جمع ہوں اور پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو اور یہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ ہے اور وقف میں جائز ہے۔

مگر یہ صورت ہمیشہ وقف ہی میں ہوتی ہے وصل میں نہیں ہوتی کیونکہ دوسرا ساکن کہ جس کا سکون عارضی ہوتا ہے وصلاً اس کی حرکت لوٹ آتی ہے۔

سوال : آخر کیا وجہ ہے کہ اس قسم کو اجتماع ساکنین علی حدہ میں شامل نہیں کیا گیا؟

جواب : اجتماع ساکنین کی تعریف میں ہم ایک قاعدہ بتلا کر آئے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اس قاعدہ کی روشنی میں آٰلْئٰنَ - صٓ - یَعْلَمُوْنْ جیسے کلمات علی حدہ کہلائیں گے کیونکہ ان تمام مثالوں میں پہلا ساکن حرف مدہ ہے۔

جبکہ عُشْرْ اور قُرَیْشْ جیسی مثالوں میں پہلا ساکن حرف مدہ نہیں ہے اسی لیے ان کو اجتماع ساکنین علی حدہ میں شامل نہیں کیا جاتا مگر یہ بات واضح رہے کہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی یہی قسم وقفاً جائز ہے۔

سوال : وقف میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کیوں جائز ہوا؟

جواب : وقف میں اجتماع ساکنین علی غیر حدہ اس لیے جائز ہے کہ سکون وقفی حرکت کے حکم میں ہے کیونکہ حرف موقوف علیہ پر آواز تام اور وافر ہوتی ہے اور آواز کا تام اور وافر ہونا بمنزلہ حرکت کے ہے۔

لہٰذا اس صورت میں بھی حقیقتاً اجتماع ساکنین نہ ہوا۔

اجتماع ساکنین علی غیر حدہ

سوال : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ سے کیا مراد ہے؟

جواب : جب دو ساکن دو کلموں میں اس طرح سے آئیں کہ پہلا ساکن پہلے کلمہ کے آخر میں اور دوسرا ساکن دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو ایسی حالت کو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کہتے ہیں جیسے:

وَقَالَا الْحَمْدُ – اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ – مِنَ اللّٰہِ – قُلِ ادْعُوْا وغیرہ یہ دراصل وَقَالَا اَلْحَمْدُ – اَنْتُمْ اَلْاَعْلَوْنَ – مِنْ اَللّٰہِ اور قُلْ اُدْعُوْا تھے۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا جس کی وجہ سے دو ساکن دو کلمات میں جمع ہوئے۔

سوال : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کا کیا حکم ہے؟

جواب : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ ناجائز ہے۔

سوال : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی چار صورتیں ہیں:

(۱) حذف کرنا (۲) ضمہ دینا (۳) فتحہ دینا (۴) کسرہ دینا

(۱) حذف کرنا

سوال : حذف کب کیا جاتا ہے؟

جواب : اگر دو ساکنوں میں سے پہلا ساکن حرف مد ہو تو اسے حذف کیا جائے گا جیسے وَاسْتَبَقَا الْبَابَ – فِی الْاَرْضِ جو کہ اصل میں وَاسْتَبَقَا اَلْبَابَ اور فِیْ اَلْاَرْضِ تھے۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا پھر وَاسْتَبَقَا کے الف اور اَلْبَاب کے لام میں اور اسی طرح فِیْ کی یاء اور اَلْاَرْضِ کے لام میں التقاء ساکنین ہوا اور

پہلا ساکن جو کہ حرف مدہ ہے اس کو قاعدہ کے مطابق حذف کر دیا۔

سوال : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ میں جب پہلا ساکن حرف مدہ ہو تو اسے حذف کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ میں جب کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہوتا ہے تو اسے باقی رکھ کر پڑھنا ثقل کا باعث ہوتا ہے اسی لیے اس کو حذف کرنا ہی بہترین شکل ہے دوسرے یہ کہ حذف حرف مد کا یہ قاعدہ اتنا عام مستعمل ہے کہ بعض صورتوں میں بوجہ نقل حرکت کے باوجود عدم التقاء ساکنین کے بھی ان حروف مدہ کو حذف ہی کیا جاتا ہے جیسا کہ روایت ورش میں فِی الْاَرْضِ۔

سوال : کیا تثنیہ کے الف میں بھی حذف ہی کا قاعدہ استعمال ہوگا جو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کو ختم کرنے کے طریقوں میں بیان ہوا یا اس کا کوئی اور حکم ہے؟

جواب : تثنیہ کے الف والے جو کلمات قرآن میں آئے ہیں جیسے

ذَاقَا الشَّجَرَةَ۔ وَ اسْتَبَقَا الْبَابَ۔ دَعَوَا اللّٰهَ اور وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

وغیرہ ان کلمات میں بھی تثنیہ کے الف کو ختم کرنے کا وہی حکم ہے جو اجتماع ساکنین علی غیر حدہ میں حروف مدہ کو حذف کرنے کے سلسلے میں استعمال ہوا ہے۔

بعض حضرات یہ خیال کرتے ہوئے کہ یہ الف تثنیہ کا ہے اس کو باقی رکھ کر پورا مد کر کے مثل مد لازم کے پڑھتے ہیں اور بعض لوگ کسی قدر فتحہ کو کھڑا کر کے پڑھتے ہیں تاکہ الف تثنیہ کی طرف اشارہ ہو جائے یہ دونوں طریقے قواعد تجوید کے صریح خلاف ہیں۔

(۲) ضمہ دینا

سوال : ضمہ کب دیا جاتا ہے؟

جواب : اگر دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن میم جمع ہو یا

واولین جمع ہو تو پھر پہلے ساکن کو ضمہ دے کر پڑھتے ہیں جیسے عَلَيْكُمُ الصِّيَامَ- اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ- اٰتَوُا الزَّكٰوةَ اور وَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وغیرہ

عَلَيْكُمُ الصِّيَامَ اصل میں عَلَيْكُمْ اَلصِّيَامَ ہے۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا اور دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوئے ایک عَلَيْكُمْ کی میم اور دوسرا اَلصِّيَامَ کالام' قاعدہ کے مطابق پہلے ساکن کو ضمہ دے کر پڑھا گیا اسی طرح وَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ اصل میں تَخْشَوْا اَلنَّاسَ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا اور دو ساکن دو کلمات میں جمع ہو گئے ایک تَخْشَوْا کی واولین اور ایک اَلنَّاسَ کالام۔ حسب قاعدہ پہلے ساکن کو ضمہ دے کر پڑھا گیا۔

سوال : میم جمع اور واولین جمع کو ضمہ کیوں دیا جاتا ہے؟

جواب : میم جمع اور واؤلین جمع کو ضمہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ میم جمع اور غیر میم جمع اور اسی طرح واؤلین جمع اور غیر واؤلین جمع میں فرق کو ظاہر کیا جا سکے۔

میم جمع میں ضمہ جمع کی علامت اور اصل ہے اور واؤلین جمع کو ضمہ دینے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ واؤ کے مناسب ضمہ ہی ہے۔

سوال : واولین جمع کو التقاء ساکنین میں واولین مدہ کی طرح حذف کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

جواب : واولین جمع کو واؤ مدہ کی طرح حذف اس لیے نہیں کیا جاتا ہے تاکہ صیغہ واحد سے مشابہت نہ ہو جائے۔

(۳) فتحہ دینا

سوال : فتحہ کب دیا جاتا ہے؟

جواب : اگر دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن مِنْ حرف جر کا نون ہو تو اس کو فتحہ کی حرکت دیں گے۔ اسی طرح اگر پہلا ساکن الٓمّٓ کی میم

ہو (اور یہ صورت صرف آل عمران کے شروع میں ہے) تو اس کو بھی زبر ہی دیں گے جیسے مِنَ اللّٰہِ - مِنَ النَّاسِ اور الٓمّٓ اللّٰہُ۔

مِنَ اللّٰہِ اصل میں مِنْ اَللّٰہِ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا اور اب دو کلموں میں اجتماع ساکنین ہوا تو پہلے ساکن کو قاعدہ کے موافق فتحہ کی حرکت دی گئی۔

اسی طرح الٓـمّٓ ہ اللّٰہُ اصل میں الٓـمّٓ ہ اَللّٰہُ ہے۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا اور میم کو قاعدہ کے مطابق فتحہ دے کر ملا دیا گیا۔

سوال : مِنْ حرف جر کے نون الٓـمّٓ (آل عمران) کی میم کو فتحہ کی حرکت کیوں دی گئی ہے؟

جواب : مِـنْ حرف جر کے نون کو فتحہ دینے کی توجیہ یہ ہے کہ یہ کلمہ قلیل الحرف اور کثیر الاستعمال ہے۔ ان دونوں وجوہ کا تقاضا یہ ہے کہ اسے خفیف سی حرکت دی جائے اور وہ فتحہ ہے اور فتحہ اخف الحرکات ہے۔

مِنْ حرف جر کو فتحہ دینے کی توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مِـنْ حرف جر کو قاعدہ کے خلاف فتحہ اس لیے دیا گیا ہے تاکہ توالی کسرتین سے بچا جا سکے کیونکہ میم بھی مکسور ہے۔

شروع آل عمران میں وصلاً فواتح کی میم پر فتحہ بقاعدہ نقل حرکت ہے یعنی اسم الجلالۂ کے ہمزہ کا فتحہ نقل کر کے ماقبل کی میم ساکنہ کو دیا گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ توالی کسرات سے بچنے کے لیے میم کو فتحہ دیا گیا ہے کیونکہ میم ساکن سے قبل یاء مدہ ہے جو خود دو کسروں کے برابر ہے اور یاء سے پہلے بھی میم مکسور ہے اس طرح تین کسرات جمع ہو جاتے ہیں اس لیے میم کو کسرہ یا ضمہ دینا ثقل کا باعث ہوتا اس لیے فتحہ ہی منتخب ہوا۔

سوال : مِنْ حرف جر کو فتحہ دیا گیا ہے جبکہ اِنْ اور مَنْ (بفتح المیم) بھی تو قلیل الحروف ہیں انہیں کیوں اجتماع ساکنین کے وقت فتحہ نہیں دیا جاتا ہے؟

جواب : اِنْ والے کلمات جیسے اِنِ امْرُؤٌ وغیرہ میں اس لیے ایسا نہیں کیا جاتا کیونکہ مِنْ قرآن میں کثیر الوقوع ہے اس کے مقابل اِنْ قلیل الوقوع ہے۔

اور مَنْ (بفتح المیم) کو کسرہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ میم مفتوح ہے اس حالت میں نون کو کسرہ دینے کی صورت میں کلمہ قلیل الحروف میں دو خفیف حرکات کا اجتماع لازم نہیں آتا۔

(۴) کسرہ دینا

سوال : کسرہ کب دیا جاتا ہے؟

جواب : جب دو ساکن دو کلموں میں اس طرح جمع ہوں کہ پہلا ساکن میم جمع۔ واو لین جمع۔ مِنْ حرف جر کا نون۔ الٓمّٓ کی میم کے علاوہ کوئی حرف غیر مدہ ہو تو پہلے ساکن کو کسرہ دے کر پڑھیں گے مثلاً قُلِ ادْعُوْا — اَوِادْعُوْا — اِنِ ارْتَبْتُمْ — خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ — بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ وغیرہ۔

قُلِ ادْعُوْا اصل میں قُلْ اُدْعُوْا تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا اور قُلْ کے لام اور اُدْعُوْا کی دال میں التقاء ساکنین ہوا۔ قاعدہ کے مطابق اول ساکن کو کسرہ دیا گیا۔

خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ اصل میں خَبِيْثَةٍ اُجْتُثَّتْ تھا۔ ہمزہ وصلی وسط کلام میں حذف ہوا اب خَبِيْثَةٍ کے نون تنوین اور اُجْتُثَّتْ کے جیم میں التقاء ساکنین ہوا اور پھر قاعدہ کے مطابق نون تنوین کو کسرہ دے دیا گیا۔

سوال : بِشِيْبَانِ ۝ السَّمَآءُ میں بسبب اجتماع ساکنین نون تنوین کو کسرہ دیا جاتا ہے اس موقع پر کیا الف کو باقی رکھ کر پڑھا جائے گا؟

جواب : مفتوح منون کلمات میں جو الف لکھا ہوا ہے وہ بہ نیت وقف ہے نہ کہ بہ نیت وصل کیونکہ وصلاً الف مقروء نہیں لہٰذا بِشِيْبَانِ ۝ السَّمَآءُ اور اس جیسے دیگر

کلمات میں بسبب اجتماع ساکنین نون تنوین کو کسرہ دیا جائے گا اور الف کو حذف کیا جائے گا یعنی اس طرح شِيْبَ نِ ۝ السَّمَآءُ پڑھا جائے گا۔ اور وقفاً شِيْبًا۔

سوال : اس قاعدہ میں کسرہ کی حرکت کو کیوں منتخب کیا گیا؟

جواب : ایک مشہور قاعدہ ہے اَلسَّاكِنُ اِذَا حُرِّكَ حُرِّكَ بِالْكَسْرِ یعنی جب ساکن کو حرکت دینی مقصود ہو تو کسرہ کی حرکت دی جائے۔

تین حرکات میں سے کسرہ کے انتخاب کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ فتحہ خفیف حرکت ہے اور ضمہ ثقیل حرکت ہے جبکہ کسرہ متوسط ہے۔

سوال : اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی فتحہ۔ کسرہ اور ضمہ دینے کی صورتوں میں فتحہ دینے اور ضمہ دینے کی وجہ تو بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے لیکن وہ صورت جس میں کسرہ دیا جاتا ہے اس کے متعلق ذہن میں یہ خیال آتا ہے کہ اس میں کسرہ کا ہی کیوں انتخاب کیا گیا فتحہ یا ضمہ میں سے کوئی وجہ کیوں اختیار نہیں کی گئی ہے؟

جواب : حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان کا ایک مخصوص لب ولہجہ ہوتا ہے اور ہر زبان کے لکھنے اور پڑھنے اور ادا کرنے کے مخصوص قوانین ہوتے ہیں جو کہ اہل زبان ہی مرتب کرتے ہیں۔ پس عربی زبان کے نحوی قوانین مرتب کرنے والے حضرات نے عربی کے کلمات اور حرکات وسکنات کی حفاظت کی اور صرفی قوانین مرتب کرنے والوں نے صیغہ۔ اشتقاق اور اعلال کی حفاظت کی۔

پس یہ حرکات کے مراتب انہوں نے ہی مرتب کئے کہ کونسی حرکت خفیف ہے اور کونسی ثقیل ہے اور کونسی متوسط ہے اور کس حرکت کو کہاں لانا بہتر ہے؟

سوال : بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ کو پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

جواب : بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ اصل میں بِئْسَ اَلْاِسْمُ تھا دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوئے یعنی اَلْاِسْمُ اور ایک بات یاد رکھیں کہ اَلْاِسْمُ لکھنے میں تو کلمہ

واحد ہے لیکن اصل میں یہ دو کلمے ہیں اَلْ اور اِسْمٌ۔

دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوئے اور اِسْمٌ کا ابتدائی ہمزہ جو کہ وصلی ہے وسط کلام میں حذف ہوا اور بسبب التقاء ساکنین پہلا ساکن جو کہ لام ہے اس کو قاعدہ کے مطابق کسرہ کی حرکت دی گئی اور اَلْ لام تعریف ہے اور یہ بات آپ کو معلوم ہی ہے کہ اس کا ہمزہ ہمیشہ وصلی مفتوح ہوتا ہے جو وسط کلام میں حذف ہو جاتا ہے پس اب پڑھنے کی شکل بنی بِئْسَ لِسْمُ الْفُسُوْقُ۔ اگر بِئْسَ پر وقف کر دیا جائے تو اَلِاسْمُ سے دو طرح ابتداء یا اعادہ ہو سکتا ہے۔

(۱) اَلِسْمُ (۲) لِسْمُ

اعادہ کے وقت لام تعریف سے قبل جو ہمزہ ہے اسے باقی رکھنا اور حذف کرنا دونوں طرح درست ہے۔

باقی رکھنا اس لیے درست ہے کہ ابتداء ہو رہی ہے اور ابتداء میں ہمزہ وصلی پڑھا ہی جاتا ہے اور حذف کرنا اس لیے درست ہے کہ ہمزہ وصلی ابتدا اس لیے لایا جاتا ہے کہ اس کا مابعد ساکن ہوتا ہے اور ساکن حرف سے ابتداء متعذر ہوتی ہے چونکہ ہمزہ وصلی کا مابعد اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے متحرک ہو گیا ہے اور ہمزہ وصلی کو زائد کرنے کی مجبوری بھی باقی نہیں رہی لہٰذا حذف کرنا بھی جائز ہے۔

نون قطنی

سوال : بعض جگہ جو دو کلموں کے درمیان چھوٹا سا نون لکھا جاتا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

جواب : کلمہ کے آخر میں نون تنوین ہو اور دوسرا کلمہ ہمزہ وصلی سے شروع ہو رہا ہو تو ہمزہ وصل وسط کلام میں حذف ہوگا اور دو ساکن دو کلموں میں جمع ہونے کی صورت پیدا ہو گی یعنی نون تنوین اور ہمزہ وصلی کے بعد آنے والا ساکن' اب کسرہ کے قاعدہ

کے مطابق نون تنوین کو زیر دی جاتی ہے۔ کیونکہ ہمزہ وصلی وسط کلام میں سے حذف ہو جاتا ہے۔ جیسے نُوۡحُ نِ ابۡنَهٗ۔ بِزِيۡنَةِ نِ الۡكَوَاكِبِ۔ خَبِيۡثَةِ نِ اجۡتُثَّتۡ وغیرہ اس نون کو نون قطنی کہتے ہیں۔

سوال : اس نون کو نون قطنی کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : قطن کے معنی عرب میں روئی کے ہیں۔ روئی کو اوپر نیچے دو کپڑوں میں سی لیا جائے تو رزائی بن جاتی ہے یہ نون بھی دو حرفوں میں روئی کی مانند پوشیدہ ہوتا ہے اس لیے اسے نون قطنی کہتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ صورت وصلاً پڑھتے ہوئے ہے۔ اگر تنوین والے کلمہ پر وقف کر دیا تو نون قطنی سے ابتدا ہرگز نہیں ہوگی یعنی نِ اجۡتُثَّتۡ یہ ابتداء غلط ہے بلکہ ابتدا ہمزہ وصلی کے ساتھ کی جائے گی۔ یعنی اُجۡتُثَّتۡ۔

فصل دوم: احکام ھاء ضمیر

ھاء کی اقسام

سوال : ھاء کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : ھاء کی دو اقسام ہیں:

(۱) ھاء اصلی (۲) ھاء زائدہ

سوال : ان دونوں اقسام کی تعریف بیان کریں؟

جواب : ھاء اصلی: یہ وہ ھاء ہے جو نفس کلمہ کی ہوتی ہے یعنی وہ ھاء جو حروف اصلیہ کے فاء عین لام کلمہ میں سے کسی کے مقابل ہو جس طرح تَنۡتَهِ کی ھاء عین کلمہ ہے اسے ھاء اصلی کہتے ہیں۔ جیسے:

نَفۡقَهُ كَثِيۡرًا۔ غَيۡرَ مُتَشَابِهٍ۔ وَ انۡهَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وغیرہ۔ ایسے ہی لفظ اَللّٰهُ

کی ھاء بھی ھاء اصلی کہلاتی ہے اگر اس ھاء کو کلمہ سے جدا کر دیا جائے تو کلمہ کی ہیئت بگڑ جاتی ہے۔

ھاء زائدہ: ھاء زائدہ سے مراد ہر وہ ھاء ہے جو نفس کلمہ کی نہ ہو پھر ھاء زائدہ کی بھی اقسام ہیں۔

ھاء زائدہ کی اقسام

سوال : ھاء زائدہ کی اقسام بیان کرو؟

جواب : ھاء زائدہ کی تین اقسام ہیں:

(۱) ھاء ضمیر (۲) ھاء سکتہ (۳) ھاء مدورہ

ھاء ضمیر

سوال : ھاء ضمیر کیا ہے؟

جواب : ھاء ضمیر سے واحد مذکر غائب منصوب متصل اور مجرور متصل کی ضمائر مراد لی جاتی ہیں اور اس کو ھاء کنایہ بھی کہتے ہیں۔ یعنی کلمہ کے آخر میں مثل کاف جو ھاء ملحق ہو اس کو ھاء ضمیر کہتے ہیں۔

سوال : تعریف میں مثل کاف سے کیا مراد ہے؟

جواب : مثل کاف سے مراد مثل کاف خطاب ہے جو بطور ضمیر لاحق ہوتا ہے اور یہ تعریف میں اس لیے شامل کیا گیا ہے تا کہ ھاء سکتہ اور ھاء اصلیہ اس میں سے نکل جائیں۔

ھاء ضمیر کو مثل کاف اس لیے کہا کہ کاف جو کہ خطاب کی ضمیر ہے اسی طرح ھاء بھی ایک ضمیر ہے اور جس طرح کاف ضمیر کلمہ کے آخر میں لاحق ہوتی ہے اسی طرح ھاء ضمیر بھی کلمہ کے آخر میں لاحق ہوتی ہے اور ان کا ایک دوسرے کی جگہ پر لانا صحیح ہوتا

ہے جیسے کِتَابُکَ (تیری کتاب) کاف کو ہٹا کر اگر ھاء لگا دیں تو کلمہ بنے گا کِتَابُهٗ (اس کی کتاب)

سوال : ھاء ضمیر کو کلام میں لانے کا مقصد کیا ہے؟

جواب : جب کلام میں پہلے کسی اسم ظاہر کا ذکر ہوا ہو اور پھر دوبارہ اسی کا ذکر مقصود ہو تو اختصار فی الکلام کی غرض سے اسم ظاہر کی بجائے ضمیر کو ذکر کیا جاتا ہے۔

سوال : ھاء ضمیر کی اپنی کون سی حرکت ہوتی ہے؟

جواب : ھاء ضمیر مکسور یا مضموم اور کبھی ساکن ہوتی ہے لیکن مفتوح نہیں ہوتی دوسری بات یہ کہ ھاء ضمیر کی اصل ضمہ ہے۔

قواعد ھاء ضمیر

سوال : ھاء ضمیر میں کتنے قاعدے ہیں؟

جواب : ھاء ضمیر میں دو قاعدے ہیں:

(۱) ھاء ضمیر پر حرکت کا قاعدہ۔

(۲) ھاء ضمیر میں صلہ اور عدم صلہ کا قاعدہ۔

ھاء ضمیر مضموم و مکسور کا قاعدہ

سوال : ھاء ضمیر پر حرکت کا قاعدہ کیا ہے؟

جواب : اگر ھاء ضمیر کے ماقبل حرف پر زیر ہو یا ماقبل یاء ساکنہ آ جائے تو ایسی ھاء "ھاء ضمیر مکسور" ہوگی، جیسے فِيْهِ۔ بِهٖ وغیرہ اور اگر ماقبل یاء ساکنہ اور مکسور حرف نہ ہوگا تو "ھاء ضمیر مضموم" ہوگی جیسے لَهٗ۔ عَنْهُ۔ وَامْرَاَتُهٗ۔ اَخَاهُ۔ رَاَيْتُمُوْهُ۔ اَنْزَلْنٰهُ۔ رَسُوْلُهٗ وغیرہ

مستثنیات

سوال : کیا ایسی ھاء ضمیر بھی ہیں جو اس قاعدہ کے خلاف وارد ہوئی ہیں؟

جواب : قرآن میں ایسی پانچ ھاء ضمیر ہیں جو اس قاعدہ کے خلاف ہیں۔

(۱) اَرْجِهْ (الاعراف۔الشعراء)(۲) اَلْقِهْ (النمل)

ان دونوں مواقع پر ھاء ضمیر بجائے مکسور ہونے کے ساکن ہیں۔

(۳) عَلَيْهُ اللّٰهَ (فتح)(۴) وَمَآ اَنْسَانِيْهُ (الکہف)

یہ دونوں بجائے مکسور ہونے کے مضموم پڑھی جاتی ہیں۔

(۵) وَيَتَّقْهِ (النور) یہ مضموم ہونے کی بجائے مکسور پڑھی جاتی ہے:

توجیہات

سوال : اَرْجِهْ اور اَلْقِهْ کی ھاء مکسور ہونے کی بجائے ساکن کیوں ہے؟

جواب : مذکورہ کلمات میں سکون کی وجہ یہ ہے کہ روایت حفصؒ میں یہ اصل میں مُعْتَلُ اللَّام اور ناقص یائی ہیں یعنی اَرْجَا اور اَلْقَا۔ صیغہ امر کی وجہ سے قاعدے کے مطابق ان کی یاء حذف ہوگئی اور پھر ھاء ضمیر اس جگہ واقع ہوئی جہاں یہ حذف شدہ حروف علت تھے اور چونکہ یہ حروف علت ساکن تھے اس لیے ھاء ضمیر کو بھی ساکن کر دیا گیا۔

سوال : عَلَيْهُ اللّٰهَ اور وَمَآ اَنْسَانِيْهُ کو بجائے مکسور کے مضموم کیوں پڑھا گیا ہے؟

جواب : ان دونوں کلمات میں ھاء ضمیر کو مضموم پڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ ھاء ضمیر کی اصلی حرکت ضمہ ہے اس لیے یہاں اصل کی اتباع کرتے ہوئے ھاء ضمیر کو مضموم پڑھا گیا ہے۔

یا اَنْسَانِیْهُ کی ھاء میں ضمہ کی توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اَنْسَانِیْهُ کی یاء کا سکون اس حیثیت سے عارضی ہے کہ دیگر لغات میں اضافت کی یاء پر فتحہ بھی آتا ہے اس لیے یہ سکون دائمی اور لازمی نہیں ہے اور قاعدہ کے مطابق فتحہ کے بعد یاء پر ضمہ ہی آیا کرتا ہے۔

اور عَلَیْهُ اللّٰهَ میں ضمہ اس لیے ہے کہ اس میں یاء اپنی ذات کے اعتبار سے بھی عارضی ہے کیونکہ عَلَیْهِ کی اصل عَلَاهُ تھی اور الف کے بعد ھاء پر ضمہ ہی آیا کرتا ہے۔

سوال : مذکورہ بالا صرف انھی دونوں کلمات میں ہی ھاء ضمیر کو اصل کے مطابق ضمہ کیوں دیا گیا ہے۔ کسی اور کلمے میں یہ وجہ کیوں اختیار نہیں کی گئی ہے؟

جواب : یہ توجیہات اور وضاحتی نکات بعد الوقوع کے قبیل سے ہیں (یعنی کسی کلمہ کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد کوئی توجیہ بیان کرنا بعد الوقوع کہلاتا ہے)

قرآءت کا دارو مدار صرف اور صرف نقل پر ہے عقل یا قیاس کو اس میں کوئی دخل نہیں جیسا کہ علامہ شاطبیؒ فرماتے ہیں

وَمَا لِقِیَاسٍ فِی الْقِرَآءَةِ مَدْخَلٌ

فَدُوْنَکَ مَا فِیْهِ الرِّضَا مُتَکَفِّلَا

یعنی اور نہیں ہے قیاس کے لیے فن قرآءت میں کوئی جگہ، پس تو لے وہی چیز کہ اس میں پسندیدہ چیز (یعنی نقل متواتر) ہو اس حال میں کہ تو اسی کا ذمہ دار بننے والا ہو۔

سوال : وَیَتَّقْهِ میں ھاء ضمیر مکسور ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب : وَیَتَّقْهِ کی اصل وَیَتَّقِیْهِ ہے چونکہ اس سے پہلے مَنْ آرہا ہے جو فعل مضارع کو جزم دیتا ہے اس وجہ سے یاء حذف ہوگئی۔ قاف اگرچہ حفصؒ کی روایت میں ساکن ہے مگر اصل میں مکسور ہے اور پھر قاف کو بھی تخفیفاً ساکن کیا گیا اور اصل کے

مطابق ھاء ضمیر کے ماقبل یاء ساکنہ یا کسرہ ہے اس لیے ھاء ضمیر کو اصلی حالت کے موافق مکسور پڑھا گیا۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ قاف کا سکون عارضی تھا اس لیے اس پر تنبیہ کرنے کی غرض سے ھاء کو اسی طرح مکسور رہنے دیا جس طرح قاف پر کسرہ ہونے کے وقت تھی۔

ھاء ضمیر میں صلہ و عدم صلہ

سوال : صلہ وعدم صلہ کا کیا مطلب ہے؟

جواب : صلہ کا لغوی مطلب کھینچنا ہے اس کو اشباع بھی کہتے ہیں یعنی ضمہ یا کسرہ میں اشباع کر کے ضمہ کو واؤ مدہ اور کسرہ کو یاء مدہ کے برابر پڑھنا۔

عدم صلہ اس کی ضد ہوئی یعنی نہ کھینچنا۔

سوال : ھاء ضمیر میں صلہ کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب : ھاء ضمیر کا ماقبل اور مابعد دونوں متحرک ہوں تو ھاء ضمیر میں صلہ کیا جاتا ہے یعنی اگر ھاء ضمیر قاعدہ کے مطابق مضموم ہے تو اس کے ضمہ میں ایک واؤ ساکن ملا کر پڑھتے ہیں جیسے مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ۔

اسی طرح قاعدے کے مطابق اگر ھاء ضمیر مکسور ہو تو اس کے کسرہ میں ایک یاء ساکنہ ملا کر پڑھتے ہیں جیسے بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ۔ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وغیرہ۔

سوال : عدم صلہ کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب : ھاء ضمیر کا ماقبل ساکن اور مابعد ساکن یا مشدد ہوں یا ماقبل و مابعد دونوں ہی ساکن ہوں تو ان صورتوں میں ھاء ضمیر کو عدم صلہ سے پڑھتے ہیں۔

(۱) ماقبل ساکن کی مثال جیسے اَخَاهُ۔ وَ اَلْقُوْهُ۔ اَرْسِلْهُ۔

(۲) مابعد ساکن کی مثال جیسے وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ۔ لَهُ الْحَقُّ۔

(۳) ماقبل ومابعد دونوں ساکن ہوں جیسے مِنْهُ الْأَنْهٰرُ۔ اٰتَيْنٰهُ الْإِنْجِيْلَ۔

توجیہات

سوال : حرکت کے قاعدے کو پہلے کیوں ذکر کیا گیا اور صلہ والا قاعدہ بعد میں کیوں لایا گیا ہے؟

جواب : حرکت کا قاعدہ اس لیے مقدم کیا گیا ہے کہ اشباع یا صلہ حرکت میں ہوتا ہے تو جب حرکت نہ ہو صلہ نہیں ہو سکتا۔ اس لیے حرکت کے قاعدے کو پہلے بیان کیا گیا۔

سوال : ھاء ضمیر میں صلہ کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب : یہ صلہ ھاء کو قوی کرنے کے لیے ہوتا ہے کیونکہ ھاء خفی حرف ہے۔ خفی کا مطلب یہ ہے کہ اس حرف میں اکثر صفات ضعیف ہیں۔

سوال : کیا صلہ اور عدم صلہ کے قاعدہ کے خلاف بھی ھاء ضمیر قرآن میں آئی ہیں؟

جواب : قرآن میں دو ضمائر ایسے ہیں جو اس قاعدہ کے خلاف آئے ہیں۔

(۱) يَرْضَهُ لَكُمْ: کہ اس میں ھاء ضمیر کو صلہ کے ساتھ یعنی کھینچ کر پڑھنا درست نہیں ہے۔

(۲) فِيْهٖ مُهَانًا: کہ اس میں ھاء ضمیر کو لازماً صلہ کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔

سوال : يَرْضَهُ میں عدم صلہ کیوں ہے؟

جواب : اصل میں یہ کلمہ يَرْضَاهُ ہے جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے اس لیے الف حذف ہو گیا لہٰذا اصل کے مطابق اس کلمہ کو عدم صلہ سے پڑھا گیا۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ اگر ماقبل حرف ساکن ہو تو ھاء ضمیر میں صلہ نہیں ہوتا اور الف

ساکن حرف ہے پس اصل کو دیکھتے ہوئے صلہ نہیں کیا گیا۔

سوال : فِيهٖ مُهَانًا میں صلہ کیوں کیا گیا ہے؟

جواب : قاعدہ کے مطابق یہاں صلہ نہیں ہونا چاہیے تھا مگر یہاں جَمْعًا بَيْنَ اللُّغَتَيْن (دو لغتوں کو جمع کرنا) کے لیے صلہ کیا گیا ہے اور فِيهٖ مُهَانًا میں صلہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ زیادتی الفاظ (یعنی صلہ کرنا) زیادت معنی پر دلالت کرتے ہیں اور یہاں صلہ کر کے گناہ گاروں کو ڈرایا گیا ہے کہ ذلت ہی ان کا مقدر رہے گی۔

سوال : نفس کلمہ کی ھاء کی ادائیگی میں لوگ کس قسم کی غلطی کے مرتکب ہوتے ہیں؟

جواب : بعض لوگ درج ذیل ھاء کو بھی صلہ کے ساتھ پڑھتے ہیں جو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ ھاء ضمیر کی نہیں بلکہ نفس کلمہ کی ھاء ہے۔

(۱) نَفْقَهُ كَثِيرًا (ہودؑ) (۲) فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ (المومنون، الصافات) (۳) غَيْرَ مُتَشَابِهٍ (الانعام) (۴) لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ (العلق) (۵) وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (لقمانؑ) (۶) لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ (مریمؑ۔ الشعراء)

(۷) اور لفظ اَللّٰهُ جہاں بھی آئے۔

ھاء ضمیر پر وقف کے قواعد

سوال : کیا ھاء ضمیر میں صلہ حالت وقف میں بھی ہوتا ہے؟

جواب : صلہ صرف وصلاً ہوتا ہے وقف میں صلہ نہیں کیا جاتا ہے۔

سوال : وقف میں صلہ کیوں نہیں ہوتا؟

جواب : وقف کا ایک مشہور قاعدہ ہے کہ ”وقف تابع رسم الخط ہوتا ہے“ چونکہ ھاء ضمیر کا صلہ مرسوم نہیں ہوتا اس لیے وقف میں صلہ کو حذف کر دیا جاتا ہے۔

سوال : ھاء ضمیر میں وقف بالاسکان کے علاوہ کیا وقف بالاشمام اور وقف بالروم جائز ہیں؟

جواب : ھاء ضمیر میں وقف بالاسکان مطلقاً تمام قراء کے لیے جائز ہے البتہ وقف بالروم اور وقف بالاشمام میں قراء کا اختلاف ہے۔

(۱) ایک جماعت کے نزدیک ہر حال میں جائز ہے۔

(۲) دوسری جماعت کے نزدیک ہر حال میں ناجائز ہے۔

(۳) تیسری جماعت کے نزدیک جس وقت ھاء ضمیر کے ماقبل واؤ ساکنہ، یائے ساکنہ یا ضمہ اور کسرہ نہ ہو تو اس وقت وقف بالروم اور وقف بالاشمام جائز ہے باقی صورتوں میں وقف بالروم اور وقف بالاشمام جائز نہیں ہے۔ یہی مذہب معتدل اور پسندیدہ ہے۔

ھاء ضمیر اپنے ماقبل کے اعتبار سے حسب ذیل سات انواع پر پائی جاتی ہے۔

(۱) ماقبل ضمہ ہو جیسے یُعَلِّمُهُ

(۲) ماقبل واؤ مدہ جیسے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ یا واؤ لینیہ ہو جیسے وَ شَرَوْهُ۔

(۳) ماقبل کسرہ ہو جیسے مِنْ رَّبِّهٖ۔ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ۔

(۴) ماقبل یاء مدہ ہو جیسے فِيْهِ۔ اَخِيْهِ یا یاء لینیہ ہو جیسے عَلَيْهِ۔ لِوَالِدَيْهِ۔

(۵) ماقبل فتحہ ہو جیسے لَنْ تُخْلَفَهٗ۔

(۶) ماقبل الف ہو جیسے اِجْتَبٰهُ۔ وَهَدٰهُ۔

(۷) ماقبل حرف ساکن صحیح ہو جیسے فَلْيَصُمْهُ۔ مِنْ لَّدُنْهُ۔

ان سات انوع میں تیسری جماعت نے ایک تا چار میں روم واشمام کو ناجائز کہا ہے اور پانچ تا سات میں روم واشمام جائز کہا ہے۔

اور پہلی جماعت نے ان ساتوں انواع میں روم واشمام کو جائز کہا ہے مگر یاد رہے کہ تیسری جماعت کا مذہب ہی معتدل اور پسندیدہ ہے۔

سوال : ھاء ضمیر کے ماقبل ضمہ یا واؤ ساکنہ اسی طرح ماقبل کسرہ یا یائے ساکنہ ہو تو ھاء ضمیر میں روم واشمام کیوں نہیں کیا جاتا ہے؟

جواب : ان مواقع میں روم واشمام نہ کرنے کی وجہ طلب خفت ہے تاکہ ضمہ یا واؤ سے ضمہ یا اس کے اشارہ کی طرف خروج لازم نہ آئے۔ اسی طرح کسرہ یا یائے ساکنہ سے کسرہ کی طرف خروج نہ ہو اس میں گویا ایک طرح کی ثقالت ہے۔

نوٹ : یاد رہے کہ ھائے اصلیہ پر روم واشمام میں کوئی اختلاف نہیں۔ دیگر حروف کی طرح ھائے اصلیہ پر ضمہ و کسرہ ہونے کی صورت میں وقف بالروم والاشمام مطلقاً جائز ہے۔

ھاء سکتہ

سوال : ھاء سکتہ سے کیا مراد ہے؟

جواب : یہ ھاء بھی ھاء ضمیر کی مانند کلمہ کے آخر میں ہوتی ہے اور اس کو کلمہ کے آخر میں لانے کا مقصد کلمہ کی آخری حرکت کو ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے۔ یہ ہر حال میں ساکن پڑھی جاتی ہے۔ قرآن میں ھاء سکتہ نو مقام پر آئی ہے۔

(۱) لَمْ يَتَسَنَّهْ (البقرہ) (۲) فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ (الانعام)

(۳۔۴) كِتَابِيَهْ (الحاقہ دو جگہ)

(۵۔۶) حِسَابِيَهْ (الحاقہ دو جگہ)

(۷) مَالِيَهْ (الحاقہ)

(۸) سُلْطَانِيَهْ (الحاقہ)

(۹) مَاهِيَهْ (القارعہ)

ان نو مواقع پر ضروری ہے کہ حرکت پوری طرح ظاہر ہو اور ھاء کو بھی مع صفات کے ادا کرے۔ بعض لوگ ایسی ھاء کو یاء، یا الف کی مانند ادا کرتے ہیں جو سخت غلطی ہے۔

ھاء مدورہ

سوال: ھاء مُدَوَّرَہْ سے کیا مراد ہے؟

جواب: تانیث کی وہ تاءات جو وقفاً ھاء ساکنہ سے بدل جاتی ہیں ھاء مُدَوَّرَہْ یا تاء تانیث کہلاتی ہیں جیسے اَلْحُطَمَةِ کو وقفاً اَلْحُطَمَهْ پڑھیں گے۔ تفصیلی احکام انشاءاللہ تاء تانیث کے باب میں بیان ہوں گے۔

فصل سوم: حرکات کا بیان

سوال: حرکت کسے کہتے ہیں؟

جواب: حرکت کا لغوی مطلب ہے ہلانا یا مضطرب کرنا اور اصطلاح میں "وہ آواز جو کسی حرف پر ارادتاً زیادہ کی جاتی ہے اس کو حرکت کہتے ہیں" عام مفہوم میں زبر۔ زیر اور پیش کو حرکات کہتے ہیں جو حرکت کی جمع ہے۔

سوال: جس حرف پر حرکت ہو اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب: جس حرف پر کوئی حرکت ہو اسے متحرک یعنی حرکت والا کہا جاتا ہے۔

سوال: حرکات کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب: حرکات کی دو اقسام ہیں:

(۱) حرکات اصلی (۲) حرکات فرعی

حرکات اصلی

سوال : حرکات اصلی سے کیا مراد ہے؟

جواب : حرکات اصلی سے مراد زیر۔ زبر اور پیش ہیں۔ ان تین حرکات کو حرکات اصلی کا نام دیا گیا ہے۔

سوال : زبر۔ زیر اور پیش کے اور کیا نام ہے؟

جواب : زبر کے دو نام ہیں: (۱) فتحہ اور (۲) نصب

زیر کے دو نام ہیں: (۱) کسرہ اور (۲) جر

اسی طرح پیش کے دو نام ہیں: (۱) ضمہ اور (۲) رفع

سوال : کیا یہ نام مختلف مواقع پر استعمال ہوتے ہیں؟

جواب : نصب۔ جر اور رفع معرب کلمات کے اواخر پر بولے جاتے ہیں اور فتح۔ کسر اور ضم حرف مبنی الفاظ کے اواخر کے لیے استعمال ہوتے ہیں جبکہ ضمہ۔ فتحہ اور کسرہ معرب و مبنی دونوں قسم کے کلمات کے لیے استعمال ہوتے ہیں اور اوائل اواسط اور اواخر سب حرکات پر ان کو استعمال کیا جاتا ہے۔

سوال : یہ حرکات جب کسی حرف پر آئیں تو انھیں کس طرح پکارا جاتا ہے؟

جواب : جس حرف پر زبر ہو اسے مفتوح اور منصوب کہا جاتا ہے اور جس حرف کے نیچے زیر ہو اسے مکسور اور مجرور کہا جاتا ہے اور جس حرف پر پیش ہو اسے مضموم اور مرفوع کہا جاتا ہے۔

حرکات کی ادائیگی کا طریقہ

سوال : ان حرکات کی ادائیگی کا کیا طریقہ ہے؟

جواب : زبر کو ادا کرنے کے لیے منہ کو کھولنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے حرف کی

آواز بہت کھل کر اور واضح نکلتی ہے جیسے بَ- غَ- قَ- لَ وغیرہ

زیر کی ادائیگی میں ہونٹوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے یائے معروف کی سی بو دے کر ادا کرنا ہوتا ہے جیسے مِ- نِ- وِ- ءِ وغیرہ

پیش کی ادائیگی میں ہونٹوں کو گول کر کے واؤ معروف کی سی آواز نکالی جاتی ہے جیسے تُ- جُ- رُ- کُ وغیرہ

ان حرکات کی ادائیگی کی کیفیت میں یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیے کہ زبر یعنی فتحہ اگر حرف مرقق پر آئے گا تو باریک ادا ہوتا ہے جیسے تَ- بَ- لَ وغیرہ اور اگر حروف مفخمہ پر آئے گا تو موٹا ادا ہوگا جیسے طَ- ضَ- غَ- قَ وغیرہ جبکہ ضمہ اور کسرہ ہمیشہ باریک ہی ہوتے ہیں۔

سوال : فتحہ جب حروف مرققہ پر آئے تو باریک ہوتا ہے اور حروف مفخمہ پر آئے تو پُر پڑھا جاتا ہے۔ یہی صورت حال ضمہ اور کسرہ کے ساتھ کیوں نہیں کہ یہ دونوں حرکات اگر حروف مرققہ پر آئیں تو باریک اور حروف مفخمہ پر آئیں تو پُر پڑھی جائیں؟

جواب : حرکات کی اصل حروف مدہ ہیں یعنی فتحہ کو دراز کرنے سے الف، کسرہ کو دراز کرنے سے یا مدہ اور ضمہ کو دراز کرنے سے واؤ مدہ پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے فتحہ نصف الف، ضمہ نصف واؤ اور کسرہ نصف یاء ہے۔

چونکہ فتحہ کی اصل الف ہے اور الف اپنے ماقبل حرف کے تابع ہوتا ہے یعنی ماقبل حرف مرقق ہو تو الف بھی مرقق ہوتا ہے اور ماقبل حرف مفخم ہو تو الف بھی مفخم ادا ہوتا ہے اسی لیے فتحہ بھی حرف مفخم پر آئے تو مفخم اور حرف مرقق پر آنے کی صورت میں مرقق ادا ہوگا اور واؤ مدہ اور یاء مدہ ہر حالت میں باریک ہی پڑھے جاتے ہیں اس لیے ضمہ اور کسرہ بھی ہر حالت میں اپنی اصل کے مطابق ترقیق سے پڑھے جائیں گے۔

جیسا کہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الہ بادیؒ فوائد مکیہ میں فرماتے ہیں "کہ کسرہ میں انخفاض کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے۔"

سوال : ان حرکات کی غلط ادا کا کیا طریقہ ہے؟

جواب : زبر میں ہونٹوں کو گول کر دینا جس طرح کے پیش کی ادائیگی میں کیے جاتے ہیں یا ہونٹوں کو نیچے کی طرف مائل کرنا جیسے کہ زیر کی ادائیگی میں کیا جاتا ہے یہ دونوں انداز غلط ہیں۔

اسی طرح زیر کی ادائیگی کے وقت منہ کا کھل جانا جیسا کہ زبر کی ادائیگی میں ہوتا ہے یا ہونٹوں کا گول ہونا جیسا کہ پیش کی ادائیگی میں ہوتا ہے۔ یہ انداز زیر کی غلط ادائیگی کے ہیں۔

اسی طرح پیش کی ادائیگی میں زبر کی ادائیگی کی مانند منہ کھول کر یا زیر کی ادائیگی کی مانند ہونٹوں کو نیچے کی جانب مائل کر کے ادا کرنا۔ پیش کی غلط ادائیگی کا باعث ہوگا۔

سکون

سوال : سکون کا کیا مطلب ہے؟

جواب : کسی حرف کی ادائیگی اس طرح کرنا کہ حرف میں حرکت یا ہلنے کی کیفیت نہ ہو جیسے کہ بِسْمِ اللّٰهِ میں سین اس مثال میں سین کو ہلانا غلط ہے۔ ہاں البتہ حروف قلقلہ میں جنبش سی ہوگی جیسے اَجْدِرُ۔ اُقِتَتْ وغیرہ۔ سکون کی علامت کو جزم کہتے ہیں اور جس حرف پر جزم کی علامت آئے اسے مجزوم کہتے ہیں۔

سوال : سکون کی صحیح ادا کس طرح ہو؟

جواب : سکون کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے یہ ہرگز نہ ہو کہ حرکت کی طرح

سنائی دے۔اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی آواز مخرج میں بند ہو جائے اس کے بعد ہی فوراً دوسرا حرف نکلے۔اور اگر حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے اس حرف کے مخرج میں جنبش ہوگی تو لامحالہ اس سکون پر ایک حرکت کی سی آواز پیدا ہو جائے گی جس سے ساکن حرف مقلقل اور مشابہ مشدد کے ہو جائے گا۔البتہ حروف قلقلہ کے ادا کرتے وقت مخرج میں جنبش ہونی چاہیے۔

تشدید

سوال : تشدید کا کیا مطلب ہے؟

جواب : تشدید والا حرف لکھا تو ایک مرتبہ جاتا ہے مگر اس کی ادائیگی دو مرتبہ ہوتی ہے اور اس کی ادائیگی کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اسے ساکن ادا کیا جاتا ہے اور پھر متحرک پڑھا جاتا ہے اور اسی طرح یہ بات بھی یاد رکھو کہ تشدید والے حرف کی ادائیگی میں دو حرف کی ادائیگی جتنا وقت لگتا ہے۔

چونکہ اس کی ادائیگی میں دو حرف جتنا وقت لگتا ہے اس لیے تشدید والے حرف پر وقف ہو تو حرف کی ادائیگی میں قدرے دیری ہونی چاہیے کیونکہ تشدید والا حرف پہلے ساکن تھا پھر متحرک حرف اور وقف کی حالت میں یہ متحرک حرف بھی ساکن ہوا لہٰذا دونوں حروف کو ساکن ادا کرنا ضروری ہے جیسے وَتَبَّ ۝ اَلْمَفَرُّ ۝ وغیرہ اسی طرح ضمہ کے بعد واؤ مشدد اور کسرہ کے بعد یاء مشدد ہو مثلاً عَدُوٌّ – لُجِیٍّ تو اس وقت بھی اشباع (یعنی آواز میں درازی) ذرا سختی کے ساتھ ضرور ہونا چاہیے۔خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے ورنہ مشدد حرف مخفف ہو جائے گا اور ایک حرف کم ہو جائے گا اور یہ صریحاً لحن جلی ہے۔جس حرف پر تشدید آئے اسے مشدد کہتے ہیں۔

سوال : تشدید کو حرکات اور سکون کے بعد کیوں بیان کیا گیا؟

جواب : حرکت وسکون مفرد ہیں اور تشدید مرکب ہے۔قاعدہ یہ ہے کہ مفرد

ترتیب بیان میں مرکب پر مقدم ہوتا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ تشدید نام ہے حرکت و سکون کے مجموعے کا اس لیے کہ تشدید میں سکون بھی ہے اور حرکت بھی تو اولاً دونوں کو فرداً فرداً بیان کر دیا اب تشدید کو سمجھنا مشکل نہیں۔

سوال : کونسا حرف ایسا ہے کہ جس پر کوئی حرکت نہیں ہوتی مگر وہ پھر بھی پڑھا جاتا ہے؟

جواب : جن حروف پر زبر۔ زیر۔ پیش۔ جزم یا تشدید ہو ان کو قواعد کے مطابق پڑھنا چاہیے اور جن حروف پر کوئی حرکت وغیرہ نہ ہو وہ پڑھنے میں نہیں آتے جیسے اُولٰٓئِکَ۔ سَاُورِیْکُمْ۔ وَ لَاَوْ صَلِّبَنَّکُمْ وغیرہ۔ البتہ الف وہ واحد حرف ہے جو ہمیشہ ساکن ہوتا ہے اور اس پر کوئی حرکت نہیں آتی۔ الف اور ہمزہ کا فرق مخارج میں بیان ہو چکا ہے۔

سوال : الف ساکن بھی ہے اور اس پر کوئی حرکت بھی نہیں آتی بظاہر یہ تضاد بیانی نہیں ہے کیونکہ الف اگر ساکن ہو تو اس پر علامت جزم آنی چاہیے مگر پھر وہ الف نہیں رہتا بلکہ ہمزہ ہو جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب : یہ صحیح ہے کہ حرف کی دو حالتیں ہوتی ہیں ساکن یا متحرک اور الف ایک واحد حرف ہے جو نہ ساکن ہے نہ متحرک مگر اسے ساکن کہہ کر پکارا جاتا ہے دراصل الف ایک ایسا حرف خفیف ہے کہ جس میں کسی حرکت حتی کہ علامت جزم کو بھی قبول کرنے کی صلاحیت نہیں ہے اس لیے ''للاکثر حکم الکل'' کے تحت الف کو ساکن سے تعبیر کر دیا جاتا ہے ورنہ الف اپنی ذات میں نہ ساکن ہے نہ متحرک بلکہ یہ ادائیگی میں بھی ہمیشہ اپنے ماقبل حرف کا محتاج ہوتا ہے۔

سوال : کھڑا زبر۔ کھڑی زیر اور الٹی پیش کا تلفظ کس طرح ہوتا ہے؟

جواب : جس حرف پر کھڑا زبر ہوتا ہے اس کو ایک الف کے برابر کھینچ کر پڑھنا

چاہیے جیسے مٰلِكِ۔ رَحْمٰنُ وغیرہ ایسے ہی جس حرف کے نیچے کھڑی زیر ہو اسے ایک یاء ساکن معروف ملا کر ادا کرنا چاہیے جیسے يَسْتَحْيِۦ۔ يُحْيِۦ وغیرہ اور جس حرف پر الٹا پیش ہو تو اس کو ادا کرتے وقت ایک واؤ ساکن معروف ملا کر پڑھنا چاہیے جیسے دَاوٗدُ۔ لِتَسْتَوٗا وغیرہ کھڑا زبر۔ کھڑی زیر اور الٹی پیش کو حروف مدہ کا قائم مقام بھی کہتے ہیں۔ اور انہیں حرکات اشباعیہ بھی کہا جاتا ہے۔

حرکات فرعیہ

سوال : حرکات کی دوسری قسم کون سی ہے؟

جواب : حرکات کی دوسری قسم حرکات فرعیہ ہے۔ حرکت فرعی کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حرکت جو دو حرکات کے درمیان ہو یعنی کچھ حصہ اس کا ایک حرکت سے اور دوسرا حصہ دوسری حرکت کی آمیزش سے نکلتا ہو۔

سوال : حرکات فرعی کونسی ہیں؟

جواب : حرکات فرعیہ دو ہیں:

(۱) فتحہ ممالہ (۲) حرکت مشمہ

سوال : فتح ممالہ سے کیا مراد ہے؟

جواب : فتح ممالہ سے مراد یہ ہے کہ وہ زبر جو الف ممالہ سے قبل ہو جیسے بُشْرٰی۔ اَلنَّارِ۔ اَلْكَافِرِيْنَ۔ مَجْرٖهَا وغیرہ میں امالہ کرنے والوں کے یہاں الف کو امالہ سے پڑھا جائے تو ماقبل الف کی حرکت نہ خالص کسرہ ہوگی اور نہ خالص فتحہ۔ بلکہ کسرہ و فتح کے درمیانی کیفیت ہوگی۔

مَجْرٖهَا میں امالہ کے وقت راء کا کسرہ ناقصہ ہے۔ فتح سے مراد الف کو سیدھا بفتح فم ادا کرنا۔ امالہ سے مراد الف کو مائل بیاء ادا کرنا۔

سوال : امالہ کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : امالہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) امالہ کبریٰ (۲) امالہ صغریٰ

(۱) امالہ کبریٰ

امالہ میں الف کو مائل بیاء ادا کیا جاتا ہے۔ اگر یہ میلان زیادہ ہو تو اس کو امالہ کبریٰ۔ اضجاع ترقیق اور امالہ محضہ کہا جاتا ہے۔

(۲) امالہ صغریٰ

اگر یاء کی طرف میلان کم اور الف کی جانب زیادہ ہو تو اس کو بین اللفظین۔ تقلیل۔ امالہ صغریٰ اور بین بین کہا جاتا ہے۔

سوال : امالہ کی غلط ادا کس طرح ہوتی ہے؟

جواب : روایت حفص میں امالہ کبریٰ صرف لفظ مَجْرِ هَا میں ہے اور امالہ صغریٰ روایت حفص میں نہیں پایا جاتا۔ امالہ کبریٰ و امالہ صغریٰ دیگر قراءات و روایات میں بکثرت وارد ہیں۔ امالہ کی ادائیگی میں امالہ والے الف ممال کو اس قدر نہ جھکایا جائے کہ وہ خالص یاء بن جائے یہ تلفظ صحیح نہیں۔ اس طرح امالہ کی بجائے ابدال ہو جائے گا۔ امالہ یہ ہے کہ الف کو بجائے انفتاح کامل کے صرف یاء کی طرف جھکا کر پڑھا جائے نہ یہ کہ خالص یاء مدہ سے تبدیل کر دیا جائے جیسے مَجْرٖے هَا کو مَجْرِیْ هَا پڑھا جائے یہ فاش غلطی ہے۔ صحیح ادا مشائخ سے سن کر ہی آسکتی ہے اپنی مرضی اور سمجھ سے پڑھنا غلط ہے۔

سوال : حرکات فرعیہ کی دوسری حرکت ''حرکت مشمہ'' سے کیا مراد ہے؟

جواب : حرکت مشمہ وہ حرکت ہے جو اشمام کے وقت کی جاتی ہے جیسے قِیْلَ۔

غِیْضَ وغیرہ میں جو اشمام کیا جاتا ہے کہ قاف اور غین کا کسرہ ضمہ اور کسرہ کی درمیانی کیفیت کا نام ہے۔

روایت حفص میں حرکت مشمہ کا وقوع نہیں ہے لیکن دیگر قراءات وروایات جیسے قرآءت کسائی۔ روایت ہشام وغیرہ میں حرکت مشمہ پائی گئی ہے۔

معروف اور مجہول حرکات

سوال : معروف اور مجہول سے کیا مراد ہے؟

جواب : حرکات کی دو اقسام ہیں:

(۱) معروف حرکات (۲) مجہول حرکات

معروف وہ حرکات کہلاتی ہیں جو قرآن مجید اور عربی زبان میں مستعمل ہیں۔ اس میں تمام حرکات معروف ہیں۔ معروف حرکات سے مراد یہ ہے کہ ضمہ کو اگر کھینچا جائے تو اس کے تلفظ میں واؤ معروف پیدا ہو جائے اور اگر کسرہ کو کھینچا جائے تو یائے معروف پیدا ہو جائے۔

اگر ضمہ اور کسرہ کو کھینچنے سے واؤ مجہول اور یاء مجہول پیدا ہوں تو ایسی حالت میں ضمہ اور کسرہ اپنی غلط ادائیگی کی بناء پر مجہول کہلائیں گی یہ بات ذہن میں رہے کہ عربی زبان میں تمام حرکات معروف ہی ہوتی ہیں جبکہ دیگر زبانوں مثلاً اردو۔ فارسی۔ پشتو اور سندھی وغیرہ میں مجہول حرکات بھی ہوتی ہیں۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جیسے حرکات کو معروف ہی ادا کیا جاتا ہے اسی طرح حروف مدہ کو بھی معروف ہی ادا کیا جاتا ہے۔ اور معروف ومجہول حرکات کو ان مثالوں سے سمجھ لو جو کہ اپنی اردو میں مستعمل ہیں۔

معروف کی مثالیں

جیسے نُوْر۔ دُوْر۔ یَانِیْ۔ فَانِیْ وغیرہ

مجہول کی مثالیں

جیسے چور۔ شور۔ چڑھے۔ کھڑے وغیرہ

حرکات اور حروف مدہ کی معروف اور صحیح ادائیگی استاذ سے مشق پر موقوف ہے۔ وہ جس طرح بتلائے اسے ذہن نشین کرلو۔

سوال : کسرہ۔ ضمہ۔ واؤ مدہ اور یاء مدہ کو مجہول پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب : کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں اسی طرح واؤ مدہ اور یاء مدہ بھی معروف ہی ادا کیے جاتے ہیں عربی زبان میں مجہول ادا متصور نہیں ہے جیسے کہ اردو زبان میں یائے معروف اور یائے مجہول سے تغیر آجاتا ہے جیسے ''جاتی'' اور ''جاتے'' اور ''پڑھتی'' اور ''پڑھتے'' میں معنی صاف ظاہر ہیں کہ مذکر اور مونث کے صیغے کی تبدیلی رونما ہوجاتی ہے۔

لسان عرب میں چونکہ مجہول نہیں ہے تو اسی وجہ سے مجہول پڑھنے سے حرکات ناقصہ اور ناموافق ہوجاتی ہیں مگر اس مجہول پڑھنے کو معروف ہی کے ضمن میں لیا جاتا ہے مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یہ مجہول ادائیگی مُنَزّلٌ مِنَ اللّٰہ ہے اور کیا ان کو عربی حرکات کہا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ حرکات اور حروف مدہ کو مجہول پڑھنا لحن جلی ہی کے زمرے میں آئے گا جیسا کہ لحن جلی کی تعریف میں گزر چکا ہے۔

☆☆☆

باب نہم:

مد کا بیان

فصل اول: مبادیات مد

سوال : حقیقت مد کیا ہے؟

جواب : مد کی اصل یہ حدیث ہے جو کہ موسیٰ بن یزید الکندیؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک شخص کو قرآن پڑھا رہے تھے پس اس شخص نے پڑھا اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسَاکِیْنَ اور لِلْفُقَرَاءِ پر اس شخص نے قصر کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نہیں پڑھایا ہے اس شخص نے دریافت کیا کہ اے ابو عبدالرحمٰن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر آپ کو کیسے پڑھایا ہے؟ تب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسَاکِیْنَ پڑھا اور لِلْفُقَرَآءِ پر مد فرمایا۔

اس حدیث کے متعلق علامہ جزری النشر فی القراءات العشر میں تحریر فرماتے ہیں:

"یہ حدیث عظیم الشان ہے اور اس باب میں حجت ونص کی حیثیت رکھتی ہے اس کی اسناد کے تمام راوی ثقہ ہیں اس کو طبرانیؒ نے معجم الکبیر میں روایت کیا ہے۔"

اس طرح اہمیت مد کے متعلق بخاری میں حدیث وارد ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت کے متعلق دریافت کیا گیا تو جواب میں حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا:

"کَانَ یَمُدُّ مَدًّا" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مد کے مواقع پر مد فرماتے تھے اور نسائی میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا:

"کَانَ یَمُدُّ صَوْتَهُ مَدًّا" یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مواقع مد پر اپنی آواز کو دراز فرماتے تھے۔

سوال : مد کی تعریف کرو؟

جواب : مد کے لغوی معنی زیادت کے ہیں اور اصطلاح میں "اِطَالَةُ الصَّوْتِ بِحَرْفِ مَدٍّ مِّنْ حُرُوْفِ الْعِلَّةِ" یعنی حروف علت میں سے کسی مد والے حرف کی آواز کو لمبا کرنا۔ خواہ مد والا ہونا باعتبار اصل ہو جیسے حروف مدہ یا تشابہ والے حروف ہوں جیسے حروف لین۔

سوال : قصر سے کیا مراد ہے؟

جواب : قصر کے لغوی معنی ہیں روکنا اور اصطلاح میں "اِثْبَاتُ حَرْفِ الْمَدِّ مِنْ غَیْرِ زِیَادَةٍ عَلَیْهِ" یعنی حرف مد کو بغیر کسی زیادتی آواز کے پڑھنا۔

سوال : مد اور قصر میں کیا فرق ہے؟

جواب : مد اس زیادتی (یعنی حرف کی آواز کو لمبا کرنے) کا نام ہے جو حرف مد میں طبعی کشش صوت کے علاوہ مطلوب ہوتی ہے اور طبعی کشش صوت وہ ہے جس سے کم پر حرف مد ذاتی طور پر بھی قائم نہیں ہو سکتا ہے۔

اور قصر اس زیادتی کو چھوڑ کر مد طبعی کو علی حالہ قائم رکھنے کا نام ہے۔ اور یہ مد کی ضد ہے۔

سوال : حروف علت کا کیا مطلب ہے؟

جواب : واؤ ساکن ماقبل مضموم۔ یاء ساکن ماقبل مکسور اور الف کو حروف مدہ کہا جاتا ہے اور واؤ ساکن ماقبل مفتوح اسی طرح یاء ساکن ماقبل مفتوح کو حروف لین کہتے ہیں اور ان کے متحرک ہونے کی صورت میں ان کو حروف علت کہا جاتا ہے۔

مگر حروف علت کا نام صرف متحرک ہونے کی حالت میں ہی مخصوص نہیں بلکہ عام ہے یعنی مدیت لینیت اور تحرک تینوں حالتوں کو شامل ہے۔

سوال : مد کی تعریف میں حروف مد و لین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے حالانکہ بظاہر یہ الگ الگ حروف ہیں۔

جواب : بعض حضرات نے کہا ہے کہ مد اور لین ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن صحیح یہ ہے کہ ان میں عموم وخصوص مطلق ہے یعنی حروف مدہ کو تو حروف مد و لین کہا گیا ہے مگر حروف لین کو مدہ نہیں کہا گیا ہے۔

سوال : مد کی تعریف میں حروف مد کی جگہ "حُرُوْفُ الْعِلَّةِ" کا لفظ کیوں استعمال ہوا ہے؟

جواب : مد کی تعریف جو ہم اوپر نقل کر آئے ہیں اس میں "حُرُوْفُ الْعِلَّةِ" کا لفظ بہ نسبت حُرُوْفُ الْمَدِّ کے زیادہ بہتر ہے اور یہ اس لیے ہے تاکہ حروف لین پر مد والی صورتیں بھی اس تعریف میں شامل ہو جائیں۔

علامہ جزریؒ نے اپنی کتاب النشر فی القراءات العشر میں مد کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے:

"اَلْمَدُّ هُوَ عِبَارَةٌ عَنْ زِيَادَةٍ مَّطْلُوْبَةٍ فِيْ حَرْفِ الْمَدِّ عَلَى الْمَدِّ

الطَّبِیْعِیْ" (النشر فی القراءات العشر ج۱ ص۳۱۳)

یعنی حرف مد کو مد طبیعی سے زیادہ ایک مقررہ اور مطلوب زیادتی کے ساتھ بڑھا کر پڑھنا۔

اس تعریف میں جو جامعیت ہے اور فنی خوبی ہے وہ یہ کہ مد فرعی میں مقررہ حد میں مد کرنے پر انتباہ موجود ہے اور آگے بیان مد میں آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ قید واقعی بہت ضروری ہے۔

فصل دوم: اقسام مد

سوال : مد کی اقسام بیان کریں؟

جواب : مد کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں:

(۱) مد اصلی (۲) مد فرعی

مد اصلی

سوال : مد اصلی کی تعریف بیان کریں؟

جواب : مد اصلی وہ مد ہے جس کے بغیر اس حرف مد کی ذات باقی نہ رہے یہ حرف مد کی اپنی ذاتی مقدار ہوتی ہے اس لیے کسی سبب پر موقوف نہیں بلکہ حرف مد کا وجود ہی اس پر موقوف ہوتا ہے جیسے قَالُوْا – قِیْلَ وغیرہ

سوال : مد اصلی کی مقدار کیا ہوتی ہے؟

جواب : مد اصلی کی مقدار ایک الف ہوتی ہے اور الف سے مراد یہ ہے کہ اس قدر کھینچنا کہ دو حرکات ادا ہو جائیں۔

سوال : مد اصلی کے کتنے نام ہیں اور ان کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : (۱) مد اصلی: اصل کے معنی "جڑ" کے ہیں یعنی وہ چیز جو فرع کے

مقابل ہو اور اصل کے معنی یہ بھی ہیں کہ یہ مصدر و منبع ہے یعنی مد فرعی کی تمام اقسام کے لیے مد اصلی مصدر و منبع ہے۔

(۲) مد ذاتی: اسے مد ذاتی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ حرف مد کی اپنی ذاتی مقدار ہوتی ہے یعنی حرف مد کا وجود ہی اس پر موقوف ہوتا ہے کسی سبب پر موقوف نہیں ہوتا۔

(۳) مد طبعی: اسے مد طبعی اس لیے کہتے ہیں کہ سلیم الطبع شخص اس کی ذاتی مقدار کو اپنی طبیعت کے مطابق صحیح ادا کر لیتا ہے اصلی مقدار میں کمی یا زیادتی اس کو کھٹکتی اور اجنبی محسوس ہوتی ہے۔

مد فرعی

سوال : مد فرعی کی تعریف بیان کریں؟

جواب : وہ مد جو مد اصلی پر کسی سبب سے زائد ہو اسے مد فرعی کہتے ہیں۔

سوال : مد فرعی کو فرعی کیوں کہتے ہیں؟

جواب : فرع کا مطلب ''زائد عن الاصل'' ہے۔ یعنی وہ زائد مقدار جو کہ اصلی مقدار سے بڑھ کر ہو۔ مد اصلی کی مقدار ایک الف سے بڑھا کر جو زائد مد کیا جاتا ہے اس بڑھا کر مد کرنے کو مد فرعی کہتے ہیں۔

سوال : مد اصلی اور مد فرعی میں کیا فرق ہے؟

جواب : جیسا کہ ہم اوپر تعریف میں بھی بیان کر آئے ہیں کہ مد اصلی وہ مد ہے جو کسی سبب پر موقوف نہیں ہوتا اور مد فرعی کسی سبب کے پائے جانے پر موقوف ہوتا ہے۔

محل مد اور سبب مد

سوال : محل مد اور سبب مد سے کیا مراد ہے؟

جواب : حروف مدہ اور حروف لین محل مد کہلاتے ہیں' جبکہ ہمزہ اور سکون (اور سکون میں تشدید بھی شامل ہے) یہ سبب مد کہلاتے ہیں۔

مراتب محل مد

سوال : کیا محل مد میں مراتب بھی ہیں؟

جواب : جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ حروف مدہ اور حروف لین محل مد ہیں ان میں حروف مدہ قوی محل مد ہیں جبکہ حروف لین ضعیف محل مد ہیں۔

اقسام سبب مد

سوال : سبب مد کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : سبب مد کی دو اقسام ہیں:

(۱) سبب لفظی (۲) سبب معنوی

(۱) سبب لفظی

وہ سبب جو کہ باعتبار تلفظ ہو یعنی ہمزہ۔ سکون اور تشدید جو کہ کلمہ میں ملفوظ ہوتے ہیں اور ان کا تلفظ کیا جاتا ہے اس لیے ان کو سبب لفظی کہا جاتا ہے نیز یہ بات یاد رہے کہ تشدید سکون اور حرکت سے مرکب ہے جیسا کہ حرکات کے بیان میں ہم بتا آئے ہیں اس لیے تشدید کو بھی سکون کے ضمن میں مفہوم کر لیا جاتا ہے۔

قراء کے نزدیک سبب لفظی کو قوی سبب مانا گیا ہے۔

(۲) سبب معنوی

وہ سبب جو کہ معنی کے لحاظ سے مد کرنے کا سبب بنتا ہو۔ عربی زبان میں یہ بھی ایک اہم سبب مانا گیا ہے مگر قراء کے نزدیک سبب لفظی کے مقابلہ میں سبب معنوی

ضعیف ہے۔ سبب معنوی جیسے لَا رَیْبَ فِیْہِ میں لَا پر مد کرنا۔

سبب معنوی پر مزید بحث ہم باب المدات کے آخر میں کریں گے۔

سوال : سبب لفظی کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : سبب لفظی کی دو اقسام ہیں:

(۱) سکون (۲) ہمزہ

پھر سکون کی دو اقسام ہیں:

(۱) سکون اصلی یا سکون لازم (۲) سکون عارض

اسی طرح ہمزہ کی بھی دو اقسام ہیں:

(۱) ہمزہ متصل (۲) ہمزہ منفصل

سوال : کیا سبب مد میں بھی مراتب ہیں؟

جواب : سبب مد میں درج ذیل مراتب پائے جاتے ہیں سب سے قوی سبب سکون اصلی ہے اس کے بعد ہمزہ متصل کا مرتبہ ہے پھر سکون عارض اور پھر ہمزہ منفصل کا مرتبہ ہے۔

سب سے آخری مرتبہ مد بدل کا ہے جس میں ہمزہ حرف مد سے پہلے پایا جاتا ہے اس میں صرف ورشؒ کے لیے تین مقادیر مد ہیں یعنی طول۔ توسط۔ قصر

سوال : حروف مدہ قوی محل مد کیوں ہیں جبکہ حروف لین ضعیف محل مد کیوں قرار دیئے گئے؟

جواب : حروف مدہ کو قوی محل مد کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا مخرج جوف دہن ہے مخرج کی وسعت اور عدم تصادم جسمین جس میں ان کا محصور نہ ہونا آواز کی درازی کا باعث ہے جبکہ حروف لین حقیقتاً حروف مد نہیں ہیں کیونکہ ان کا مخرج محقق ہوتا ہے اور مخرج محقق میں مدیت کی گنجائش نہیں۔

سوال : حروف لین کا مخرج تو محقق ہے اور مخرج محقق میں مدیت کی گنجائش نہیں ہوتی تو پھر ان کو محل مد میں کیوں شمار کیا گیا ہے؟

جواب : حروف لین صفت لینیت کی وجہ سے حروف مدہ سے مشابہہ ہیں اور شبہ مد ہونے کی وجہ سے ان میں مد صوت ضعیف ہے حاصل یہ کہ محل مد میں تو حروف مدہ اصل اور قوی ہیں اور حروف لین شبہ مد ہیں اور ضعیف ہیں۔

محل مد اور سبب مد کے ملاپ کا بیان

سوال : کیا محل مد اور سبب مد کے ملاپ سے وقوع پذیر ہونے والے مدود میں بھی بلحاظ قوی وضعیف درجات ہیں؟

جواب : اوپر بیان کیے گئے محل مد اور سبب مد کے مراتب کو باہم ملانے سے بلحاظ قوی وضعیف مدود کا کچھ اس طرح نقشہ مرتب ہوتا ہے:

(ا) محل مد حروف مدہ ہوں

نمبر شمار	محل مد	سبب مد
۱	حرف مد	سکون اصلی
۲	حرف مد	سکون عارضی
۳	حرف مد	ہمزہ متصلہ
۴	حرف مد	ہمزہ منفصلہ

(ب) محل مد حروف لین ہوں

نمبر شمار	محل مد	سبب مد
۱	حرف لین	سکون اصلی

۲	حرف لین	سکون عارضی
۳	حرف لین	ہمزہ متصلہ
۴	حرف لین	ہمزہ منفصلہ

اب ہم ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

(الف) محل مد حروف مدہ ہوں

(۱) حرف مد اور سکون اصلی

جب کوئی حرف مد اور سکون اصلی ایک کلمہ میں جمع ہوں تو سب سے قوی مد ہوگا کیونکہ درج بالا تصریحات کی روشنی میں محل مد اور سبب مد دونوں قوی ہیں جیسے ضَآلِّيْنَ۔ آلْــٰٔنَ وغیرہ

(۲) حرف مد اور سکون عارضی

جب کوئی حرف مد اور سکون عارض باہم جمع ہوں تو وہ مد متصل سے کم درجہ کا ہوگا کیونکہ محل مد تو قوی ہے لیکن سبب مد سکون عارضی ہے جو ضعیف سبب مد ہے اس کا درجہ ہمزہ متصلہ کے بعد ہے جیسے اَلْعٰلَمِيْنُ وغیرہ

(۳) حرف مد اور ہمزہ متصل

جب کوئی حرف مد اور ہمزہ ایک کلمہ میں جمع ہوں تو وہ مد سکون اصلی کے مقابلہ میں کم درجہ کا ہوگا کیونکہ محل مد تو قوی ہے لیکن سبب مد سکون اصلی کے مقابلہ میں کم درجے کا ہے جیسے جَآءَ وغیرہ

(۴) حرف مد اور ہمزہ منفصلہ

حرف مد ایک کلمہ میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو وقوع پذیر ہونے والا مد

ضعیف ہوگا کیونکہ محل مد قوی اور سبب مد ضعیف ہے جیسے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ۔

(ب) محل مد حروف لین ہوں

(۱) حرف لین اور سکون اصلی

جب کوئی حرف لین اور سکون اصلی ایک کلمہ میں جمع ہوں تو ان میں چونکہ محل مد ضعیف اور سبب مد قوی ہے اس لیے مد لین میں سبب کی قوت کی بنا پر طول بہتر ہے اور محل مد ضعیف ہونے کی بناء پر اس میں قصر بھی جائز ہوا اور توسط اجتماع ساکنین کی رعایت کرتے ہوئے صحیح ہوگا جیسے حرف عین (سورۂ مریمؑ اور سورۂ الشوریٰ کے اوائل مقطعات والا)

(۲) حرف لین اور سکون عارضی

حرف لین اور سکون عارضی کے باہم جمع ہونے کی صورت میں ہونے والا مد بھی ضعیف ہوگا کیونکہ محل مد اور سبب مد دونوں ضعیف ہیں جیسے خَوْفٌ۔ بَيْتٌ وغیرہ۔

(۳) حرف مد اور ہمزہ متصلہ

حرف لین اور ہمزہ ایک کلمہ میں آئیں تو اس صورت میں مد نہیں ہوگا کیونکہ سکون اصلی کے مقابلہ میں ہمزہ ضعیف سبب ہے اور محل مد اور سبب مد دونوں ضعیف ہیں اس لیے قراءات میں حرف لین کے بعد ہمزہ کو سبب مد تسلیم نہیں کیا گیا جیسے شَيْءٌ۔ سَوْءٌ میں بحالت وصل صرف قصر ہی ہوگا۔

البتہ روایت ورش میں یہ مد ہوتا ہے۔

(۴) حرف لین اور ہمزہ منفصلہ

حرف لین ایک کلمہ میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ میں آئیں تو اس صورت میں بھی مد

نہیں ہوگا۔ جیسا کہ حرف لین کے بعد ہمزہ متصل کو سبب تسلیم نہیں کیا گیا تو ہمزہ منفصلہ والی حالت تو اس سے بھی ضعیف ہے جیسے وَلَوْ اٰمَنَ۔ اِبْنَیْ اٰدَمَ وغیرہ کہ اس میں محل مد اور سبب مد دونوں ہی ضعیف ہیں۔

خلاصہ یہ کہ مؤخر الذکر دونوں اقسام میں صرف قصر ہی قصر ہے۔

اقسام مد فرعی

سوال : مد فرعی کی اقسام بیان کریں؟

جواب : مد فرعی کی چار اقسام ہیں۔

(۱) مد لازم (۲) مد واجب (۳) مد جائز (۴) مد عارض

مد لازم

سوال : مد لازم کی تعریف بیان کریں؟

جواب : علامہ جزریؒ مد لازم کی تعریف اس طرح بیان فرماتے ہیں:

فَلَازِمٌ اِنْ جَآءَ بَعْدَ حَرْفِ مَدْ
سَاكِنُ حَالَيْنِ وَ بِالطُّوْلِ يُمَدْ

یعنی مد لازم وہ مد ہے کہ اگر حرف مد کے بعد ایسا حرف آئے جو حالت وصل و وقف میں ہمیشہ ساکن رہے تو یہ مد کیا جائے گا اور اس مد کی مقدار طول ہے۔

سوال : مد لازم کے دیگر نام کیا ہیں اور ان کی وجہ تسمیہ بھی بیان کریں؟

جواب : (۱) مد لازم: اسے مد لازم اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں سبب مد یعنی سکون لازم ہوتا ہے نیز اس کو لازم کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام قراءتوں میں ایک متفق مقدار (یعنی طول) میں یہ مد کرنا ضروری ہے۔

(۲)مدعدل:

اسے مدعدل بھی کہتے ہیں کیونکہ مد کا سبب سکون ہے حرف مد پہلے ساکن تھا اس کے بعد دوسرا ساکن آنے سے اجتماع ساکنین ہوا۔ اجتماع ساکنین کی ثقالت دور کرنے کے لیے حرف مد کو اس کی مقدار اصلی سے زیادہ کھینچ کر پڑھا گیا گویا مقدار اصلی سے زیادہ کھینچ کر پڑھنا ثقالت رفع کرنے میں مثل حرکت کے ہوگیا۔ عدل کے معنی برابری کے ہیں یعنی مد فرعی حرکت کے برابر ہے۔

(۳۔۴)مدفصل یا مدحجز:

مدلازم کو مدفصل اور مدحجز بھی کہتے ہیں کیونکہ مد فرعی ساکنین کے درمیان فاصل اور حاجز (یعنی مانع) ہو جاتا ہے۔

مدلازم کی اقسام

سوال : مدلازم کی اقسام بیان کریں؟

جواب : مدلازم کی پانچ اقسام ہیں:

(۱)مدلازم کلمی مثقل (۲)مدلازم کلمی مخفف (۳)مدلازم حرفی مثقل

(۴)مدلازم حرفی مخفف (۵)مدلازم لین مخفف

مدلازم کلمی مثقل

سوال : مدلازم کلمی مثقل کی تعریف بیان کریں؟

جواب : حرف مد کے بعد ایسا حرف ساکن ہو جو وجوباً مدغم ہو (یعنی مشدد ہو) جیسے اَلطَّآمَّةُ۔ اَلصَّآخَّةُ۔ اَتُحَآجُّوْنِّیْ۔ اَلضَّآلِّیْنَ۔ اَلصَّوَآفَّ۔ جَآنٌّ وغیرہ

سوال : مدلازم کلمی مثقل کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : کلمات قرآنیہ میں پائے جانے کے سبب اسے کلمی کہا جاتا ہے اور تشدید پائے جانے کی وجہ سے مثقل کہا جاتا ہے۔

مدلازم کلمی مخفف

سوال : مدلازم کلمی مخفف کی تعریف بیان کریں؟

جواب : حرف مد کے بعد کلمہ قرآنی میں سکون لازم ہو، (یعنی سکون اصلی) جیسے آٰلْئٰنَ اور پورے قرآن میں مدلازم کلمی مخفف کی یہ ایک ہی مثال ہے جو سورۂ یونس میں دو جگہ وارد ہے۔

سوال : کلمی مخفف کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : کلمات قرآنیہ میں پائے جانے کے سبب اسے کلمی کہا جاتا ہے اور سکون غیر مدغم پائے جانے کی وجہ سے اسے مخفف کہتے ہیں۔

نوٹ: مدلازم حرفی مثقل اور حرفی مخفف میں چونکہ حروف مقطعات کا بیان ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے حروف مقطعات کے متعلق مختصر معلومات فراہم کر دی جائیں۔

حروف مقطعات کے متعلق ایک بحث

سوال : حروف مقطعات سے کیا مراد ہے؟

جواب : وہ حروف جو انتیس سورتوں کے شروع میں آ رہے ہیں انہیں حروف مقطعات کہا جاتا ہے۔ اور وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ ان حروف کو الگ الگ (قطع کر کے) پڑھا جاتا ہے۔

ان کا مجموعہ "نَقَصَ عَسَلُكُمْ حَيٌّ طَاهِرٌ" ہے۔ الف میں کوئی مد نہیں کیونکہ محل مد موجود نہیں۔

"حَـىٌّ طُهْرٌ" کے پانچ حروف میں مداصلی ہے کیونکہ کوئی سبب مدیعنی ہمزہ یا سکون موجود نہیں جبکہ،

"نَقَصَ عَسَلُكُمْ" کے آٹھ حروف میں مدفرعی ہے۔

سوال : حروف مقطعات کی اقسام بیان کریں؟

جواب : حروف مقطعات کو پانچ اقسام میں منقسم کیا جاتا ہے:

(۱) احادی: وہ حروف جو واحد ہوں۔

(۲) ثنائی: وہ حروف مقطعہ جو دو حروف پر مشتمل ہوں۔

(۳) ثلاثی: وہ حروف مقطعہ جو تین حروف پر مشتمل ہوں۔

(۴) رباعی: وہ حروف مقطعہ جو چار حروف پر مشتمل ہوں۔

(۵) خماسی: وہ حروف مقطعہ جو پانچ حروف پر مشتمل ہوں۔

ذیل میں ہم ان تمام اقسام کو جدول کی صورت میں ظاہر کر رہے ہیں۔

نمبر شمار	قسم	حروف کی تفصیل
۱	احادی	صٓ – قٓ – نٓ
۲	ثنائی	طٰهٰ – یٰسٓ – طٰسٓ – حٰمٓ
۳	ثلاثی	الٓمٓ – الٓرٰ – طٰسٓمٓ
۴	رباعی	الٓمٓرٰ – الٓمٓصٓ
۵	خماسی	كٓهٰیٰعٓصٓ – حٰمٓ عٓسٓقٓ

مدلازم حرفی مثقل

سوال : مدلازم حرفی مثقل کیا ہے؟

جواب : حرف مد کے بعد ایسا ساکن ہو جو مدغم ہو اور اس کا وقوع حروف مقطعات میں سے کسی حرف میں ہو، جیسے الٓـمّٓ میں حرف لام کا مد اور طٰسٓمّٓ میں حرف سین کا مد۔

سوال : حرفی مثقل کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : حروف مقطعات میں پائے جانے کی وجہ سے اسے حرفی کہا جاتا ہے اور تشدید پائے جانے کے سبب مثقل کہا جاتا ہے۔

مدلازم حرفی مخفف

سوال : مدلازم حرفی مخفف کیا ہے؟

جواب : جب حرف مد کے بعد سکون غیر مدغم کا وقوع حروف مقطعات میں ہو تو وہ مدلازم حرفی مخفف کہلاتا ہے۔ جیسے: قٓ - صٓ - نٓ وغیرہ

سوال : حرفی مخفف کہنے کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

جواب : حروف مقطعات میں پائے جانے کی وجہ سے اسے حرفی کہا جاتا ہے اور سکون غیر مدغم پائے جانے کی وجہ سے اسے مخفف کہتے ہیں۔

مدلازم لین

سوال : مدلازم لین کیا ہے؟

جواب : حرف لین کے بعد سکون لازم ہو یہ مد صرف حروف مقطعات میں ہے اور خماسی مقطعات میں پایا جاتا ہے یعنی حٰمٓ عٓسٓقٓ اور کٓھٰیٰعٓصٓ میں صرف حرف عین میں ہوتا ہے۔

مقدار مدلازم

سوال : مدلازم کی مقدار کتنی ہے؟

جواب : جمہور اہل اداء کے نزدیک اس کی مقدار طول ہے۔

سوال : طول کی مقدار کتنی ہے؟

جواب : طول کی مقدار میں دو قول ہیں:

(۱) پانچ الف (۲) تین الف

سوال : مدلازم مثقل اور مدلازم مخفف ان دونوں میں سے کس میں زیادہ مد ہے؟

جواب : بعض علماء تجوید کی رائے کے مطابق مدلازم مثقل میں مدیت زیادہ ہے کیونکہ ادغام کی وجہ سے حرف مد کے مابعد پر تشدید آ جانے کی وجہ سے بقدر ایک الف کی تاخیر کے حرف مشدد ادا ہوتا ہے لہٰذا مثقل میں ثقالت کی وجہ سے مد زیادہ ہے۔

اور بعض علماء تجوید کی رائے پر مدلازم مخفف میں مدیت زیادہ شمار کی گئی ہے۔ مگر جمہور ان دونوں قسموں میں مساوات کے قائل ہیں اور علامہ جزریؒ کا بھی یہی مذہب ہے۔

سوال : مدلین لازم کی مقدار کتنی ہے؟

جواب : مدلین لازم میں تین وجوہ ہیں:

(۱) طول (۲) توسط (۳) قصر

علامہ شاطبیؒ کے نزدیک طول اور توسط دو وجوہ ہیں اور علامہ جزریؒ کے نزدیک طول۔ توسط اور قصر تینوں وجوہ ہیں۔

سوال : کیا وجہ ہے کہ مدلازم مثقل اور مخفف میں صرف ایک وجہ طول ہے لیکن مدلازم لین میں تین وجوہ طول توسط اور قصر ہیں؟

جواب : مدلازم کی چار اقسام میں محل مد اور سبب مد (جو کہ سکون اصلی ہے) دونوں قوی ہیں اس لیے مقدار میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

لیکن مدلازم لین میں حرف لین ضعیف محل مد ہے اور سکون اصلی قوی سبب ہے اس لیے یہاں اہل اداء میں اختلاف ہوا۔

طول کی یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ شَيْءٌ اور سَوْءٌ میں جن حضرات نے ورش کے لیے طول کیا ہے ان کے قول پر قیاس کرتے ہوئے حرف لین میں طول ہی بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ جب ہمزہ کی وجہ سے حرف لین میں طول کیا گیا تو سکون کی وجہ سے حرف لین میں بدرجہ اولیٰ طول ہونا چاہیے کیونکہ سکون زیادہ قوی سبب ہے اور توسط اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جمع بین الساکنین کی رعایت ہے مد اور یاء لین ہونے کی وجہ سے وہ مد بصورت توسط اختیار کیا گیا تا کہ دونوں تقاضوں کی رعایت ہو جائے۔

اور قصر اختیار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حرف لین کو حرف صحیح کا درجہ دیا گیا ہے اور اس وجہ کی بنا پر یہاں مد نہیں کیا گیا۔

حرف لین میں مد کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حرف ''عین'' کے ماقبل و مابعد میں جو حروف مقطعات ہیں ان میں بھی مد ہے تو عین میں مد کرنے سے حروف مقطعات میں یکسانیت پیدا ہو جائے گی۔

سوال : آل عمران کے شروع مقطعات پر اگر وقف نہ کیا جائے تو کتنی وجوہ ہیں؟

جواب : آلِ عمران کے شروع مقطعات پر اگر وقف نہ کیا جائے بلکہ وصل کر کے پڑھا جائے تو الٓمٓ اللّٰهُ کی میم میں طول وقصر دو وجوہ صحیح ہیں توسط صحیح نہیں

ہے۔

سوال : الٓمٓ ۝ اللّٰهُ پر حالت وصل میں طول اور قصر دو وجوہ اختیار کرنے کی کیا وجہ ہے؟

جواب : چونکہ میم میں سکون اصل ہے اور فتحہ عارضی ہے اس لیے اصل کا اعتبار کرتے ہوئے اور عارضی فتحہ کو کالعدم شمار کرتے ہوئے طول کیا گیا اور عارضی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے قصر جائز ہوا اور یہ دونوں وجوہ صحیح ہیں۔

سوال : اگر کہیں دو یا دو سے زیادہ مد لازم مثقل یا مخفف اکٹھے ہوں تو کیا ان میں تساوی قائم رکھنا ضروری ہے؟

جواب : دوران تلاوت اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اگر دو مد لازم مثقل جمع ہوں مثلاً اَتُحَآجُّوٓنِّیْ یا دو یا دو سے زیادہ مد لازم مخفف جمع ہوں جیسے حٰمٓ عٓسٓقٓ یا مثقل یا مخفف جمع ہوں مثلاً الٓمٓصٓ تو سب میں تساوی قائم رکھنا ضروری ہے۔

یعنی اگر آپ نے مد لازم میں پانچ الف والے قول کو اختیار کیا ہے تو پھر ہر مد لازم میں پانچ الفی مد ہی ہوگا اور اگر آپ نے تین الف والے قول کو اختیار کیا ہے تو پھر ہر مد لازم میں تین الفی مد ہی ہوگا۔

اس طرح نہیں ہونا چاہیے کہ کسی جگہ پانچ الف مد کیا اور کسی جگہ تین الفی مد کر لیا کیونکہ یہ طریقہ صحیح نہیں ہے۔

مد واجب

سوال : مد واجب کیا ہے؟

جواب : اگر حرف مد ہمزہ سے قبل متصل آئے اس طرح پر کے حرف مد اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں تو یہ مد واجب کہلاتا ہے اسے مد متصل بھی کہتے ہیں جیسے اُولٰٓئِکَ، یَشَآءُ اللّٰهُ۔ السُّوٓای وغیرہ

سوال : مدواجب کے نام ذکر کریں اور وجہ تسمیہ بھی بتائیں؟

جواب : مدواجب کے درج ذیل نام ذکر کیے گئے ہیں۔

(۱) مدواجب:

اس کو مدواجب اس لیے کہا جاتا ہے کہ تمام قرآءت متواترہ اور شاذہ میں اس مد میں قصر ثابت نہیں ہے اور دوسری توجیہ یہ بھی ہے کہ واجب ایک شرعی اصطلاح ہے اور اس کا ثبوت دیگر شرعی احکام کی طرح حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا ہے۔

(۲) مد متصل یا مد وصل:

متصل یعنی ملا ہوا۔ اس مد کو متصل یا مد وصل اس لیے کہتے ہیں کہ حرف مد اور ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوتے ہیں۔

(۳) مد تمکین:

یعنی قدرت دینا۔ اس مد کو مد تمکین اس لیے کہتے ہیں کہ اس مد کے ذریعے ہمزہ کو علی وجہ الکمال پڑھنے پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔

سوال : مد لازم اور مد واجب میں کیا فرق ہے؟

جواب : مد کی ایک قسم کا نام مد لازم اور دوسری کا نام مد واجب ہے۔ ان میں فرق اصطلاحی ہے لغوی اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے یہ دونوں مد ضروری ہیں۔ قراء میں سے کسی کے یہاں بھی ان دونوں مدود میں قصر جائز نہیں ہے اور دونوں میں قصر پڑھنا لحن قبیح ہے یعنی یہ دونوں مد ایسے ہیں کہ جن کا ترک کرنا جائز نہیں ہے۔

ان دونوں مدود کے متعلق ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ جن سے ان دونوں کی حیثیت کا تعین ہوتا ہے کہ مد لازم تو فنی اصطلاح ہے اور مد واجب ایک شرعی اصطلاح ہے جس کا ثبوت دیگر شرعی احکام کی مانند حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے۔

سوال : مدلازم کو مدواجب سے پہلے کیوں بیان کیا گیا ہے اور مدواجب کو بعد میں کیوں بیان کیا جارہا ہے؟

جواب : مدلازم میں سبب مد سکون لازم تھا جو اسباب میں سب سے زیادہ قوی سبب ہے اور محل مد میں قوی محل حرف مد ہے نہ کہ حرف لین۔ لہٰذا مدلازم کی چاروں اقسام، محل اور سبب دونوں کے اعتبار سے قوی ہیں۔

جبکہ مدواجب میں سبب مد ہمزہ ہے جو سکون لازم کے مقابلہ میں کمتر ہے لیکن اس اعتبار سے اس ہمزہ کو آنے والی باقی اقسام مد پر فوقیت حاصل ہے کہ اس مد میں ہمزہ حرف مد سے متصل ہوتا ہے جس طرح سکون لازم حرف مد کے بعد لازم الوجود ہوتا ہے اسی طرح یہ ہمزہ بھی حرف مد کے لیے لازم الوجود ہے۔ اس وجہ سے مدواجب کو مدلازم کے بعد بیان کیا گیا ہے۔

سوال : حرف مد کے بعد ہمزہ متصل آئے تو مد ہی کیوں کیا جاتا ہے قصر کیوں ناجائز ہوا؟

جواب : مد متصل میں مد کی وجہ یہ ہے کہ حرف مد ضعیف اور خفی ہوتا ہے اور ہمزہ حرف قوی وثقیل ہے دوسرے یہ کہ ہمزہ بُعْدِ مخرج کی وجہ سے صَعْبُ الْاَدَاء ہے اسی لیے حرف مد کی مقدار میں اضافہ کیا جاتا ہے کہ حرف خفی کو حرف قوی کی مجاورت حاصل ہوسکے۔ تاکہ ہمزہ کے بالتحقیق تلفظ پر قدرت حاصل ہو۔

سوال : مد متصل یا مدواجب کی مقدار کتنی ہے؟

جواب : مد متصل میں مقدار مد، توسط ہے۔

سوال : توسط کی مقدار کیا ہے؟

جواب : توسط کی مقدار میں دو الف۔ ڈھائی الف اور چار الف، تین قول ہیں۔

سوال : جب دو یا دو سے زیادہ مد متصل اکٹھے آئیں تو ان کو کس طرح پڑھا جائے گا؟

جواب : جب دو یا دو سے زیادہ مد متصل جمع ہوں جیسے وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً تو ان میں باہم مساوات کا خیال رکھنا چاہیے۔ یہ جائز نہیں کہ اگر کسی جگہ دو الف مد کیا ہے تو دوسری جگہ ڈھائی الف یا چار الف کے قول اختیار کر لئے جائیں۔ بلکہ تساوی علی القول رکھنا ضروری ہے۔

سوال : هٰٓؤُلَآءِ - هٰٓاَنْتُمْ - يٰٓاَيُّهَا اور يٰٓاٰدَمُ میں هاء اور یاء پر کون سا مد ہے؟

جواب : بظاہر دیکھنے میں یہ کلمات ایک ہی کلمہ معلوم ہوتے ہیں مگر در اصل یہ تمام کلمات دو کلموں کا مرکب ہیں یعنی هَا اور ؤُلَآءِ - اسی طرح هَا اور اَنْتُمْ - يَا اور اَيُّهَا - يَا اور اٰدَمُ - قرآن مجید میں ان کلمات کو موصول، یعنی کلمہ واحدہ لکھا گیا ہے لیکن اصل کا اعتبار کرتے ہوئے یہاں جو مد ہوگا وہ مد منفصل ہی کہلائے گا۔ پس یہ مد متصل نہیں بلکہ مد منفصل ہے۔

مد منفصل

سوال : مد منفصل کیا ہے؟

جواب : جب حرف مد ہمزہ سے منفصل ہو یعنی حرف مد ایک کلمہ کے آخر میں ہو اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو تو وہ مد منفصل ہے خواہ حرف مد مرسوم ہو جیسے بِمَآ اُنْزِلَ - قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا - فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ وغیرہ یا حرف مد مرسوم نہ ہو جیسے فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ یا هٰٓؤُلَآءِ کہ هاء کا الف محذوف الرسم ہے اور جیسے لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ اور بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وغیرہ۔

اسی طرح وہ دو کلمے خواہ مفصول مرسوم ہوں جیسا کہ مثالیں گزری ہیں یا موصول مرسوم ہوں جیسے ھٰاَنْتُمْ۔ یٰاٰدَمُ وغیرہ۔

سوال : مد منفصل کے نام اور ان کی وجہ تسمیہ ذکر کریں؟

جواب : (۱) مد منفصل: یعنی حرف مد اور ہمزہ دو کلموں میں ہونے کی وجہ سے جدا جدا ہوتے ہیں لہٰذا مد منفصل کہا گیا۔

(۲) مد فصل: یعنی یہ مد کلمتین میں فصل کرتا ہے۔

(۳) مد بسط: یعنی یہ مد دو کلموں میں پھیلا ہوا ہے۔

(۴) مد اعتبار: یعنی اس مد کی بدولت دو کلموں کو کلمہ واحدہ کی طرح اعتبار کیا جاتا ہے۔

(۵) مد حرف لحرف: یعنی ایک کلمہ کی وجہ سے مد ہوتا ہے (حرف بمعنی کلمہ ہے)

(۶) مد جائز: کیونکہ اس کے مد اور قصر میں قراء کا اختلاف ہے لہٰذا مد جائز کہا گیا۔ مد جائز کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ مد اسی وقت ہوگا جب حرف مد اور سبب مد والے دونوں کلموں کو وصل کر کے یعنی ملا کر پڑھا جائے لیکن اگر پہلے کلمہ پر وقف کر دیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ یہ مد نہ ہوگا کیونکہ سبب مد نہ رہے گا گویا سبب مد کے زائل ہونے کی وجہ سے اسے مد جائز کہا گیا ہے۔

سوال : مد جائز میں مد اور قصر کرنے میں قراء کے اختلاف سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ چاہے اس میں مد کر لیا جائے اور چاہے نہ کیا جائے؟

جواب : یہ جواز بہ لحاظ عربیت ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی جگہ یہ مد کر لیا جائے اور کسی جگہ ترک کر دیا جائے۔ دراصل بعض قرآءتوں میں یہ مد کرنا ضروری ہے اور بعض میں نہ کرنا ضروری ہے۔ قرآن کی عربیت میں صرف اتباع لغت عربیہ کافی نہیں کہ لغات عربیہ کو مدنظر رکھ کر قرآن کو جس طرح چاہے پڑھ لے بلکہ اتباع عربیت کے ساتھ ساتھ زیادہ ضروری اور انسب یہ بھی ہے کہ قرآءت وروایت کا

اتباع کیا جائے۔

سوال : مد منفصل میں مقدار مد کیا ہے؟

جواب : بطریق شاطبیؒ مد منفصل میں صرف توسط ہے اور بطریق جزریؒ مد منفصل میں توسط اور قصر دو وجوہ ہیں۔

سوال : توسط کی کیا مقدار ہے؟

جواب : توسط کی مقدار دوالف۔ ڈھائی الف اور چار الف ہے۔

سوال : مد منفصل میں مد اور قصر کی کیا وجہ ہے؟

جواب : مد کی وجہ تو یہ ہے کہ حرف مد ضعیف و خفی ہے جبکہ ہمزہ حرف قوی اور مشکل الاداء ہے لہٰذا حرف مد میں مقدار کو بڑھا کر پڑھا گیا تا کہ ضعیف کو قوی کی مجاورت میں قوت حاصل ہو جائے گویا مد اس لیے کیا گیا تا کہ ہمزہ اپنی صفت شدت و جہر کے ساتھ بکمال ادا ہو۔

اور قصر اس لیے صحیح ہوا کہ ہمزہ اس کلمہ میں نہیں ہے جس میں حرف مد ہے اہل زبان کے نزدیک دو کلموں کا تلفظ ان کے دو مختلف معنی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے حقیقتاً تغایر پر مبنی ہے گو تکلم میں وہ دونوں ایک سانس میں جمع ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہمزہ منفصلہ مدیت میں سبب ضعیف ہوا اور کالعدم قرار دیتے ہوئے قصر بھی جائز ہوا۔

سوال : مد متصل اور مد منفصل کی مقادیر مد میں اختلاف اقوال کیوں پایا جا رہا ہے؟

جواب : جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں کہ مد کا مقصد رفع ثقالت ہے۔ مقادیر مد میں اختلاف اقوال کی وجہ یہ ہے کہ کسی کے نزدیک دو الف مد کرنے سے ہی رفع ثقالت ہو جاتی ہے اور کسی کے نزدیک ڈھائی الف مد کرنے سے اور کسی کے نزدیک چار الف مد کرنے سے رفع ثقالت ہوتی ہے۔

سوال : مد متصل اور مد منفصل میں کیا فرق ہے؟

جواب : مد متصل اور مد منفصل میں دو فرق ہیں:

(۱) مد متصل وصلاً وقفاً ہوتا ہے جبکہ مد منفصل حالت وصل میں تو ہوتا ہے لیکن وقف میں نہیں ہوتا۔

(۲) مد متصل میں حرف مد اور ہمزہ دونوں ایک کلمہ میں پائے جاتے ہیں جبکہ مد منفصل میں حرف مدہ پہلے کلمہ کے آخر میں اور ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہوتا ہے۔

سوال : اگر دو یا دو سے زیادہ مد منفصل اکٹھے آئیں تو ان کو کس طرح پڑھا جائے گا؟

جواب : اگر دو یا دو سے زیادہ مد منفصل جمع ہوں جیسے حَتّٰٓی اِذَآ اَتَیَآ اَھْلَ تو ان میں باہم مساوات کا خیال رکھنا ضروری ہے یہ جائز نہیں کہ اگر کسی جگہ دو الفی مد کیا ہے تو دوسری جگہ ڈھائی الف یا چار الف کے قول اختیار کر لئے جائیں گے بلکہ تساوی علی اقول رکھنا ضروری ہے یعنی اگر پہلی جگہ مد منفصل میں ڈھائی الف کا قول اختیار کیا ہے تو پھر ہر مد منفصل میں ڈھائی الفی والا قول ہی اختیار کیا جائے گا۔

سوال : مد متصل اور مد منفصل اکٹھے آئیں تو کیا کرے؟

جواب : تلاوت کے دوران اگر مد متصل اور مد منفصل اکٹھے ہوں جیسے ھٰٓؤُلَآءِ وغیرہ تو ضروری ہے کہ یا تو مد متصل اور مد منفصل کی مقداریں مساوی رکھے یہ اس صورت میں ہے جب قصر مد منفصل میں نہ کر رہا ہو کیونکہ مد متصل میں قصر نہیں ہے یا پھر مد متصل کی مقدار زیادہ اور مد منفصل کی کم رکھے۔ مگر اس کے برعکس مد متصل کی مقدار کم اور مد منفصل کی مقدار زیادہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ مزید تفصیل وتوضیح انشاء اللہ جداول کے ذریعے معلوم ہوگی جو آگے آرہی ہیں۔

سوال : مد منفصل کی مقدار زیادہ اور مد متصل کی مقدار کم رکھنے میں کیا قباحت ہے؟

جواب : اس کی وجہ یہ ہے کہ مد منفصل ضعیف ہوتا ہے اور مد متصل قوی ہے اس لیے ضعیف کو قوی کے یا تو برابر ہونا چاہیے یا پھر اس سے کم ہونا چاہیے مگر زیادہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ مد متصل پہلے آئے یا مد منفصل، مقدار یا تناسب ہر صورت میں برقرار رہنا چاہیے۔

مد عارض وقفی

سوال : مد غارض وقفی کیا ہے؟

جواب : مد عارض سے مراد یہ ہے کہ حرف مد کے بعد والے حرف کو حالت وقف میں کسی وجہ سے سکون عارض ہو جائے خواہ یہ سکون کسی نوعیت کا ہو، چاہے وقف بالاسکان ہو یا وقف بالاشمام۔ جیسے يَعْلَمُوْنَ - خَبِيْرٌ - نَسْتَعِيْنُ وغیرہ

سوال : مد عارض کے نام ذکر کریں اور ان کی وجہ تسمیہ بھی بتائیں؟

جواب : (۱) مد عارض وقفی: چونکہ حرف مد کے بعد والے حرف کو وقف کی وجہ سے سکون عارض ہو جاتا ہے اس لیے اس مد کو مد عارض وقفی کہتے ہیں۔

(۲) مد جائز: اس لیے کہ اس میں مد کرنا اور نہ کرنا دونوں طرح صحیح ہے۔

نوٹ: اس کو مد جائز کہنے کی توجیہہ مد منفصل کے اسماء کے ضمن میں ملاحظہ کریں۔

سوال : مد عارض وقفی میں مد کی کیا مقدار ہے؟

جواب : مد عارض وقفی میں طول۔ توسط۔ اور قصر تین وجہیں جائز ہیں۔

سوال : مد عارض وقفی میں طول۔ توسط اور قصر کیوں جائز ہیں؟

جواب : طول کی وجہ تو یہ ہے کہ اجتماع ساکنین میں یہ مد لازم کے مشابہ ہے لہٰذا

اس سے مماثلت کی بنا پر اس میں طول ہوا۔

توسط کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ سکون عارضی ہے لہذا مقدار مد، مدلازم کے مقابلہ میں کم تر درجہ کی ہے لہذا توسط کیا جائے گا۔

اور قصر کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ سکون وقف کی وجہ سے ہے اور وقف میں اجتماع ساکنین جائز ہے لہذا قصر بھی جائز ہوا جیسے وَالْعَصْرْ - لَفِيْ خُسْرْ وغیرہ کی طرح لہذا اجتماع ساکنین کی ثقالت کالعدم سمجھی گئی اور قصر بھی جائز ہوا۔

سوال : طول۔ توسط اور قصر میں سے کون سی وجہ بہتر ہے؟

جواب : ان تینوں وجوہ میں طول اولیٰ ہے پھر توسط اور پھر قصر۔

مدلین عارض

سوال : مدلین عارض کیا ہے؟

جواب : اگر حروف لین کے بعد سکون عارض ہو جیسے خَوْفْ - خَيْرْ - سَوْفْ - طَيْرْ وغیرہ تو ایسے موقع پر ہونے والا مد مدلین عارض کہلائے گا۔

سوال : مدلین عارض کے نام اور وجہ تسمیہ بیان کریں؟

جواب : (۱) مدلین عارض (۲) مدلین وقفی: ان دونوں ناموں کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ حروف لین کے بعد سکون عارض ہونے کی وجہ سے یہ مد کیا جاتا ہے اس لیے اسے مدلین عارض یا مدلین وقفی کہہ دیتے ہیں۔

سوال : مدلین عارض میں کتنی وجہیں ہیں؟

جواب : مدلین عارض میں بھی طول۔ توسط اور قصر تین وجوہ ہیں۔

سوال : مدلین عارض میں مد کی مقدار کیا ہے؟

جواب : مدلین عارض میں بھی تمام قراء کے لیے مد کی تینوں مقداریں طول۔

توسط اور قصر صحیح ہیں مگر قصر اولیٰ ہے پھر توسط اور پھر طول بہتر ہے۔

سوال : مدلین عارض میں قصر حروف مدہ کی مانند ہے یا ان میں باہم کوئی فرق ہے؟

جواب : یہ بات یاد رہے کہ مدلین عارض میں جو قصر کی اصطلاح استعمال کی جا رہی ہے اس قصر سے مراد مد اصلی کی مقدار ایک الف کے برابر کھینچنا نہیں بلکہ واؤ لین یا یائے لین مجردہ عن المد کا تلفظ مراد ہے۔

سوال : مد عارض وقفی میں تو طول۔توسط اور قصر کے مراتب ہیں مگر کیا وجہ ہے کہ مدلین عارض میں اس کے برعکس ترتیب بیان ہوئی ہے؟

جواب : جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ حروف لین، حروف مد کے مشابہ ہیں اور مشابہت کی وجہ سے حرف لین میں بھی مد کے احکام جاری ہوتے ہیں چونکہ محل مد (جو کہ حروف لین ہیں) اور سبب مد (سکون عارضی) دونوں ضعیف ہیں اس لیے اس میں بہتر یہی ہے کہ پہلے قصر اولیٰ ہو پھر توسط اور پھر طول کو اختیار کیا جائے طول۔توسط اور قصر کی جو توجیہات ہم مد عارض وقفی میں بیان کر آئے ہیں وہی توجیہات یہاں بھی سمجھی جائیں۔

سبب معنوی

سوال : باب المد کے آغاز میں سبب مد کے ذیل میں دو اسباب ذکر کئے گئے ہیں جن میں ایک تو سبب لفظی تھا اور دوسرا سبب معنوی۔سبب لفظی کے متعلق تو تفصیلی بحث ہو چکی اب سبب معنوی کی بھی وضاحت کریں۔

جواب : مد کا سبب معنوی یہ ہے کہ مبالغہ فی النفی مقصود ہو۔عربی زبان میں یہ بھی ایک اہم سبب مانا گیا ہے۔اگرچہ قراء کے نزدیک یہ سبب لفظی کے مقابلہ میں اضعف ہے۔

چنانچہ امام حمزہؒ کی قراءت کے بعض طرق میں توسط کے ساتھ لا لنفی الجنس پر یہ مد کیا جاتا ہے جیسے لَا رَیْبَ فِیْهِ۔ لَا شِیَةَ فِیْهَا۔ اس طرح مد منفصل میں قصر کرنے والوں کے یہاں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ میں یہ مد مستحب ہے اور اس کے استحباب پر بعض احادیث بھی وارد ہیں جو سنداً اگرچہ ضعیف ہیں مگر فضائل اعمال میں مقبول ہیں۔ گویا اس مد سے غیر اللہ کی نفی میں مبالغہ مقصود ہوتا ہے اسی طرح دعا اور استغاثہ میں بھی اہل عرب میں یہ مد کرنا معروف رہا ہے۔

تاہم یہ مدود جن کے اسباب معنوی ہیں بطریق شاطبیؒ اور جمہور قراء کے نزدیک معمول بہا نہیں ہیں البتہ بطریق جزریؒ ان کی گنجائش ہے۔

فصل سوم: باعتبار موقوف علیہ وقفی وجوہ

موقوف علیہ ماقبل حرف مدہ یا لین

سوال : اگر موقوف علیہ مفتوح ماقبل حرف مدہ یا حرف لین ہو جیسے عَالَمِیْنَ اور رَیْبَ تو ان میں کتنی وقفی وجوہ ہیں؟

جواب : چونکہ موقوف علیہ مفتوح ہے اس لیے صرف وقف بالاسکان ہی ہوسکتا ہے۔

عَالَمِیْنَ اور رَیْبَ میں درج ذیل وقفی وجوہ ہیں:

نمبر شمار	عَالَمِیْنَ	رَیْبَ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان

یہ تینوں وجوہ، وجوہ صحیحہ ہیں۔

سوال : موقوف علیہ مفتوح ہو تو روم واشمام کیوں نہیں کیے جاتے ہیں؟

جواب : موقوف علیہ مفتوح ہو تو وقف بالروم اس لیے نہیں کیا جاتا کہ فتحہ اخف الحرکات ہے یعنی اس میں سرعت نطق پائے جانے کی وجہ سے اس کا تہائی حصہ ادا کرنا نہایت دشوار ہے اور تہائی حصہ کے ادا کرنے کی کوشش میں حرکت پوری ہی ادا ہو جاتی ہے اسی بنا پر فتحہ کی حرکت میں وقف بالروم ممنوع ہوا۔

اور فتحہ پر وقف بالاشمام اس لیے ممنوع ہے کہ فتحہ انفتاح فم یعنی منہ کو کھول کر ادا کیا جاتا ہے جبکہ وقف بالاشمام میں انضمام شفتین ہوتا ہے یعنی ہونٹوں کو گول کیا جاتا ہے گویا انفتاح فم اور انضمام شفتین باہم ضدین کی حالتیں ہیں کہ ان کا ایک ہی وقت میں اجتماع ہونا ممکن نہیں۔

سوال : اگر موقوف علیہ مکسور ما قبل حرف مدہ یا حرف لین ہو جیسے اَلرَّحِيْمِ اور غَيْرِ تو ان میں کتنی وقفی وجوہ ہیں؟

جواب : چونکہ موقوف علیہ مکسور ہے اس لیے اسکان کے ساتھ روم بھی جائز ہے۔

اَلرَّحِيْمِ اور غَيْرِ میں چھ وقفی وجوہ ہیں۔

نمبر شمار	اَلرَّحِيْمِ	غَيْرِ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۴	طول مع الروم	طول مع الروم	غیر صحیح

۵	توسط مع الروم	توسط مع الروم	غیر صحیح
۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	صحیح

سوال : موقوف علیہ مکسور ہو تو وقف بالاشمام کیوں نہیں ہوتا ہے؟

جواب : کسرہ انخفاض فم یعنی ہونٹوں کو نیچے کی طرف مائل کرنے سے ادا ہوتا ہے جبکہ ضمہ انضمام شفتین سے ادا ہوتا ہے گویا دونوں حالتیں باہم نقیض ہیں۔

سوال : اگر موقوف علیہ مضموم ماقبل حرف مدہ یا حرف لین ہو جیسے نَسْتَعِيْنُ اور نَوْمٌ تو ان میں کتنی وقفی وجوہ ہیں؟

جواب : چونکہ موقوف علیہ مضموم ہے لہٰذا اسکان اور روم کے ساتھ اشمام بھی صحیح ہے۔

نَسْتَعِيْنُ اور نَوْمٌ میں درج ذیل وقفی وجوہ ہیں:

نمبر شمار	نَسْتَعِيْنُ	نَوْمٌ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۴	طول مع الاشمام	طول مع الاشمام	صحیح
۵	توسط مع الاشمام	توسط مع الاشمام	صحیح
۶	قصر مع الاشمام	قصر مع الاشمام	صحیح
۷	طول مع الروم	طول مع الروم	غیر صحیح
۸	توسط مع الروم	توسط مع الروم	غیر صحیح
۹	قصر مع الروم	قصر مع الروم	صحیح

سوال : وقف بالروم اور وقف بالاشمام کا کیا حکم ہے؟ نیز وقف بالروم میں طول مع الروم اور توسط مع الروم کیوں غیر صحیح ہیں اور صحیح وجہ کو نکالنے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے؟

جواب : وقف بالروم حکم میں وصل کے ہوتا ہے یعنی جس کلمہ پر وقف بالروم کر رہے ہیں اس کلمے پر وصل میں جو احکام لاگو ہوتے ہیں وہی احکام اس کلمے پر وقف بالروم کی صورت میں بھی لاگو ہوں گے مثلاً اَلرَّحِيْمِ۔ نَسْتَعِيْنُ میں حالت وصل میں یائے مدہ میں قصر ہوتا ہے تو ان کلمات پر وقف بالروم کی صورت میں بھی صرف قصر ہی ہوگا۔ اسی طرح مِنَ السَّمَآءِ اور يَشَآءُ وغیرہ میں حالت وصل میں توسط ہوتا ہے تو وقف بالروم کی صورت میں بھی صرف توسط ہوگا۔ اسی طرح وَالدَّوَآبِّ۔ جَآنٌّ میں حالت وصل میں طول ہوتا ہے تو وقف بالروم کی صورت میں بھی صرف طول ہوگا۔

اور وقف بالاشمام حکم میں وقف بالاسکان کے ہے یعنی طول توسط قصر وغیرہ کی جو وجوہ اسکان میں صحیح ہیں بعینہٖ وہی وجوہ وقف بالاشمام میں بھی صحیح ہوں گی۔

وقف بالروم میں طول مع الروم اور توسط مع الروم اس لیے غیر صحیح ہیں کہ وقف بالروم میں سبب مد (سکون عارضی) کے نہ پائے جانے کی وجہ سے مد کی دونوں مقداریں طول اور توسط ممنوع ہوئیں۔ اور حرکت کے پائے جانے سے قصر ہی متعین ہوا۔

مد متصل اور مد عارض وقفی کے اجتماع کی صورت میں بننے والی وقفی وجوہ

سوال : اگر مد متصل اور مد عارض وقفی کا اجتماع ہو اور موقوف علیہ مفتوح ہو جیسے اِذَا جَآءَ تو کل کتنی وقفی وجوہ بنتی ہیں؟ اور کتنی صحیح اور کتنی غیر صحیح ہیں؟

جواب : اِذَا جَآءَ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	اِذَا جَآءَ	صحیح یا غیر صحیح
۱	طول مع الاسکان	صحیح
۲	توسط مع الاسکان	صحیح
۳	قصر مع الاسکان	غیر صحیح

سوال : قصر مع الاسکان کے غیر صحیح ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب : قصر مع الاسکان اس لیے غیر صحیح ہے کہ یہاں پر دو سبب جمع ہو رہے ہیں۔ سکون اور ہمزہ متصلہ۔ گزشتہ اوراق میں مراتب سبب مد کے ذیل میں آپ پڑھ آئے ہیں کہ ہمزہ متصلہ سکون عارضی سے قوی سبب ہے تو قصر کرنے کی صورت میں سبب عارضی کو سبب اصلی پر فوقیت حاصل ہو جاتی ہے اور سبب اصلی کا الغاء ہونا ثابت ہوتا ہے جو کہ صحیح نہیں۔

سوال : اِذَا جَآءَ میں ایک وجہ طول مع الاسکان بیان ہوئی اس کے صحیح ہونے کی کیا وجہ ہے؟ کیونکہ مد متصل کی مقدار تو توسط ہے پھر طول کرنا کیسے صحیح ہوا؟

جواب : طول کرنے کی وجہ اس موقع پر یہ ہے کہ وقف کی وجہ سے مد عارض پیدا ہوا اور مد عارض کی ایک مقدار طول بھی ہے اور توسط پہلے ہی مد متصل میں موجود ہے لہٰذا دو وجہیں طول اور توسط جائز ہوئیں۔

دوسری بات یہ کہ سبب عارضی کا اعتبار اس وقت ناجائز ہے جب اس کے اعتبار کی وجہ سے سبب اصلی کا ترک کرنا لازم آئے اور جب سبب عارضی کے اعتبار کی وجہ سے سبب اصلی کا الغاء لازم نہ آئے تو پھر سبب عارضی کا اعتبار جائز ہے اور طول کی حالت میں سبب اصلی کی وجہ سے مد متصل کی جو مقدار ہے یعنی توسط وہ بھی ادا ہو جاتی ہے اس

لیے طول جائز ہے اور قصر میں توسط کی مقدار ادا نہیں ہوتی اس لیے قصر نا جائز ہوا۔

تیسری وجہ یہ کہ مد عارض وقفی مجرد عن الہمز میں طول توسط اور قصر تین وجوہ ہیں جن میں قصر ضعیف ہے یہاں موقوف علیہ ہمزہ ہے اس لیے اس موقع پر بدرجہ اولیٰ قصر نہ کیا جائے گا۔

سوال : اگر مد متصل اور مد عارض وقفی کا اجتماع ہو اور موقوف علیہ مکسور ہو جیسے اَلسُّوْٓءِ تو کل وقفی وجوہ کتنی بنتی ہیں؟

جواب : اَلسُّوْٓءِ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	اَلسُّوْٓءِ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	صحیح
۲	توسط مع الاسکان	صحیح
۳	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴	طول مع الروم	غیر صحیح
۵	توسط مع الروم	صحیح
۶	قصر مع الروم	غیر صحیح

سوال : اَلسُّوْٓءِ میں طول مع الروم اور قصر مع الروم یہ دو وجوہ صحیح کیوں نہیں ہیں؟

جواب : وقف بالروم حکم میں وصل کے ہے یعنی حالت وصل میں کلمہ کے اوپر جو احکام لاگو ہوتے ہیں وہی احکام وقف بالروم میں بھی سمجھے جائیں۔

چونکہ حالت وصل میں مد متصل میں توسط ہوتا ہے اسی لیے وقف بالروم میں بھی توسط جائز ہوا اور حالت وصل میں مد متصل میں نہ تو قصر ہوتا ہے اور نہ ہی طول ہوتا ہے اس لیے یہ دونوں حالتیں غیر صحیح قرار پائیں اور قصر مع الاسکان کے غیر صحیح ہونے کی

توجیہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔

سوال : اگر مد متصل اور مد عارض وقفی کا اجتماع ہو اور موقوف علیہ مضموم ہو جیسے یَشَآءُ تو کتنی وقفی وجوہ بنتی ہیں؟

جواب : یَشَآءُ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	یَشَآءُ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	صحیح
۲	توسط مع الاسکان	صحیح
۳	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴	طول مع الاشمام	صحیح
۵	توسط مع الاشمام	صحیح
۶	قصر مع الاشمام	غیر صحیح
۷	طول مع الروم	غیر صحیح
۸	توسط مع الروم	صحیح
۹	قصر مع الروم	غیر صحیح

سوال : قصر مع الاسکان والاشمام اور طول وقصر مع الروم کیوں غیر صحیح ہیں؟

جواب : جیسا کہ اس سے قبل ہم یہ ضابطہ بیان کر آئے ہیں کہ وقف بالاشمام حکم میں اسکان کے ہے پس جو توجیہ قصر مع الاسکان کے غیر صحیح ہونے کی ہم اس سے قبل، (اِذَا جَـآءَ کی وقفی وجوہ میں) بیان کر آئے ہیں وہی توجیہ قصر مع الاشمام میں سمجھی جائے۔

اسی طرح طول مع الروم اور قصر مع الروم کے غیر صحیح ہونے کی توجیہ اَلسُّوْٓءِ کی وقفی وجوہ میں بیان کر آئے ہیں۔

مد لازم کلمی مثقل اور مد عارض وقفی کے اجتماع کی صورت میں بننے والی وقفی وجوہ:

سوال : اگر مد عارض وقفی اور مد لازم کلمی مثقل (یعنی تشدید اور سکون عارض) دونوں جمع ہو جائیں تو اس صورت میں کتنی صحیح وقفی وجوہ بنیں گی؟

جواب : اگر موقوف علیہ مفتوح مشدد ہو جیسے عَلَيْهَا صَوَآفَّ تو اس میں صرف ایک وجہ طول مع الاسکان صحیح ہے۔

عَلَيْهَا صَوَآفَّ کی وقفی وجوہ:

حکم وجوہ	عَلَيْهَا صَوَآفَّ	نمبر شمار
صحیح	طول مع الاسکان	۱
غیر صحیح	توسط مع الاسکان	۲
غیر صحیح	قصر مع الاسکان	۳

سوال : توسط اور قصر مع الاسکان کیوں غیر صحیح ہیں؟

جواب : اسباب مد میں سب سے قوی سبب سکون اصلی ہے اور سکون عارضی ضعیف سبب ہے جیسا کہ اس کے متعلق ہم گزشتہ اوراق میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں چونکہ سکون اصلی قوی سبب ہے تو یہ مد، مد لازم میں سے ہوا اور مد لازم میں جمیع قراء کے نزدیک صرف طول ہی ہوتا ہے مد عارض وقفی کو دیکھتے ہوئے یہاں پر قصر یا توسط

کیا جائے تو سبب اصلی (سکون اصلی) کا الغاء ثابت ہوتا ہے جو کہ غیر صحیح ہے۔

سوال : اگر موقوف علیہ مکسور ہو جیسے وَالدَّوَآبِّ تو پھر کتنی وقفی وجوہ بنتی ہیں؟

جواب : طول مع الاسکان اور طول مع الروم یہ دونوں وجوہ صحیح ہیں۔

وَالدَّوَآبِّ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	وَالدَّوَآبِّ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	صحیح
۲	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴	طول مع الروم	صحیح
۵	توسط مع الروم	غیر صحیح
۶	قصر مع الروم	غیر صحیح

سوال : توسط و قصر مع الروم یہ وجوہ کیوں غیر صحیح ہیں؟

جواب : اسکان کے غیر صحیح ہونے کی وجہ تو ابھی ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں اور توسط و قصر مع الروم کے ناجائز ہونے کی وجہ وہی ضابطہ ہے جو کہ اوپر مذکور ہوا یعنی وقف بالروم حکم میں وصل کے ہوتا ہے تو چونکہ مد لازم کلمی مثقل میں حالت وصل میں طول ہی پایا جاتا ہے اس لیے توسط و قصر مع الروم غیر صحیح قرار پائے۔

سوال : اگر موقوف علیہ مضموم ہو جیسے وَلَا جَآنٌّ تو پھر کتنی وقفی وجوہ بنتی ہیں؟

جواب : وَلَا جَآنٌّ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	وَلَا جَآنٌّ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	صحیح
۲	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴	طول مع الاشمام	صحیح
۵	توسط مع الاشمام	غیر صحیح
۶	قصر مع الاشمام	غیر صحیح
۷	طول مع الروم	صحیح
۸	توسط مع الروم	غیر صحیح
۹	قصر مع الروم	غیر صحیح

سوال : توسط وقصر مع الاشمام کیوں ناجائز ہیں؟

جواب : جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ اشمام حکم میں اسکان کی مانند ہے پس جو توجیہات اسکان میں غیر صحیح ہونے کی بیان کی جاچکی ہیں وہی یہاں بھی سمجھی جائیں۔

مد منفصل اگر متصل پر مقدم ہوتو ان کی اوجہ مد کی ضربی وجوہ:

سوال : مد منفصل اگر مد متصل پر مقدم ہوتو ان کی اوجہ مد کی ضربی وجوہ بیان کریں؟

جواب : مد منفصل اگر مد متصل پر مقدم ہوتو بارہ ضربی وجوہ بنتی ہیں:

جیسے هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ

هٰٓؤُلَآءِ کی اوجہ مد

نمبر شمار	مد منفصل	مد متصل
	آهؤُ	لَآءِ
۱	قصر	---
۲	دوالف	دوالف
۳	ڈھائی الف	ڈھائی الف
۴	چارالف	چارالف

آهؤُ لَآءِ کی اوجہ مد کی ضربی وجوہ

نمبر شمار	آهؤُ	لَآءِ	حکم وجوہ
۱	قصر	دوالف	صحیح
۲	قصر	ڈھائی الف	صحیح
۳	قصر	چارالف	صحیح
۴	دوالف	دوالف	صحیح
۵	دوالف	ڈھائی الف	صحیح
۶	دوالف	چارالف	صحیح
۷	ڈھائی الف	دوالف	غیر صحیح
۸	ڈھائی الف	ڈھائی الف	صحیح
۹	ڈھائی الف	چارالف	صحیح
۱۰	چارالف	دوالف	غیر صحیح
۱۱	چارالف	ڈھائی الف	غیر صحیح
	چارالف	چارالف	صحیح

ان بارہ وجوہ میں سے نو وجوہ جائز ہیں اور تین وجوہ ناجائز ہیں۔ اس بات کا خیال رہے کہ یا تو متصل اور منفصل کی مقداریں مساوی رہیں جبکہ منفصل میں قصر نہ کیا گیا ہو یا منفصل کی مقدار کم اور متصل کی زیادہ رہے اس کے برعکس صحیح نہیں مثلاً منفصل میں قصر کرتے ہوئے متصل میں دو الف، ڈھائی الف یا چار الف مد کرنا صحیح ہے یا دونوں میں دو الف۔ ڈھائی الف یا چار الف مد کر لیا جائے تو بھی مساوات ہوگی اور صحیح ہوگا وجہ یہ ہے کہ منفصل ضعیف اور متصل قوی مد ہے لہٰذا ضعیف کو یا تو قوی کے برابر ہونا چاہیے یا کم ہونا چاہیے زیادہ ہونا ہرگز صحیح نہیں خواہ مد منفصل مقدم ہو اور مد متصل موخر ہو یا اس کے برعکس ہو۔

مد متصل اگر منفصل پر مقدم ہو تو ان کی ادجہ مد کی ضربی وجوہ:

سوال : مد متصل اگر مد منفصل پر مقدم ہو تو ان کی ادجہ مد کی ضربی وجوہ بیان کریں؟

جواب : مد متصل اگر منفصل پر مقدم ہو تو بارہ ضربی وجوہ بنتی ہیں جیسے بَرِیٓءٌ مِّنۡكُمۡ اِنِّیٓ اَرٰی

بَرِیٓءٌ مِّنۡكُمۡ اِنِّیٓ اَرٰی کی ادجہ مد

نمبر شمار	مد منفصل	مد متصل
	بَرِیٓءٌ	اِنِّیٓ اَرٰی
۱	دو الف	قصر
۲	ڈھائی الف	دو الف

۳	چار الف	ڈھائی الف
۴	---	چار الف

بَرِیٓءٌ مِّنکُمْ اِنِّیٓ اَرٰی کی اوجہ مد کی ضربی وجوہ

نمبر شمار	بَرِیٓءٌ	اِنِّیٓ اَرٰی	حکم وجوہ
۱	دو الف	قصر	صحیح
۲	دو الف	دو الف	صحیح
۳	دو الف	ڈھائی الف	غیر صحیح
۴	دو الف	چار الف	غیر صحیح
۵	ڈھائی الف	قصر	صحیح
۶	ڈھائی الف	دو الف	صحیح
۷	ڈھائی الف	ڈھائی الف	صحیح
۸	ڈھائی الف	چار الف	غیر صحیح
۹	چار الف	قصر	صحیح
۱۰	چار الف	دو الف	صحیح
۱۱	چار الف	ڈھائی الف	صحیح
۱۲	چار الف	چار الف	صحیح

اَلرَّجِیْمِ — اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعٰلَمِیْنَ کے فصل کل کی ضربی وجوہ:

سوال : مد عارض وقفی میں باعتبار خلاف جائز کے کتنی وقفی ضربی وجوہ بنتی ہیں؟

جواب : اَلرَّجِیْمِ۔ اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعٰلَمِیْنَ کی ضربی وقفی وجوہ اس طرح بنتی ہیں۔

اَلرَّجِیْمِ۔ اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعٰلَمِیْنَ کی وقفی وجوہ:

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ	اَلْعٰلَمِیْنَ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	قصر مع الروم	قصر مع الروم	---

اب ہم پہلے اَلرَّجِیْمِ۔ اَلرَّحِیْمِ کی ضربی وقفی وجوہ بتائیں گے اور بعد ازاں اَلرَّجِیْمِ۔ اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعٰلَمِیْنَ کی اکٹھی اڑتالیس وجوہ کا نقشہ بنائیں گے یاد رہے کہ یہ اڑتالیس وجوہ فصل کل کی حالت میں بنتی ہیں۔

فصل کل میں اَلرَّجِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ کی سولہ وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان

٦	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
٧	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان
٨	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم
٩	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان
١٠	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان
١١	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
١٢	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم
١٣	قصر مع الروم	طول مع الاسکان
١٤	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان
١٥	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان
١٦	قصر مع الروم	قصر مع الروم

ان سولہ وجوہ کو جب اَلْعٰلَمِیْنَ کی تین وقفی وجوہ سے ضرب دیں تو اڑتالیس وجوہ بنتی ہیں۔

فصل کل میں اَلرَّجِیْمِ۔ اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعٰلَمِیْنَ کی ضربی عقلی اڑتالیس وجوہ:

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ	اَلْعٰلَمِیْنَ	حکم وجوہ
١	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
٢.	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح

۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۷	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۱۸	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۱۹	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۰	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح

۲۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۲۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۵	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۶	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۷	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۸	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۹	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳۰	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳۱	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳۲	قصر مع الروم	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۳۳	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۳۴	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۳۵	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۳۶	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۳۷	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۳۸	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۳۹	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴۰	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	غیر صحیح

۴۱	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴۲	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۴۴	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	صحیح
۴۵	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴۶	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴۷	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۴۸	قصر مع الروم	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	صحیح

ان اڑتالیس وجوہ میں سے چھ وجوہ صحیح ہیں اور دو وجوہ مختلف فیہ ہیں اور بقایا چالیس وجوہ غیر صحیح ہیں۔

فصل اول وصل ثانی کی صورت میں بننے والی ضربی وقفی وجوہ:

سوال: فصل اول وصل ثانی کی صورت میں کتنی وجوہ بنتی ہیں؟

جواب: فصل اول وصل ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں:

نمبر شمار	الرَّجِیْمِ	الْعٰلَمِیْنَ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	قصر مع الروم	---

فصل اول وصل ثانی کی بارہ وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّجِیْمِ	اَلْعٰلَمِیْنَ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۵	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۶	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۸	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۹	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۱۰	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۱	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	مختلف فیہ
۱۲	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	صحیح

ان بارہ وجوہ میں سے چار صحیح اور دو مختلف فیہ ہیں بقایا چھ وجوہ غیر صحیح ہیں۔

وصل اول فصل ثانی میں بھی بعینہٖ یہی بارہ وجوہ بن رہی ہیں۔ اور ان میں بھی صحیح اور غیر صحیح کی ترتیب ایسے ہی ہے کہ چار صحیح اور دو مختلف فیہ ہوں گی اور بقایا چھ وجوہ غیر صحیح ہوں گی۔

مدعارض وقفی اگر مدلین عارض پر مقدم ہو تو انکی اوجہ مد کی وقفی ضربی وجوہ

سوال : مدعارض وقفی، مدلین عارض پر مقدم ہو تو اس کی وقفی ضربی وجوہ بیان کریں؟

جواب : مدعارض وقفی اور مدلین عارض جمع ہوں اور مدعارض وقفی مقدم ہو جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ لِاِ يْلٰفِ قُرَيْشٍ ٥ تو اس موقع پر عقلی وجہیں سولہ نکلتی ہیں:

نمبر شمار	اَلرَّحِيْمِ	قُرَيْشٍ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الاسکان	قصرِ مع الاسکان
۴	قصر مع الروم	قصر مع الروم

اَلرَّحِيْمِ اور قُرَيْشٍ کی ضربی وقفی وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّحِيْمِ	قُرَيْشٍ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	صحیح
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح

۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	صحیح
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	صحیح
۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	صحیح
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	صحیح

درج بالا سولہ وجوہ میں سے گیارہ وجوہ صحیح اور پانچ غیر صحیح ہیں۔

مدعارض لین اگر مدعارض وقفی پر مقدم ہو تو انکی اوجہ مد کی وقفی ضربی وجوہ

سوال : مدعارض لین مدعارض وقفی پر مقدم ہو تو اس کی وقفی ضربی وجوہ بیان کریں؟

جواب : اگر مدعارض لین مدعارض وقفی پر مقدم ہو جیسے فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ○ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ○ تو اس حالت میں ضرب دینے سے عقلی طور پر سولہ وجوہ نکلتی ہیں۔

نمبر شمار	اَلْبَيْتِ	جُوْعٍ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان

۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	قصر مع الروم	قصر مع الروم

اَلْبَیْتِ اور رُجُوْعِ کی ضربی وقفی وجوہ

نمبر شمار	اَلْبَیْتِ	مِنْ جُوْعٍ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر صحیح
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۶	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۷	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۸	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر صحیح
۹	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۱۰	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۱۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۱۲	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	صحیح
۱۳	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	صحیح
۱۴	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	صحیح
۱۵	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	صحیح
۱۶	قصر مع الروم	قصر مع الروم	صحیح

درج بالا سولہ وجوہ میں سے گیارہ وجوہ صحیح اور پانچ غیر صحیح ہیں۔

ضربی وجوہ نکالنے کا طریقہ

سوال : ان ضربی وجوہ کو نکالنے کا طریقہ تفصیلاً بتائیں؟

جواب : ان ضربی وجوہ کو نکالنے کا طریقہ بہت آسان ہے۔ دراصل ان وجوہ کو آپس میں ضرب دینا ہوتی ہے مگر طلباء ان وجوہ کو جمع کرتے ہیں جو کہ صحیح نہیں اب اس بات کو ایسے سمجھو کہ اَلرَّجِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ میں چار چار وجوہ ہیں۔

اَلرَّجِیْمِ	اَلرَّحِیْمِ
طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
قصر مع الروم	قصر مع الروم

اب اَلرَّجِیْمِ کی پہلی وجہ طول مع الاسکان اَلرَّحِیْمِ کی چاروں وجوہ سے ضرب کھائے گی یعنی:

اَلرَّجِیْمِ کی وجہ		اَلرَّحِیْمِ کی چاروں وجوہ		نتیجہ
طول مع الاسکان	x	طول مع الاسکان	=	طول مع الطول مع الاسکان
طول مع الاسکان	x	توسط مع الاسکان	=	طول مع التوسط مع الاسکان
طول مع الاسکان	x	قصر مع الاسکان	=	طول مع القصر مع الاسکان
طول مع الاسکان	x	قصر مع الروم	=	طول مع الاسکان قصر مع الروم

ایسے ہی پھر اَلرَّجِیْمِ کی دوسری وجہ توسط مع الاسکان کو اَلرَّحِیْمِ کی چاروں

وجوہ سے ضرب دی جائے گی۔ علی ہذہ القیاس پھر اَلرَّجِیْمِ کے قصر مع الاسکان کو اَلرَّجِیْمِ کی چاروں وجوہ سے ضرب دیں گے اور پھر اَلرَّجِیْمِ کے قصر مع الروم کو اَلرَّجِیْمِ کی چاروں وجوہ سے ضرب دیں گے اس طرح اَلرَّجِیْمِ کی چار وجوہ اَلرَّجِیْمِ کی چار وجوہ سے ضرب دینے سے سولہ بن جائیں گی۔ اور ضرب دینے کا طریقہ وہی ہوگا جو طول مع الاسکان میں بیان ہوا۔ یہی اصول تمام ضربی وجوہ نکالنے میں استعمال ہوگا۔

صحیح۔ غیر صحیح وجوہ نکالنے کا قاعدہ

سوال : ادجہ مد میں صحیح اور غیر صحیح وجوہ نکالنے کا کیا قاعدہ ہے؟

جواب : جیسا کہ آپ اس سے قبل پڑھ آئے ہیں کہ مد عارض وقفی اور مد لین عارض دونوں میں طول۔ توسط۔ قصر مع الاسکان تینوں وجوہ جائز ہیں اور مد عارض وقفی میں طول بہتر ہے پھر توسط، پھر قصر۔ جبکہ مد عارض لین میں اس کا عکس ہے یعنی قصر بہتر ہے پھر توسط اور پھر طول۔

اس سے معلوم ہوا کہ حروف مدہ میں مد اصل اور قوی ہے اور حروف لین میں جو مد ہوتا ہے وہ تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے۔ قاعدہ کلیہ یہ نکلا کہ ضعیف کو قوی پر ترجیح نہ ہو، ضعیف قوی کے برابر ہو یا قوی سے کم تر ہو تو یہ دونوں حالتیں صحیح ہیں اور جس موقع پر ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے گی وہ وجہ غیر صحیح میں شمار ہوگی اور موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات کے روم۔ اشمام بھی جائز ہوں تو اس میں بہت سی وجوہ پیدا ہوں گی لیکن قاعدہ کلیہ یہی ہے جو کہ اوپر مذکور ہوا کہ مساوات اور ترجیح کا خیال رکھا جائے۔ خلاصہ کلام یہ ہوا کہ درج ذیل امور کا خیال رکھا جائے۔

(۱) ضعیف کو قوی پر ترجیح نہ ہو۔

(۲) مساوات کو قائم رکھا جائے۔

(۳) اقوال مختلفہ میں خلط نہ ہونے پائے۔

تب وہ وجہ صحیح ہوگی۔

سوال : اوپر لائی گئی جداول میں صحیح اور غیر صحیح سے کیا مراد ہے؟

جواب : غیر صحیح سے مراد غیر اولیٰ ہے ماہر قاری کے لیے یہ معیوب ہے یعنی بہتر نہیں ہے ان غیر صحیح وجوہ کو اختیار کرنے پر شرعا کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ بہر حال قاری مقری کے واسطے ضروری ہے کہ غیر صحیح وجوہ کو پڑھنے سے احتراز کرے کیونکہ اس سے تلاوت کا حسن متاثر ہوتا ہے۔

سوال : کیا جداول میں بیان کی گئی تمام وجوہ صحیحہ کا پڑھنا ضروری ہے؟

جواب : خلاف جائز سے جو وجوہ پیدا ہوتی ہیں ان سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے اس قسم کی وجوہ میں سے ایک وجہ کا پڑھ لینا کافی ہے البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجوہ کا ایک جگہ جمع کر لینا معیوب نہیں جیسے استاد نے شاگردوں کو سمجھانا ہو تو اس صورت میں استاد یا شاگرد کے لیے تمام وجوہ کو جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

موقوف علیہ مکسور و مضموم کی فصل کل کی حالت میں بننے والی وقفی

ضربی وجوہ:

سوال : سابقہ مثالوں میں اوجہ مد کے ذیل میں اشمام والی وجوہ بیان نہیں ہوئی ہیں لہٰذا کوئی ایسی وقفی ضربی وجوہ بھی بیان کریں جن میں موقوف علیہ مضموم ہو؟

جواب : یہ بات یاد رہے کہ وقف بالاشمام حکم میں وقف بالاسکان کے ہے لہٰذا جو قواعد وکلیہ اوجہ مد کے ذیل میں تساوی اور ترجیح کے بیان کئے گئے ہیں وہی یہاں بھی

پیش نظر رکھے جائیں۔ موقوف علیہ مکسور و مضموم ہوں جیسے سورۃ الرحمٰن کے اوائل میں اَلرَّحْمٰنُ پر فصل کل کی حالت میں وقف کرنے کی صورت میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ اَلرَّحْمٰنُ تو ضربی وقفی وجوہ اس طرح بنیں گی:

نمبر شمار	اَلرَّحِیْمِ	اَلرَّحْمٰنُ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان
۴	قصر مع الروم	طول مع الاشمام
۵	---	توسط مع الاشمام
۶	---	قصر مع الاشمام
۷	---	قصر مع الروم

ان کی عقلی ضربی وجوہ چار ضرب سات = اٹھائیس (۲۸ = ۷×۴) بنتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

اَلرَّحِیْمِ اور اَلرَّحْمٰنُ کی ضربی وقفی وجوہ

نمبر شمار	اَلرَّحِیْمِ	اَلرَّحْمٰنُ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۲	طول مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۳	طول مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۴	طول مع الاسکان	طول مع الاشمام	صحیح

۵	طول مع الاسکان	توسط مع الاشمام	غیر صحیح
۶	طول مع الاسکان	قصر مع الاشمام	غیر صحیح
۷	طول مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر صحیح
۸	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۹	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۱۰	توسط مع الاسکان	قصر مع الاسکان	غیر صحیح
۱۱	توسط مع الاسکان	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۱۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاشمام	صحیح
۱۳	توسط مع الاسکان	قصر مع الاشمام	غیر صحیح
۱۴	توسط مع الاسکان	قصر مع الروم	غیر صحیح
۱۵	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۶	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۱۷	قصر مع الاسکان	قصر مع الاسکان	صحیح
۱۸	قصر مع الاسکان	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۱۹	قصر مع الاسکان	توسط مع الاشمام	غیر صحیح
۲۰	قصر مع الاسکان	قصر مع الاشمام	صحیح
۲۱	قصر مع الاسکان	قصر مع الروم	صحیح
۲۲	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۲۳	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۲۴	قصر مع الروم	قصر مع الاسکان	صحیح

۲۵	قصر مع الروم	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۲۶	قصر مع الروم	توسط مع الاشمام	غیر صحیح
۲۷	قصر مع الروم	قصر مع الاشمام	صحیح
۲۸	قصر مع الروم	قصر مع الروم	صحیح

درج بالا اٹھائیس وجوہ میں سے دس وجوہ صحیح، اور بقایا اٹھارہ غیر صحیح ہیں۔

سوال: اَلرَّحِیْمِ- اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعٰلَمِیْنَ کی ضربی وقفی وجوہ میں قصر مع الروم کے ساتھ اَلْعٰلَمِیْنَ میں طول توسط مع الاسکان مختلف فیہ ہے مگر کیا وجہ ہے کہ اَلرَّحِیْمِ میں قصر مع الروم کے ساتھ اَلرَّحْمٰنُ کی طول وتوسط مع الاسکان یا مع الاشمام والی وجوہ غیر صحیح ہیں؟

جواب: اَلرَّحِیْمِ- اَلرَّحِیْمِ اور اَلْعٰلَمِیْنَ کی ضربی وقفی وجوہ میں اَلرَّحِیْمِ اور اَلرَّحِیْمِ میں قصر مع الروم کے ساتھ اَلْعٰلَمِیْنَ میں طول وتوسط مع الاسکان اس لیے مختلف فیہ ہیں کہ فتحہ میں صرف بالاسکان ہی وقف ہوتا ہے۔ وقف بالروم اور وقف بالاشمام فتحہ میں ممکن نہیں لہٰذا موقوف علیہ مفتوح روم واشمام کے لیے متعذر ہے اس لیے ان وجوہ کو یہاں مختلف فیہ قرار دیا گیا۔

جبکہ اَلرَّحِیْمِ کے قصر مع الروم کے ساتھ اَلرَّحْمٰنُ کی طول وتوسط مع الاسکان یا مع الاشمام کی وجوہ اس لیے غیر صحیح قرار دی گئیں کہ اَلرَّحْمٰنُ میں چونکہ موقوف علیہ مضموم ہے اور یہاں وقف بالاسکان کے ساتھ ساتھ وقف بالروم اور وقف بالاشمام بھی ممکن ہیں اس لیے اَلرَّحْمٰنُ والے موقع میں اَلْعٰلَمِیْنَ کی مانند یہ تعذر والی کیفیت نہیں پائی جارہی ہے لہٰذا ان وجوہ کو یہاں غیر صحیح قرار دیا گیا۔

مد عارض وقفی اور مد واجب پر وقوف کی صورت میں بننے والی ضربی

وقفی وجوہ:

سوال : مد عارض وقفی اور مد واجب پر وقف کی صورت میں بننے والی ضربی وقفی وجوہ کو بیان کریں؟

جواب : جیسے وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ○ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ

خَبِيْرٌ اور اَغْنِيَآءُ کی وقفی وجوہ

نمبر شمار	خَبِيْرٌ	اَغْنِيَآءُ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان
۳	قصر مع الاسکان	---
۴	طول مع الاشمام	طول مع الاشمام
۵	توسط مع الاشمام	توسط مع الاشمام
۶	قصر مع الاشمام	----
۷	قصر مع الروم	توسط مع الروم

ان کی عقلی ضربی وقفی وجوہ سات ضرب پانچ = پینتیس (۳۵ = ۵×۷) بنتی ہیں۔

خَبِيْرٌ اور اَغْنِيَآءُ کی ضربی وقفی وجوہ

نمبر شمار	خَبِيْرٌ	اَغْنِيَآءُ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح

۲	طول مع الاسكان	توسط مع الاسكان	غیر صحیح
۳	طول مع الاسکان	طول مع الاشمام	صحیح
۴	طول مع الاسکان	توسط مع الاشمام	غیر صحیح
۵	طول مع الاسکان	توسط مع الروم	غیر صحیح
۶	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۷	توسط مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۸	توسط مع الاسکان	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۹	توسط مع الاسکان	توسط مع الاشمام	صحیح
۱۰	توسط مع الاسکان	توسط مع الروم	صحیح
۱۱	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۱۲	قصر مع الاسکان	توسط مع الاسکان	صحیح
۱۳	قصر مع الاسکان	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۱۴	قصر مع الاسکان	توسط مع الاشمام	صحیح
۱۵	قصر مع الاسکان	توسط مع الروم	صحیح
۱۶	طول مع الاشمام	طول مع الاسکان	صحیح
۱۷	طول مع الاشمام	توسط مع الاسکان	غیر صحیح
۱۸	طول مع الاشمام	طول مع الاشمام	صحیح
۱۹	طول مع الاشمام	توسط مع الاشمام	غیر صحیح
۲۰	طول مع الاشمام	توسط مع الروم	غیر صحیح

۲۱	توسط مع الاشمام	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۲۲	توسط مع الاشمام	توسط مع الاسکان	صحیح
۲۳	توسط مع الاشمام	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۲۴	توسط مع الاشمام	توسط مع الاشمام	صحیح
۲۵	توسط مع الاشمام	توسط مع الروم	صحیح
۲۶	قصر مع الاشمام	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۲۷	قصر مع الاشمام	توسط مع الاسکان	صحیح
۲۸	قصر مع الاشمام	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۲۹	قصر مع الاشمام	توسط مع الاشمام	صحیح
۳۰	قصر مع الاشمام	توسط مع الروم	صحیح
۳۱	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	غیر صحیح
۳۲	قصر مع الروم	توسط مع الاسکان	صحیح
۳۳	قصر مع الروم	طول مع الاشمام	غیر صحیح
۳۴	قصر مع الروم	توسط مع الاشمام	صحیح
۳۵	قصر مع الروم	توسط مع الروم	صحیح

ان پینتیس وجوہ میں سے انیس صحیح اور سولہ غیر صحیح ہیں۔

مد عارض وقفی اور مد لازم کلمی مثقل پر وقف کی صورت میں بننے والی ضربی وقفی وجوہ:

سوال : مد عارض وقفی اور مد لازم کلمی مثقل پر وقف کی صورت میں بننے والی

ضربی وقفی وجوہ بیان کریں؟

جواب : جیسے فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ٥ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْۢبِہٖٓ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ٥

تُکَذِّبٰنِ اور جَآنٌّ کی وقفی وجوہ:

نمبر شمار	تُکَذِّبٰنِ	جَآنٌّ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان
۲	توسط مع الاسکان	طول مع الاشمام
۳	قصر مع الاسکان	طول مع الروم
۴	قصر مع الروم	-----

تُکَذِّبٰنِ اور جَآنٌّ کی ضربی وقفی وجوہ

نمبر شمار	تُکَذِّبٰنِ	جَآنٌّ	حکم وجوہ
۱	طول مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۲	طول مع الاسکان	طول مع الاشمام	صحیح
۳	طول مع الاسکان	طول مع الروم	صحیح
۴	توسط مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۵	توسط مع الاسکان	طول مع الاشمام	صحیح
۶	توسط مع الاسکان	طول مع الروم	صحیح
۷	قصر مع الاسکان	طول مع الاسکان	صحیح
۸	قصر مع الاسکان	طول مع الاشمام	صحیح

۹	قصر مع الاسکان	طول مع الروم	صحیح
۱۰	قصر مع الروم	طول مع الاسکان	صحیح
۱۱	قصر مع الروم	طول مع الاشمام	صحیح
۱۲	قصر مع الروم	طول مع الروم	صحیح

سوال : تُكَذِّبٰنِ اور جَآنٌّ میں تمام وجوہ کے صحیح ہونے کی کیا وجہ ہے؟

جواب : تُكَذِّبٰنِ اور جَآنٌّ میں تمام وجوہ کے صحیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جَآنٌّ میں دو سبب جمع ہو رہے ہیں ایک تشدید دوسرا سکون عارضی جبکہ سبب اصلی تشدید ہے اور مد لازم کلمی مثقل میں صرف طول ہی طول ہوتا ہے۔ اس لیے تُكَذِّبٰنِ کے طول توسط قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم کے ساتھ ضرب دینے پر بننے والی تمام وجوہ صحیح ہوں گی۔

سوال : جَآنٌّ میں تشدید لازمی (اصلی) ہے جو وصلاً وقفاً پڑھی جاتی ہے۔ کیا وقف بالاسکان یا وقف بالاشمام کرنے کی صورت میں تشدید زائل ہو جاتی ہے؟

جواب : جَآنٌّ میں نون پر تشدید بے شک لازمی ہے اور یہ وقفاً وصلاً برقرار رہتی ہے جبکہ سکون عارضی موقوف علیہ کو ساکن کرنے کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے یعنی دو پیش والی تنوین کو ساکن کیا جا رہا ہے نا کہ تشدید کو سکون سے بدلا جا رہا ہے کسی بھی مشدد موقوف حرف کی تشدید تو وقف بالاسکان یا وقف بالاشمام کی صورت میں باقی رہتی ہے مگر حرکت زائل ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اسکان کا تعلق موقوف علیہ کی حرکت کے ساتھ ہے تشدید کے ساتھ نہیں۔ جیسے جَآنٌّ سے جَآنّْ۔

☆☆☆

باب دہم:

معرفۃ الوقوف

فصل اول: اہمیت وقف

سوال: علم تجوید میں ماہر ہونے کے لیے کن علوم سے باخبر ہونا ضروری ہے؟

جواب: علم تجوید میں ماہر ہونے کے لیے چار علوم کا جاننا ضروری ہے۔

(۱) علم تجوید (۲) علم معرفۃ الوقوف (۳) علم رسم مصاحف عثمانیہ (۴) علم قرآءت۔

اس سے قبل ہم علم تجوید پر سیر حاصل گفتگو کر چکے ہیں اب ہم علم تجوید کے دوسرے اہم رکن معرفۃ الوقوف کا بیان شروع کرتے ہیں۔

سوال: باب معرفۃ الوقوف میں کن مسائل پر بحث ہوگی؟

جواب: باب معرفۃ الوقوف میں یہ مسائل زیر بحث آئیں گے کہ وقف کہاں کرنا چاہیے، کہاں وقف نہیں کرنا چاہیے بلا رادہ وقف کہاں ہوں گا، بلا ارادہ وقف ہو جائے تو کیا کرنا ہوگا؟ کلمات موصول وکلمات مقطوع کی رسم سے واقفیت۔ تاء تانیث پر وقف کے احکامات۔ تاء مطولہ والے کلمات کے احکام۔ روم واشمام میں کیفیت

وقف، نیز ابتداء کی اقسام واحکام۔ وقف۔ سکتہ۔ قطع وغیرہ کے احکامات وغیرہ۔

اہمیت وقف قرآن کی روشنی میں

سوال : اہمیت وقف کو قرآن سے ثابت کریں؟

جواب : حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلًا کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: "اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ" یعنی ترتیل کا مطلب ہے حروف کی عمدہ ادائیگی اور وقف وابتداء کی صحیح پہچان۔

جیسے ایک قاری کو تلاوت کرتے ہوئے حروف کے مخارج اور صفات کا خیال رکھنا چاہیے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ اس کو اس بات کا بھی علم ہو کہ وقف کہاں کرنا چاہیے اور ابتداء یا اعادہ کیسے کرنا چاہیے؟ کیونکہ جیسے حروف کو مخارج سے صحیح ادا نہ کیا جائے یا ان کی صفات کو کما حقہ ادا نہ کیا جائے تو تلاوت کا حسن مجروح ہوگا ایسے ہی اگر قاری اس بات سے آگاہ نہ ہو کہ وقف کہاں کرنا ہے کہاں نہیں اور غلط وقف کرے گا تو یہ بات بھی تلاوت میں خامی متصور ہوگی۔

اہمیت وقف حدیث کی روشنی میں:

سوال : اہمیت وقف کو حدیث سے ثابت کریں؟

جواب : جس طرح آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو قرآن کی صحیح ادا کے متعلق بتایا اسی طرح وقف کے احکامات کی بھی تعلیم فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک طویل حدیث بیہقی میں وارد ہے جسے علامہ سیوطیؒ نے الاتقان میں بھی بیان فرمایا ہے کہ "ہم آنحضرت ﷺ سے قرآن سیکھتے، اس کے حلال وحرام سیکھتے نیز ان مقامات کو بھی معلوم کرتے جہاں پر تلاوت کے دوران ٹھہرنا چاہیے۔"

امام ابوجعفر النحاس ؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جس طرح قرآن سیکھتے تھے اسی طرح وقوف قرآن کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور اس حدیث سے اجماع صحابہ ثابت ہوتا ہے۔اس کے علاوہ ایک صحیح روایت وارد ہے:

''آنحضرت ﷺ نے ایک خطیب کو سنا وہ کہتا ہے: مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا۔ یہاں پہنچ کر خطیب ٹھہر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بِئْسَ خَطِيْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ یہ کیوں نہیں کہتے ہو وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى۔ (مسلم۔ابوداؤد۔نسائی)

اس روایت میں واضح دلیل ہے کہ خطیب کے غلط جگہ وقف کرنے پر آپؐ نے اس کو تنبیہ فرمائی۔خطیب کے لیے مناسب یہ تھا کہ اگر وہ دونوں فقرے ایک سانس میں نہیں بول سکتا تھا تو فَقَدْ رَشَدْ پر ٹھہر جاتا اور پھر نئے سانس میں اگلا جملہ کہتا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب عام بول چال میں وقف کی بے اعتدالی نہایت ناگوار اور غلط ہے تو کلام اللہ میں غلط وقف کرنا کس درجہ غلط اور مکروہ و قبیح ہوگا اور ان سے بچنا کس قدر ضروری ہوا۔

ہر ایک زبان کے اہل زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے ہیں، کہیں نہیں ٹھہرتے۔کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ اور اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے اس کی مثال اردو میں اس طرح سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ ''اٹھو۔مت بیٹھو'' اس جملہ میں اٹھنے کا حکم اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے اگر ٹھہرا نہ جائے تو ''اٹھومت بیٹھو'' ہو جائے گا جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے حکم کا احتمال ہے۔

بعد میں صحابہ کرامؓ سے حضرات تابعینؒ نے علم تجوید وقراءات کی طرح علم وقف کو

بھی سیکھا، بعد میں آنے والے علماء نے جہاں علم تجوید اور علم قرآءات پر کتب تحریر کیں اسی طرح علم وقف کے احکامات بھی وضع کئے اور اسے ایک مستقل فن کی شکل دے دی۔

مندرجہ بالا احادیث اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تفسیری فرمان سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ وقف کے احکام ومسائل کا ادراک نہایت ضروری ہے۔

وقف میں آئمہ قراءات کے مذاہب:

سوال : وقف میں آئمہ قرآءات کا معمول وطریقہ کیا تھا؟

جواب : وقف کے باب میں آئمہ قرآءات کے مذاہب سمجھ لینا ضروری ہے تا کہ ہر امام کی قرآءت میں اس کے مذہب کا خیال رکھا جائے۔

(۱) امام نافع مدنیؒ

وقف وابتداء کے محاسن کی معانی کے مطابق رعایت کو بہتر قرار دیتے تھے اور یہ بات امام نافع مدنیؒ سے نص کے ساتھ وارد ہے۔

(۲) امام ابن کثیر مکیؒ

آپ فرماتے ہیں:

''میں قرآن میں تین جگہ وقف کا اہتمام کرتا ہوں: (۱) وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُۥٓ إِلَّا اللَّهُ پر۔

(۲) وَمَا يُشْعِرُكُمْ پر۔

(۳) اور إِنَّمَا يُعَلِّمُهُۥ بَشَرٌ پر۔ ان کے علاوہ مجھے اور کسی جگہ وقف کا اہتمام نہیں ہوتا وقف کروں یا نہ کروں۔''

درج بالا قول سے معلوم ہوا کہ امام ابن کثیر مکی ؒ ہر اس جگہ وقف کو جائز سمجھتے تھے جہاں سانس منقطع ہو۔

(۳) امام ابو عمرو بصری ؒ

آپ سے روایت ہے کہ آپ رؤس آیات پر ہی وقف کا اہتمام فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے رؤس آیات پر وقف سب سے زیادہ محبوب ہے۔

مگر امام ابو عمرو بصری ؒ سے ہی خزاعی ؒ اور ابو الفضل رازی ؒ کی روایت ہے کہ وہ حسن ابتداء کی رعایت کرتے تھے۔

(۴) امام عاصم ؒ وامام کسائی ؒ

خزاعی نے ذکر کیا ہے کہ امام عاصم ؒ اور امام کسائی ؒ اس جگہ وقف کرنا پسند فرماتے تھے جہاں کلام پورا ہوتا تھا۔

(۵) امام حمزہ کوفی ؒ

آپ کے متعلق روایات متفق ہیں کہ جہاں سانس منقطع ہوتا تھا وہاں پر وقف فرماتے تھے۔

بعض حضرات نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ امام حمزہ کی قرآءت میں تحقیق ہے اور مد طویل ہے جس کی وجہ سے پڑھنے والا شاید وقف تام یا وقف کافی تک نہ پہنچ سکے اس امکان کے پیش نظر انقطاع سانس تک پڑھنے کی اجازت تھی۔

علامہ جزری ؒ فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام حمزہ ؒ کے نزدیک تمام قرآن مثل ایک سورۃ کے ہے لہٰذا ان کے نزدیک وقف کی کوئی معین جگہ نہ تھی۔ اس لیے ایک سورت کا دوسری سورت سے بغیر بسملہ کے وصل فرماتے ہیں۔ اگر وقف مذکور کی وجہ سے تحقیق ہوتی تو وہ ہر سورت کے آخر پر وصل کے مقابلہ میں قطع کو ترجیح دیتے۔

(٦) باقی آئمہ:

باقی تمام آئمہ یعنی امام ابن عامر شامیؒ۔ امام ابو جعفر مدنیؒ۔ امام یعقوب حضرمیؒ اور امام خلفؒ سے مروی ہے کہ وقف وابتداء میں وہ حسن معنی ہی کی رعایت کرتے تھے۔ ابوالفضل رازیؒ اور خزاعیؒ نے یہی روایت بیان کی ہے۔

(النشر فی القراءات العشر ج۱ص ۲۳۸)

وقف سے متعلق علماء تجوید وقراءات کے اقوال

سوال : علماء تجوید وقراءت علم وقف کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

جواب : بہت سے علماء نے اس موضوع پر مستقل کتب تصنیف کی ہیں اور یہ علوم قرآن میں ایک معزز فن تسلیم کیا گیا ہے۔ دراصل اس علم پر ہی موقوف ہے کہ قراءت کو کس طرح ادا کرنا ہے۔ امام حمزہؒ اور امام ابن عامر شامیؒ کے راوی ہشامؒ تو کلمہ مہموز پر وقف کرنے میں ایک خاص اسلوب رکھتے ہیں جس میں بے حد تنوع اور باریکیاں ہیں۔

اسی وجہ سے ابو جعفر النحاسؒ ۔ ابن الانباریؒ۔ الزجاجیؒ ۔ امام دانیؒ ۔ العمانیؒ ۔ علامہ سجاوندیؒ اور امام جزریؒ جیسے اکابرین نے علم وقف پر کتب تحریر فرمائی ہیں۔

اس سے قبل ہم حضرت علیؓ کا قول اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کردہ حدیث جو کہ اہمیت وقف کو اجاگر کرتی ہیں بیان کر چکے ہیں۔ اب یہاں ہم مختصراً علماء تجوید کے اہمیت وقف کے متعلق اقوال بیان کرتے ہیں۔

ابن الانباریؒ فرماتے ہیں: ''قرآن کی پوری معرفت میں یہ بات بھی داخل ہے کہ وقف اور ابتداء کی شناخت حاصل ہو۔''

نکزاویؒ فرماتے ہیں ''وقف کا باب نہایت عظیم الشان اور قابل قدر ہے کیونکہ

کسی شخص کو بھی قرآن کے معانی اور اس سے احکام شرعی کے دلائل مستنبط کرنے کی شناخت اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک وہ فواصل آیات کو نہ پہچانے"

علامہ جزریؒ اپنی کتاب "النشر فی القراءات العشر" میں فرماتے ہیں:

"چونکہ قاری کے لیے یہ بات غیر ممکن ہے کہ وہ پوری سورت یا پورا واقعہ ایک سانس میں پڑھ سکے اس لیے ضروری ہوا کہ سانس لینے کے لیے وہ موقع و محل دیکھے ورنہ اندیشہ ہے کہ آیت کا مفہوم تبدیل ہو کر معنی کے سمجھنے میں خلل نہ پیدا ہو جائے۔"

چنانچہ اسی لیے آئمہ قراءات نے وقف و ابتداء کا علم حاصل کرنے اور اس کی شناخت سیکھنے کی تاکید فرمائی۔ حدیث ابن عمرؓ میں اس پر واضح دلیل موجود ہے کہ وقف کا علم حاصل کرنے پر اجماع صحابہ تھا اور ہمارے نزدیک بھی سلف صالحین سے اس علم کی تحصیل اور اس پر توجہ کرنا نہ صرف صحیح بلکہ تواتر سے ثابت ہے آگے چل کر ہم اقسام وقوف کے بیان میں احادیث کے ذریعے ان کو مزید واضح و ثابت کریں گے۔

سوال : علم اوقاف کا اہتمام نہ کرنے سے تلاوت میں کیا خرابیاں پیدا ہو سکتی ہیں؟

جواب : ایک قاری مقری ذمہ دار کے لیے امور وقف کا التزام کرنا ضروری ہے اور اگر امور وقف کا اہتمام نہ کیا جائے تو اس سے یہ نقصان اور خرابی ہو گی کہ وہ طلباء جو اس قاری سے علم تجوید و قراءت حاصل کر رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں ان کی نظر میں اس چیز کی اہمیت اور ضرورت نہ رہے گی اور وقف و ابتداء کے مسئلہ میں عملاً وہ شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو جائیں گے اور اس کوتاہی کا سلسلہ آئندہ اس قاری مقری کے فارغین کے تلامذہ میں بھی جاری رہے گا جس کی تمام تر ذمہ داری قاری مقری پر ہو گی۔

مبادیات وقف

سوال: وقف کالغوی مطلب اور تعریف بیان کریں؟

جواب: وقف کالغوی مطلب ہے "اَلْکَفُّ عَنِ الْفِعْلِ وَ الْقَوْلِ" یعنی کسی کام کے کرنے یا کسی بات کے کہنے سے رک جانا۔

اور اصطلاح قراء میں اس کی تعریف اس طرح بیان کی گئی ہے "قَطْعُ الصَّوْتِ عَلَی الْکَلِمَۃِ زَمَنًا یَتَنَفَّسُ فِیْہِ عَادَۃً بِنِیَّۃِ اِسْتِیْنَافِ الْقِرَآءَۃِ لَا بِنِیَّۃِ الْاَعْرَاضِ" (النشر فی القراءات العشر ج ا۔ص ۲۴۰)

یعنی کلمہ پر آواز کو اس قدر وقت کے لیے قطع کرنا جس میں آدمی فطری طور پر سانس لیتا ہے نیز یہ کہ قطع قرآءت کا ارادہ نہ ہو بلکہ آگے پڑھنے کا ارادہ ہو۔

حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی علیہ الرحمہ نے فوائد مکیہ میں وقف کی جو تعریف بیان فرمائی ہے وہ بڑی جامع ہے کہ "آخر کلمہ غیر موصول پر سانس کا توڑنا وقف کہلاتا ہے۔"

سوال: وقف کا موضوع اور غایت بیان کریں؟

جواب: علم وقف کا موضوع کلمہ اور کلام ہے۔ اور اس علم کی غایت صحت وقف اور وضاحت معنی ہے۔

سوال: کلمہ اور کلام سے کیا مراد ہے؟

جواب: کلمہ سے مراد کلمہ غیر موصول کی ہیئت یا رسم ہے یعنی کلمہ کا مقطوع یا موصول ہونا یا کلمہ کے آخر حرف کا تاء مربوطہ ہونا اسی طرح کلمہ کے آخری حرف پر حرکت کا عارض ہونا کہ اس کی وجہ سے بھی وقف کا اہتمام ہوتا ہے کہ ساکن یا حرف مفتوح پہ وقف بالاسکان اور مکسور و مضموم ہونے پر وقف بالروم والاشمام بھی کیا جاتا ہے۔

جبکہ کلام سے مراد وہ مواقع ہیں کہ جہاں وقف کیا جارہا ہے وہاں سیاق وسباق کے لحاظ سے کلام پورا ہورہا ہو کہ ان مواقع پر کیا جانے والا وقف اختیاری ودرست ہوگا اور کلام پورا نہ ہونے کی صورت میں کیا جانے والا وقف اضطراری کہلائے گا پھر کلام کے پورا ہونے کی بھی متعدد انواع واقسام ہیں ان تمام امور کی وضاحت آگے آتی ہے۔

سوال : علم وقف کا فائدہ کیا ہے؟

جواب : وقف تلاوت کا زیور ہے۔ علم وقف کا ثمرہ یا فائدہ یہ ہے کہ کلام الٰہی کی معرفت حاصل ہو اور اس کا مفہوم واضح ہو نیز مراد الٰہی کے خلاف کلام اللہ میں پیدا ہونے والے مفہوم سے محفوظ رہا جا سکے۔

سوال : علم وقف کی دیگر علوم سے کیا نسبت ہے؟

جواب : علم وقف دیگر علوم سے ایک جدا اور ممتاز فن ہے کیونکہ اس علم کا تعلق براہ راست قرآن حکیم کے حروف اور کلمات اور معانی کے ساتھ ہے۔

سوال : علم وقف کا استمداد کن امور پر ہے؟

جواب : اس علم کا استمداد ان آثار صحابہؓ پر ہے جن کو احادیث مرفوعہ کے حکم میں سمجھنا چاہیے حضرت ابن عمرؓ کا یہ فرمانا: "لَقَدْ عِشْنَا بُرْهَةً مِّنْ دَهْرِنَا الخ" کہ ہم صحابہؓ نے ایک وقت اپنی زندگی کا اس طرح بھی گزارہ الی آخرہ دلالت کرتا ہے کہ وقف کا اہتمام جمیع صحابہؓ میں تھا جن سے اجماع صحابہؓ ثابت ہوتا ہے۔

سوال : علم وقف کا حکم کیا ہے؟

جواب : علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا قول اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ اس بات کی دلیل ہے کہ علم وقف کا سیکھنا واجب ہے۔

سوال : علم وقف کے مسائل کیا ہیں؟

جواب : اس علم کے مسائل قواعد کلیہ ہیں مثلاً تاء مدورہ پر وقف بالھاء کرنا وغیرہ جیسا کہ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

سوال : علم وقف کے واضعین کون ہیں؟

جواب : اس فن کو وضع کرنے والوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱) مِنْ حَیْثُ الْاَدَآء (۲) مِنْ حَیْثُ الْقَوَاعِدْ

(۱) مِنْ حَیْثُ الْاَدَآء

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پڑھ کر بتلایا۔ جیسا کہ صحیح احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مواقع پر وقف کرنا معلوم ہوتا ہے۔

(۲) مِنْ حَیْثُ الْقَوَاعِدْ

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے علم وقف کو مدون کرنے والے امام شیبہ بن نصاح المدنی الکوفی (م ۱۳۰ ہجری) ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے قراء اور نحویین نے اس فن پر کتب تالیف فرمائیں ہیں قراء میں سے جیسے امام ضرار بن صرد المقریؒ۔ امام ابوعمرو بصریؒ۔ امام حمزہ کوفیؒ۔ امام نافع مدنیؒ وغیرہم۔

اور نحویین میں سے امام ابوجعفر محمد بن ابی سارہؒ (استاذ امام کسائیؒ وفراءؒ) یحیٰ بن زیاد بن عبداللہؒ المعروف فراءؒ۔ الاخفش نحویؒ۔ امام جعفر النحاسؒ۔ ابوحاتمؒ اور علامہ سجستانیؒ وغیرہ۔

سوال : وصل اور وقف میں اصل کیا ہے؟

جواب : قرآءت میں اصل اور بہتر وصل ہے یعنی قرآن مجید کو ایک سانس میں

تسلسل کے ساتھ پڑھنا۔ اس لیے کہ کلام الٰہی شروع سے آخر تک ایک مضمون کی مانند ہے اور کلام مسلسل فصیح وعمدہ اسی وقت معلوم ہوتا ہے جب اس کو ایک سانس میں ادا کیا جائے۔ جیسا کہ امام حمزہؒ سے منقول ہے کہ وہ اس جگہ وقف کرنا پسند فرماتے تھے جہاں سانس لینے کی ضرورت ہوتی تھی کیونکہ ان کے نزدیک تمام قرآن ایک سورۃ کے حکم میں ہے۔

وصل کے اصل ہونے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ وصل میں اعراب کی صراحت اور اظہار ہوتا ہے جو پیہم معنی پر دلالت کرتا ہے۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ پورے واقعہ یا مضمون کو ایک سانس میں پڑھ لینا انتہائی دشوار ہے اس لیے وقف کے مواقع متعارف کرائے گئے۔

فصل دوم: اقسام الوقف

سوال : باب الوقوف کے کتنے حصے ہیں؟

جواب : باب الوقوف کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

(۱) کیفیت وقف باعتبار معنی

(۲) کیفیت وقف باعتبار موقوف علیہ

سوال : جس کلمہ پر وقف کیا جاتا ہے اسے کیا کہتے ہیں؟

جواب : جس کلمہ پر وقف کیا جاتا ہے اسے موقوف علیہ کہتے ہیں۔

سوال : وقف باعتبار معنی اور باعتبار موقوف علیہ سے کیا مراد ہے؟

جواب : وقف باعتبار معنی:

وقف کی وہ قسم جو باعتبار معنی ہوتی ہے یعنی قرآن کے معنی پر مرتب ہوتی ہے۔

وقف باعتبار موقوف علیہ:

وقف کی وہ قسم ہے جو باعتبار موقوف علیہ ہوتی ہے یعنی کلمہ کے آخر میں وقف کس طرح ہونا چاہیے؟ یعنی کلمہ کے آخری حرف کو لاحق ہونے والی کیفیت۔

سوال : وقف باعتبار معنی کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : وقف باعتبار معنی کی دو اقسام ہیں:

(۱) وقف اختیاری (۲) وقف اضطراری

وقف اختیاری

سوال : وقف اختیاری کیا ہے؟

جواب : پڑھنے کے دوران اپنے اختیار اور ارادے سے بلا کسی عذر کے استراحت کی غرض سے کسی ایسی جگہ پر وقف کرنا جہاں کلام پورا ہو جائے ایسی جگہ وقف کرنے کو وقف اختیاری کہتے ہیں۔

وقف اختیاری کی اقسام

سوال : وقف اختیاری کی اقسام بیان کریں؟

جواب : وقف اختیاری کی تین اقسام ہیں:

(۱) وقف تام (۲) وقف کافی (۳) وقف حسن

(۱) وقف تام

سوال : وقف تام کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

جواب : کسی کلمہ پر اس طرح وقف کرنا کہ کلام مکمل طور پر پورا ہو جائے اور اس

کلام کا مابعد سے قطعاً کوئی تعلق نہ رہے، نہ لفظی تعلق اور نہ معنوی تعلق تو ایسے وقف کو وقف تام کہا جاتا ہے گویا جہاں مضمون ختم ہو جائے اس جگہ ٹھہرنے کو وقف تام کہتے ہیں۔ تام تمام سے ہے جس کا مطلب ہے پورا ہو جانا، مکمل ہو جانا، وقف تام کا حکم یہ ہے کہ اس کے مابعد سے ابتداء کی جائے۔ یہ وقف اکثر رؤس آیات اور قصص و واقعات کے اختتام پر ہوتا ہے۔

سوال : کیا وقف تام میں مراتب بھی ہیں؟

جواب : وقف تام میں مراتب پائے جاتے ہیں جیسے مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنْ پر وقف اتم اور مکمل ہے۔

جب کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنْ پر وقف تام ہے مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ دونوں وقوف' وقف تام ہی ہیں۔

سوال : مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنْ پر وقف کو اتم کیوں کہا گیا؟

جواب : مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنْ، اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنْ سے زیادہ اتم اور مکمل ہے اس لیے کہ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنْ پر کلام اپنے مابعد سے خطاب کے معنی میں مشترک نہیں بلکہ بالکل جدا اور مکمل ہے بخلاف اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنْ کے کہ وہ اپنے مابعد سے خطاب کے معنی میں مشترک ہے۔

سوال : وقف تام کی اصل کیا ہے؟

جواب : وقف تام کی اصل یہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں بیان ہوئی ہے۔

عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِیْ بَکْرَۃَ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ اَنَّ جِبْرِیْلَ اَتَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِقْرَاَ الْقُرْاٰنَ عَلٰی حَرْفٍ فَقَالَ مِیْکَآئِیْلُ اِسْتَزِدْهُ فَقَالَ اِقْرَأْ عَلٰی حَرْفَیْنِ فَقَالَ مِیْکَآئِیْلُ

اِسْتَزِدْهُ حَتّٰی بَلَغَ سَبْعَةَ اَحْرُفٍ كُلُّهَا شَافٍ كَافٍ مَالَمْ تَخْتِمْ اٰیَةَ عَذَابٍ بِاٰیَةِ رَحْمَةٍ اَوْ اٰیَةَ رَحْمَةٍ بِاٰیَةِ عَذَابٍ. (متفق علیہ)

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت فرماتے ہیں کہ حضرت جرائیلؑ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا ایک حرف (لغت) پر قرآن پڑھیں پس حضرت میکائیلؑ نے فرمایا: زیادہ طلب کریں پس حضرت جرائیلؑ نے فرمایا دو حرف (لغت) پر پڑھیں پس حضرت میکائیلؑ نے فرمایا زیادہ طلب کریں اس طرح ہوتے ہوتے سات حروف (لغات) تک پہنچ گئے۔ پھر حضرت جرائیلؑ نے فرمایا یہ تمام (سبعہ احرف) شافی اور کافی ہیں۔ عذاب کی آیت کو آیت رحمت سے نہ ملایئے اور آیت رحمت کو آیت عذاب سے نہ ملایئے۔''

امام دانیؒ اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وقف تام کی تعلیم دی گئی ہے اور آنحضرت ﷺ نے وقف تام کے متعلق تعلیم کو حضرت جرائیل علیہ السلام سے اخذ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاری کے لیے ضروری ہے کہ نار و عقاب والی آیات پر وقف کرے اور مابعد سے ابتداء کرے اگر اس کے بعد جنت وثواب کا تذکرہ ہو اور ایسے ہی ضروری ہے کہ جنت وثواب والی آیات پر وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرے اگر اس کے بعد جہنم وعقاب کا ذکر ہو رہا ہو۔''

(المکتفی فی الوقف والابتداء للدانیؒ ص ۱۳۲)

(۲) وقف کافی

سوال : وقف کافی کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

جواب : کسی کلمہ پر اس طرح سے وقف کرنا کہ کلام کا باعتبار معنی مابعد سے تعلق تو ہو مگر لفظی تعلق نہ ہو ایسے وقف کو وقف کافی کہتے ہیں۔ یعنی جہاں جملہ تو ختم ہوا ہو مگر مضمون ابھی ختم نہ ہوا ہو، ایسی جگہ ٹھہرنا وقف کافی ہے۔

وقف کافی کا حکم یہ ہے کہ مابعد سے ابتداء کی جائے وقف کافی سے مراد یہ ہے کہ وہاں وقف کرنے سے اس مقام کو کافی سمجھا گیا اور مابعد سے ملانا ضروری نہ سمجھا گیا۔

سوال : کیا وقف کافی میں بھی مراتب ہیں؟

جواب : وقف تام کی مانند وقف کافی میں بھی مراتب ہیں جیسے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ پر وقف کافی ہے اور فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا پر اس کے مقابلہ میں وقف کرنا اکفی ہے اور بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ پر پہلے دونوں مواقع کے مقابلہ میں وقف کرنا زیادہ اکفی ہے۔

مراتب کا یہ تفاضل رؤس آیات پر ہوتا ہے جیسے اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ پر وقف کافی ہے اور وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ پر اکفی ہے۔ اسی طرح رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا پر وقف کافی ہے اور اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ پر اکفی ہے۔

سوال : وقف کافی کی اصل کیا ہے؟

جواب : صحیح بخاری و مسلم میں وارد حدیث وقف کافی کی اصل ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍؓ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاْ عَلَیَّ فَقُلْتُ ااَقْرَاُ عَلَيْكَ وَ عَلَيْكَ اُنْزِلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَيْرِیْ قَالَ فَافْتَتَحْتُ سُوْرَةَ النِّسَآءِ

فَلَمَّا بَلَغْتُ "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰؤُلَآءِ شَهِيدًا" قَالَ فَرَأَيْتُهُ وَ عَيْنَاهُ تَذْرِفَانِ دُمُوعًا فَقَالَ لِيْ حَسْبُكَ. (متفق علیہ)

"حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا مجھے قرآن سناؤ۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کو قرآن سناؤں؟ جبکہ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ کسی اور سے سنوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں پس میں نے سورۃ النساء کے آغاز سے پڑھنا شروع کیا اور جب میں "فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا الخ پر پہنچا تو آپ ﷺ نے رکنے کا اشارہ فرمایا، میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو آپؐ کے چشم مبارک سے آنسو رواں تھے۔"

علامہ دانیؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

"یہ دلیل ہے تلاوت قطع کرنے کی وقف کافی پر۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو شَهِيدًا پر قراءت قطع کرنے کا حکم فرمایا جبکہ شَهِيدًا پر وقف کافی ہے، وقف تام نہیں ہے۔ وقف تام تو دوسری آیت کے آخر وَلَا يَكْتُمُوْنَ حَدِيثًا پر ہے جہاں مضمون اختتام پذیر ہو رہا ہے۔

(المکتفی فی الوقف والابتداء ص ۱۳۶۔۱۳۷)

اس حدیث اور علامہ دانیؒ کی توضیح سے معلوم ہوا کہ جملہ ختم ہونے پر وقف کیا جا سکتا ہے چاہے مضمون ابھی ختم نہ ہوا ہو۔

(۳) وقف حسن

سوال : وقف حسن کی تعریف اور حکم بیان کریں؟

جواب : کسی کلمہ پر اس طرح سے وقف کرنا کہ کلام کا باعتبار معنی اور باعتبار لفظی دونوں لحاظ سے مابعد سے تعلق ہو تو ایسے وقف کو وقف حسن کہتے ہیں۔

وقف حسن کو حسن کہنے کی وجہ یہ ہے کہ فی نفسہ یہ وقف بھی مفید للکلام حسن ہوتا ہے اور کسی نہ کسی درجہ میں مراد کلام ظاہر ہوتا ہے۔

وقف حسن کا حکم یہ ہے کہ چونکہ مابعد سے لفظی تعلق ہوتا ہے۔ اس لیے مابعد سے ابتداء نہیں کی جاسکتی بلکہ ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے مگر یہ اعادہ صرف اس صورت میں ضروری ہے جب یہ وقف درمیان آیت میں کیا گیا ہو۔ اگر راس آیت پر کیا جائے گا تو پھر مابعد سے ابتداء کرنا چاہیے۔

سوال : وقف حسن کی اصل کیا ہے؟

جواب : وقف حسن کی اصل یہ حدیث ہے:

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ سَلْمَةَ ؓ كَانَ اِذَا قَرَاَ قَطَّعَ قِرَآءَتَهُ اٰيَةً اٰيَةً يَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ثُمَّ يَقِفُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ ثُمَّ يَقِفُ. (ابوداؤد)

ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت میں ایک ایک آیت پر وقف کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے اور ٹھہر جاتے پھر آپ ﷺ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔

علامہ دانی ؒ اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں ”امام ابوعمرو بصری“

ہر آیت پر وقف فرمایا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رؤس آیات پر وقف کرنا سنت ہے۔ (المکتفی فی الوقف والابتداء ص۔۱۴۶)

امام بیہقیؒ نے بھی شعب الایمان میں اسی کو اختیار فرمایا ہے اور بھی کچھ علماء تجوید کے مطابق وقف علی رؤس الایات کو افضل فرمایا ہے۔ اگر چہ مابعد سے لفظی تعلق ہو۔ (النشر فی القراءات العشر للعلامۃ الجزریؒ)

کیا ہر آیت پر وقف کرنا ضروری ہے؟

سوال : کیا ہر آیت پر وقف کرنا ضروری ہے؟

جواب : بظاہر درج بالا حدیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ ہر آیت پر وقف کرنا چاہیے۔ بعض اوقات ایسے کلام پر وقف کرنا کہ اس کی مراد مفہوم نہ ہوتی ہو اس لیے کہ موقوف علیہ کے ماقبل کا بعد سے ایسا شدید تعلق ہوتا ہے کہ مابعد کو ملائے بغیر ماقبل کا کوئی مفہوم ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مثلاً مضاف پر وقف کیا جائے اور مضاف الیہ کو نہ پڑھا جائے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ تمام رؤس آیات توقیفی ہیں جس میں قیاس کو کوئی دخل نہیں۔

علامہ زرقانیؒ فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءً تعلیم فواصل کی غرض سے رؤس آیات پر وقف فرمایا کرتے تھے جب صحابہ کرامؓ کو رؤس آیات کے مواقع کا علم ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معنوی رعایت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وقف فرماتے۔"

(مناہل العرفان فی علوم القرآن للزرقانی ج ۱۔ص ۳۳۷)

اس حدیث بالا سے اسناد کے مقابلہ میں زیادہ صحیح ایک اور حدیث ہے جسے جامع

ترمذی میں ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے ہی بیان فرمایا ہے کہ آپ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرآءت ونماز کے متعلق سوال کیا گیا تو ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا:

مَالَكُمْ وَ صَلَاتَهُ؟ ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَآءَتَهُ مُفَسَّرَةً حَرْفًا حَرْفًا.

(ترمذی)

''آپ ﷺ کی نماز کو تو خیر کیا پوچھتے ہو؟ پھر ام المومنین حضرت ام سلمہؓ نے آپ کی تلاوت پڑھ کر بتائی جس میں ایک ایک حرف کو کھول کر پڑھتی تھیں''

ان دونوں احادیث میں تطبیق دی جائے تو یہ بات مفہوم ہو گی کہ آنحضرت ﷺ کبھی تو ہر راس الایت پر وقف فرماتے اگرچہ وہاں معنی پورے نہ ہوئے ہوں اور کبھی رؤس آیات پر وقف کا التزام نہیں فرماتے تھے بلکہ جہاں مفہوم پورا ہوتا وہاں وقف فرماتے مقصد صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کی تربیت تھا۔

اس سلسلے میں حضرت قاری عبدالرحمٰن مکی الالہ بادی نور اللہ مرقدہ نے فوائد مکیہ میں بڑی اچھی بات تحریر کی ہے وہ فرماتے ہیں:

''تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم ہونے کے ایسا نہ چاہیے قاری کی مثال مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں تو جب ہر منزل پر بلاضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسے ہی ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے۔ البتہ لازم۔ مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو، ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے۔''

اور اسی بات کو علامہ زکریا الانصاریؒ اپنی کتاب ''المقصد'' میں بیان فرماتے ہیں:

"فَالْقَارِئُ كَالْمُسَافِرِ' وَ الْمَقَاطِعُ كَالْمَنَازِلِ الَّتِيْ يَنْزِلُهَا الْمُسَافِرُ."

وقف تام، وقف کافی اور وقف حسن کی مثالیں:

سوال : وقف تام کی مثالیں بیان کریں؟

جواب : یہ وقف اکثر روس آیات' قصص و واقعات اور سورتوں کے اختتام پر ہوتا ہے جیسے سورۃ وَالضُّحٰی میں مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰیo پر وقف تام ہے۔اور فَتَرْضٰیo پر وقف اتم ہے اسی طرح فَاَغْنٰی پر وقف تام ہے۔

اسی طرح سورہ اَلَمْ نَشْرَحْ میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ پر وقف تام ہے ایسے ہی اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (آیت ثانی) پر وقف تام ہے۔("المکتفی فی الوقف والابتداء للدانی")

سوال : وقف کافی کی مثالیں بیان کریں؟

جواب : وقف کافی بھی راس آیت اور وسط آیت دونوں جگہ ہوتا ہے جیسے سورۃ البلد میں مَالًا لُّبَدًا پر وقف کافی ہے فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَo پر وقف کافی ہے۔ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِo پر وقف کافی ہے۔کیونکہ اس کے بعد جو کلام رہا ہے وہ اپنے ماقبل سے لفظاً تو جدا ہے مگر معنی کے اعتبار سے مربوط ہے۔("المکتفی فی الوقف والابتداء للدانی")

سوال : وقف حسن کی مثالیں بیان کریں؟

جواب : وقف حسن ایسے مقام پر ہوتا ہے جس سے معنی مضطرب نہ ہوتے ہوں جیسے يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا پر وقف حسن ہے("المقصد للشیخ زکریا الانصاری")

ایسے ہی مَا الْقَارِعَةُ پر وقف حسن ہے۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ o پر وقف حسن ہے۔ (منار الهدیٰ للشیخ اشمونی")

وقف اضطراری

سوال : وقف اضطراری کی تعریف بیان کریں؟

جواب : دوران تلاوت کسی ایسی جگہ پر بغیر ارادہ وقف کرنا جہاں مضمون یا بات پوری نہ ہوئی ہو یعنی کوئی مجبوری لاحق ہو جائے مثلاً سانس کی تنگی یا بھول جانا یا کھانسی یا چھینک یا ہچکی کا آ جانا وغیرہ۔ غرض کسی مجبوری کی وجہ سے جو بلا ارادہ وقف ہو جائے وہ وقف اضطراری کہلائے گا۔

چونکہ اس وقف کی بناء مجبوری ہے لہٰذا بحالت مجبوری ہو جائے تو اجازت ہے مگر ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے۔

سوال : وقف اضطراری کرنے سے کیا ہوتا ہے؟

جواب : وقف اضطراری کرنے سے مندرجہ ذیل دو صورتیں پیدا ہوتی ہیں:

(۱) کلام کا مفہوم سمجھ میں نہیں آتا اور کلام مہمل ہو جاتا ہے۔

(۲) یا کلام کا مفہوم سمجھ میں تو آ جاتا ہے مگر معنی مراد الٰہی کے خلاف ہو جاتے ہیں۔

سوال : وقف اضطراری کا حکم کیا ہے؟

جواب : وقف اضطراری کا حکم یہ ہے کہ ایسی جگہ عمداً وقف کرنا جائز نہیں (درج بالا سوال میں جو دو صورتیں بتلائی ہیں ان مواقع پر) البتہ سانس کی تنگی و دیگر حالت مجبوری وغیرہ میں جائز ہے مگر اعادہ ماقبل سے کرنا ضروری ہے بصورت دیگر کلام مہمل ہو جائے گا اور معنی بگڑنے کا اندیشہ ہے۔

وقف اضطراری کی اقسام

سوال : وقف اضطراری کی اقسام بیان کریں؟

جواب : وقف اضطراری کی دو اقسام ہیں:

(۱)وقف قبیح (۲)وقف اقبح

وقف قبیح

سوال : وقف قبیح کیا ہے؟اس کی مثالیں بیان کریں؟

جواب : ہر وہ کلمہ جو اپنے مابعد سے ایسا شدید تعلق رکھتا ہو کہ مابعد کے بغیر اس کلمہ کے معانی سمجھ میں نہ آتے ہوں، وہاں وقف کرنا وقف قبیح ہے۔

جیسے مضاف پر بغیر مضاف الیہ کے وقف کیا جائے۔ ایسے ہی موصوف پر صفت کے بغیر وقف کرنا کہ جس سے موصوف کی افادیت ظاہر نہ ہو۔

ایسے ہی رافع پر بغیر مرفوع وقف کرنا اسی طرح ناصب پر بغیر منصوب کے وقف کرنا اسی طرح معطوف علیہ پر بغیر معطوف کے وقف کرنا یا ذوالحال پر بغیر حال کے وقف کرنا۔

عدد پر معدود کے بغیر وقف کرنا موصول پر بغیر صلہ کے وقف کرنا شرط پر بغیر جزاء کے وقف کرنا۔

غرض اس جیسی اور اس کے مشابہ دیگر وہ تمام صورتیں کہ جن پر وقف کرنے سے کلام نہ پورا ہوتا ہو اور نہ معنی مفہوم ہوتے ہیں، ایسی جگہ نہ وقف صحیح ہوگا اور نہ مابعد سے ابتداء صحیح ہوگی۔

مثالیں درج ذیل ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ میں بِسْمِ پر وقف کرنا۔ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں مَالِكِ پر

وقف۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں رَبّ پر وقف۔ رُسُلُ اللّٰهِ میں رُسُل پر وقف۔

وقف اقبح

سوال : وقف اقبح سے کیا مراد ہے؟ مثالیں بھی بیان کریں؟

جواب : ایسی جگہ وقف کرنا کہ جس سے شانِ الٰہی کے خلاف یا مرادِ الٰہی کے خلاف معنی پیدا ہو جائیں وقف اقبح کہلاتا ہے۔

شانِ الٰہی کے خلاف تو یہ کہ جیسے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖ پر وقف کرنا یا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ پر وقف کرنا یا فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ وَ اللّٰهُ پر وقف کرنا یا وَلَا يَبْعَثُ اللّٰهُ پر وقف کرنا۔

ایسی جگہ پر وقف کرنے کا حکم یہ ہے کہ پڑھنے والا اگر اضطراری طور پر یہاں وقف کر لے تو لازماً ماقبل سے اعادہ کرے اگر عمداً جان بوجھ کر ایسا کرے گا تو اس عمل کی وجہ سے یا ایسا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے دینِ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ ایسا وقف کرنے سے اللہ تعالیٰ کی ذات پر افتراء لازم آتا ہے۔

مرادِ الٰہی کے خلاف مطلب پیدا ہونا جیسے وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَ لِاَبَوَيْهِ پر وقف کرنا کیونکہ یہاں معنی بالکل غلط ہو گئے۔

دیگر وقف اقبح کی مثالیں یہ ہیں:

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا پر وقف کرنا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا پر وقف کرنا۔ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ پر وقف کرنا۔ وَقَالَتِ النَّصٰرٰى پر وقف کرنا۔ فَاعْبُدُوْنِ ۝ وَقَالُوا پر وقف کرنا۔ مِنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ پر وقف کرنا۔ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ پر وقف کرنا۔

یہ سب وقف اقبح کی وہ مثالیں ہیں جن میں مفہوم مرادِ الٰہی کے خلاف ہو جاتا

ہے۔

سوال : وقف قبیح کی اصل کیا ہے؟

جواب : وقف قبیح کی اصل یہ حدیث ہے جو مسلم اور ابوداؤد میں وارد ہے:

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍؓ قَالَ جَآءَ رَجُلَانِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَتَشَھَّدَ اَحَدُھُمَا. فَقَالَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قُمْ اَوِ اذْھَبْ بِئْسَ الْخَطِیْبُ اَنْتَ. (مسلم، مسند احمد، ابوداؤد)

''حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ دو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان میں سے ایک نے پڑھا مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا، (اور ٹھہر گیا) پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھ جا یا یہ فرمایا کہ دور ہو جا تو برا خطیب ہے۔''

علامہ دانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح دلیل ہے کہ خطیب کے غلط جگہ وقف کرنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو عتاب فرمایا خطیب کے لیے مناسب تھا کہ اگر وہ دونوں فقرے ایک سانس میں نہیں بول سکتا تھا تو فَقَدْ رَشَدَ پر وقف کرتا پھر نئے سانس میں اگلا جملہ کہتا۔

جب عام گفتگو میں بھی وقف کی بے اعتدالی نہایت ناگوار اور بھونڈا طرز ہے تو قرآن مجید میں یہ بے اعتدالیاں کس قدر مکروہ اور قبیح ہوں گی اور ان سے بچنا کس قدر ضروری ہے۔ (المکتفٰی فی الوقف والابتداء)

وقف اضطراری کی دیگر اقسام

سوال : وقف اضطراری کی کیا اور بھی اقسام ہیں؟

جواب : وقف اضطراری کی وقف قبیح اور وقف اقبح کے علاوہ درج ذیل دو اقسام مزید ہیں:

(۱) وقف انتظاری (۲) وقف اختباری

وقف انتظاری

سوال : وقف انتظاری سے کیا مراد ہے؟

جواب : کسی کلمہ پر ٹھہر کر اس کے تمام اختلافات قراءت کو جاری کرنا جمع حرفی کہلاتا ہے۔ علامہ جزریؒ کے دور سے قبل قراءات کے اختلافات جمع کر کے پڑھنے کا یہ طریقہ تھا کہ قاری پڑھنا شروع کرتا اور جب وہ ایسے کلمہ پر پہنچتا جس میں اختلاف قراءت ہوتا تو وہ ایک ہی سانس میں تمام اختلافات پڑھنے کے لیے اس کلمہ کو بار بار پڑھتا یہاں تک کہ اس کلمہ کے تمام اختلافات پڑھ لیتا اور پھر کلمہ پر وقف کر دیتا اور اگر وہاں وقف حسن یا وقف قبیح ہوتا تو ماقبل سے اعادہ کرتا ورنہ آگے سے ابتداء کرتا اس وقف کو وقف انتظاری کہا جاتا۔

اس خاص مروجہ طریقہ کے مطابق وہ مجبور ہوتا تھا کہ اختلافی کلمہ پر وقف کرے مگر یہ طریقہ متقدمین میں تھا۔ متاخرین میں علامہ جزریؒ کے دور سے جمع وقفی کا طریقہ رائج ہوا جس میں وقف علی القبیح کے ارتکاب کی کوئی مجبوری نہ رہی۔

وقف اختباری

سوال : وقف اختباری سے کیا مراد ہے؟

جواب : اختبار بمعنی آزمائش یا امتحان۔ یہ وقف اس موقع پر ہوتا ہے جب استاذ یا ممتحن کسی کلمہ پر کیفیت وقف پوچھنے کی خاطر کرے۔ یعنی افادہ یا استفادہ کے لیے کسی کلمہ پر وقف کرنا پڑے گو وہ محل وقف نہ ہو۔ وقف اضطراری کی ایسی قسم کو وقف اختباری کہتے ہیں۔

سوال : وقف قبیح یا اقبح کرنے کی صورت میں کیا حکم ہے؟

جواب : قبیح یا اقبح وقف عمداً کرنا جائز نہیں البتہ سانس کی تنگی وغیرہ میں بحالت مجبوری جائز ہوا اور ماقبل سے ابتداء کرنا ضروری ہے۔

سوال : آئمہ ادا کا یہ فرمانا کہ وقف وابتداء فلاں جگہ جائز ہے اور فلاں جگہ ناجائز ہے اس سے کیا مراد ہے؟

جواب : آئمہ ادا کا یہ فرمانا کہ وقف وابتداء فلاں جگہ جائز ہے اور فلاں جگہ ناجائز ہے اس سے ان کی مراد فن ادا سے متعلق جواز ہوتا ہے کہ یہ قرآءت میں بہتر ہے اور تلاوت میں باعث رونق ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس جگہ وقف وابتداء حرام ہے یا مکروہ ہے یا مرتکب ہونے والا گناہ گار ہے۔

بلکہ اس سے ان کی مراد وہ وقف اختیاری ہے کہ جس کے مابعد سے ابتداء کی جاتی ہے نیز ان کا یہ بھی مطلب نہیں ہوتا کہ فلاں مقام پر ہرگز اور کسی حالت میں وقف نہ کرو کیونکہ پڑھنے والا اگر کسی ایسی نامناسب جگہ سانس کی تنگی کھانسی چھینک یا اور کسی وجہ مثلاً تعلیم یا امتحان کی وجہ سے وقف کرنے پر مجبور ہو جائے تو بغیر کسی اختلاف کے سب کے نزدیک یہ وقف جائز ہوگا البتہ پھر کسی مناسب جگہ سے اس پڑھنے والے کو اعادہ کرنا چاہیے۔

وقوف کی شرعی حیثیت

سوال : وقف لازم یا وقف قبیح کی اصطلاحات کیا شرعی اصطلاحات ہیں؟

جواب : ہم اوپر تحریر کر آئے ہیں کہ اس سے مراد فن ادا سے متعلق جواز ہے تا کہ قرآءت میں بہتری ہو اور تلاوت کا حسن برقرار رہے۔ بعض حضرات نے وقف لازم یا وقف قبیح کی اصطلاحات کو فنی اصطلاحات کے دائرہ سے نکال کر شرعی احکام کی مانند بنا دیا ہے اور اس میں اس قدر شدت اختیار کی ہے کہ حرمت و کفر تک نوبت پہنچا دی ہے۔

اس سلسلے میں علامہ جزری ؒ کا فرمان قول فیصل ہے وہ فرماتے ہیں ۔

وَلَيْسَ فِي الْقُرْآنِ مِنْ وَقْفٍ وَّجَبْ
وَلَا حَرَامٍ غَيْرَ مَا لَهُ سَبَبْ

"یعنی قرآن میں کوئی بھی وقف ایسا نہیں جو (شرعا) واجب یا حرام ہو بجز اس کے کہ اس کے لیے کوئی سبب ہو۔"

سوال : ایک ایسا شخص جو عربی نہیں جانتا ہے اور معانی سے آگاہی نہیں رکھتا ہے وہ وقف کے لیے کیا طریقہ اختیار کرے؟

جواب : ایسا شخص جو عربی نہیں جانتا اور اس ناواقفیت کی وجہ سے اس کو معلوم نہیں کہ کہاں وقف کرنا وقف تام ہے، کہاں وقف کافی ہے، کہاں وقف حسن ہے اور کہاں وقف قبیح یا وقف اقبح ہے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ رؤس آیات اور وقف کی ان رموز پر وقف کرے جو قرآن میں دی گئی ہیں۔ ہم اب ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں۔

رموز اوقاف

سوال : قرآن میں مستعمل رموز اوقاف کو بیان کریں؟

جواب : قرآن میں مستعمل رموز کے خالق ماورالنہر کے مشہور عالم اوقاف علامہ سجاوندی ؒ ہیں۔ علامہ سجاوندیؒ کی قائم کردہ علامات کی تفصیل ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں:

(۱) **م** : یہ وقف لازم کی علامت ہے یہ پورے قرآن میں بیاسی یا بچاسی پائے جاتے ہیں۔ یہ وقف ایسے موقع پر ہوتا ہے جہاں وصل کرنے سے سامع کو معنی کے بدلنے کا وہم ہوسکتا ہے لہٰذا یہاں وقف کرنا بہت بہتر ہے۔ اس علامت کے موجود ہونے پر موقوف علیہ پر وقف کر کے مابعد سے ابتداء کرنی چاہیے۔

(۲) **ط:** یہ وقف مطلق کی علامت ہے اور پورے قرآن میں تین ہزار پانچ سو دس مواقع پر آیا ہے یہ وقف ایسے موقع پر ہوتا ہے جہاں کلام ختم ہو جاتا ہے اور موقوف علیہ کے مابعد سے ابتداء کرنا بہتر ہے۔ لیکن اگر وصل کرلیا جائے تو بھی مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) **ج:** یہ وقف جائز کی علامت ہے اور پورے قرآن میں ایک ہزار پانچ سو اٹھہتر مقام پر آیا ہے یہ وقف ایسے مواقع پر ہوتا ہے جہاں وقف کرنا بھی صحیح ہے اور وصل کرنا بھی صحیح ہے۔ لیکن اگر یہاں وقف کرلیا جائے تو ابتداء مابعد سے کرے۔

(۴) **ز :** یہ وقف مجوز کی علامت ہے اور پورے قرآن میں ایک سو اکانوے مقام پر آیا ہے یہ وقف ایسے مواقع پر ہوتا ہے جہاں وقف کرنا بھی صحیح ہے اور وصل کرنا بھی، مگر وصل کر کے پڑھنا اولیٰ ہے۔ یہاں وقف اسی وقت کرے جب سانس میں تنگی محسوس کر کے وقف اضطراری کرنے والا ہو مگر ابتداء مابعد سے ہی کرے۔

(۵) **ص :** یہ وقف مرخص کی علامت ہے اور پورے قرآن میں تراسی مقامات پر وارد ہے یہ وقف بھی مجبوری کی حالت میں ہوتا ہے مگر ابتداء مابعد کے کلمہ سے کرے۔

(۶) **لا :** اس اصطلاح کا مطلب ہے کہ اگر یہاں وقف کیا جائے تو ماقبل سے

اعادہ کرلیا جائے۔

(۷) ٥ : آیت کے نشان کے اوپر اگر اس طرح کی علامت ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں وقف درست نہیں یا اگر یہاں وقف کیا جائے گا تو ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے یا یہاں وصل کر کے پڑھنا ضروری ہے۔ بعض حضرات نے فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ٥ پر وقف قبیح بتلایا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اس لیے کہ ہم امام بیہقیؒ کی ''شعب الایمان'' کے توسط سے درج کر آئے ہیں کہ رؤس آیات پر وقف کرنا سنت ہے۔ نیز علامہ زرقانیؒ اپنی کتاب ''مناہل العرفان'' میں فرماتے ہیں کہ رؤس آیات توقیفی ہیں۔ آئمہ عشرہ میں سے ایک قابل قدر امام ابوعمرو بصریؒ کا معمول بھی یہی تھا کہ وہ رؤس آیات پر وقف کرنے کو سنت جانتے تھے اور یہی ان کا طرز عمل بھی تھا۔

لہٰذا فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ اور اس جیسی دیگر رؤس آیات پر وقف قبیح کہنا قابل قبول نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ کسی طرح ممکن نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وقف قبیح کی تعلیم دیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو عام گفتگو میں بھی غلط وقف کرنے پر ایک شخص کو ٹوک دیا تھا۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں ہم صحیح حدیث وقف قبیح کے ذیل میں بیان کر آئے ہیں۔ پس راس آیت پر وقف کرنا بالکل صحیح و درست ہے اور ابتداء مابعد سے کی جائے گی ماقبل سے اعادہ کرنا صحیح نہیں۔

سوال : کیا درج بالا علامات وقوف کا معنی کے لحاظ سے کوئی تعلق ہے؟

جواب : ط۔م۔ج۔ز۔ وغیرہ یہ تمام علامات وقف کا تعلق معنی کے ساتھ ہے کیونکہ ان علامات پر وقف کہیں تام ہے کہیں کافی ہے اور کہیں حسن ہے اسی لیے شروع میں جو یہ بات کہی گئی تھی کہ جو قاری قرآن کے معنی نہ جانتا ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ انہی رموز پر وقف کرے۔

بعض دیگر قرآنی وقوف:

سوال: قرآن کریم کے حاشیہ پر بھی بعض وقوف لکھے ہوئے ہوتے ہیں ان کی بھی وضاحت کریں؟

جواب: قرآن کریم کے حاشیہ پر جو بعض وقوف کی اقسام تحریر ہوتی ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ قاری کی تلاوت میں خوبصورتی پیدا ہو اور وہ غلط مواقع پر وقف کرنے سے محفوظ رہے۔ اب ہم یہاں ان کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

(۱) وقف النبی ﷺ

اس وقف سے مراد وہ وقوف ہیں جو کہ آنحضرت ﷺ نے مختلف احادیث کے ذریعے مروی ہیں۔ وقف النبی ﷺ کے مواقع قرآن میں تقریباً چودہ ہیں اور یہ عموماً آیات کے درمیان میں واقع ہیں اور وسط آیت میں مذکورہ مواقع وقف آیات کے مفہوم ومطالب کو خوبصورت بناتے ہیں۔ ایسے مواقع پر وقف کرنا مستحب ہے جیسے سورۃ البقرہ میں وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ پر وقف النبی ﷺ ہے۔

(۲) وقف جبرائیل علیہ السلام یا وقف منزل:

علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ مناسب ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والا وقف جبرائیل سے واقف ہو۔ وقف جبرائیل کا دوسرا نام وقف منزل ہے۔ یہ دراصل وہ مواقع ہیں جن میں نزول قرآن کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے وقف فرمایا اور آنحضرت ﷺ نے بھی حضرت جبرائیل کی اتباع میں وقف فرمایا۔ جیسے سورہ آل عمران میں قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ پر وقف کرنا وقف جبرائیلؑ ہے۔ قرآن میں ایسے تیرہ مواقع ہیں جہاں یہ وقف ہوتا ہے۔

(۳) وقف غفران:

یہ وقف بھی قرآن کریم کے حاشیہ پر تحریر ہوتے ہیں ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر ان مقامات پر تلاوت کرنے والا دعا مانگے تو قبول ہوتی ہے اس لیے اس وقف کو وقف غفران کہتے ہیں۔ بعض کتب وقف میں تحریر ہے کہ ایسی جگہ وقف کرنے سے معنی کی موزونیت اور سننے والے پر بشاشت ظاہر ہوتی ہے ظاہر امر ہے کہ یہ امور عربی دان حضرات کے لیے ہی ہوا غیر عربی دان حضرات جو عربی زبان سے واقف نہ ہو ان کو نہیں پہچان سکے گا۔ جیسے سورۃ الانعام میں اِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ پر وقف کرنا۔ قرآن میں وقف غفران کے دس مواقع ہیں۔

(۴) وقف کفران:

یہ وقف قرآن کریم میں ان مقامات پر لکھا ہوتا ہے جہاں وقف کرنا صحیح نہیں کیونکہ ایسی جگہ وقف کرنے سے معنی مراد الٰہی کے خلاف ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے یا شان الٰہی کے خلاف معنی ظہور پذیر ہوتے ہیں جیسا کہ ہم وقف قبیح اور وقف اقبح کے ذیل میں تحریر کر آئے ہیں۔ جس جگہ وقف کفران تحریر ہو وہاں وقف کرنے کی صورت میں ماقبل سے اعادہ کرنا ضروری ہے مگر یاد رہے کہ راس آیت پر وقف کرنا بالکل صحیح ہے راس آیت پر اگر یہ نشان ہوگا تو وہ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

(۵) وقف معانقہ:

یہ وقف بھی قرآن کریم کے حاشیہ پر تحریر ہوتا ہے اس میں تین نقطے (∴) دو جگہ پر لکھے ہوتے ہیں معانقہ یعنی گلے ملنا گویا دو محل وقف قریب قریب آ جاتے ہیں مثلاً لَارَيْبَ ∴ فِيهِ ∴ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ۔ اس میں فِيهِ کو لَارَيْبَ کے ساتھ ملا کر پڑھنا بھی درست ہے اور لَارَيْبُ پر وقف کر کے فِيهِ کو هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ کے ساتھ ملا کر

پڑھنا بھی درست ہے۔

ایسے مواقع پر وصل اول فصل ثانی یا فصل اول وصل ثانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور فصل کل کے ساتھ وقف نہ کرے۔ ہمارے استاذ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ وصل کل بھی جائز ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں یعنی صرف فصل کل ناجائز ہے کیونکہ اس صورت میں اس جملہ کے سیاق وسباق دونوں منقطع ہو جاتے ہیں اور کلام بے معنی ہو جاتا ہے۔ وقف معانقہ کا ایک اور نام وقف مراقبہ بھی ہے اور بعض اوقات قرآن کے حاشیہ میں معانقہ یا مراقبہ کی بجائے ''مع'' کا لفظ بھی لکھا ہوتا ہے۔ وقف معانقہ قرآن میں پینتیس مقام پر آئے ہیں۔

فصل سوم: وقف باعتبار موقوف علیہ

سوال : بلحاظ موقوف علیہ وقف کی کتنی اقسام ہیں؟

جواب : بلحاظ موقوف علیہ وقف کی بارہ اقسام ہیں:

(۱) وقف بالسکون (۲) وقف بالاسکان (۳) وقف بالروم (۴) وقف بالاشمام (۵) وقف بالابدال (۶) وقف بالاثبات (۷) وقف بالالحاق (۸) وقف بالتشدید (۹) وقف بالحذف (۱۰) وقف بالاظہار (۱۱) وقف بالادغام (۱۲) وقف بالنقل

(۱) وقف بالسکون

سوال : وقف بالسکون سے کیا مراد ہے؟

جواب : اگر موقوف علیہ پہلے ہی سے ساکن ہو تو اس پر ٹھہرنا ہی وقف ہوگا جیسے فَلَا تَنْهَرْ – فَحَدِّثْ – فَارْغَبْ – فَكَبِّرْ – اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ وغیرہ اسے وقف بالسکون کہتے ہیں یہ وقف صرف حرف ساکن پر ہوتا ہے اور اس کو وقف بالاسکان نہیں کہنا چاہیے۔

(۲) وقف بالاسکان:

سوال : وقف بالاسکان سے کیا مراد ہے؟

جواب : اگر موقوف علیہ متحرک ہو تو اس کو ساکن کر دینا وقف بالاسکان کہلاتا ہے جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ سے اَلْعٰلَمِیْنْ۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ سے عٰلِمُ الْغَیْبْ۔ اَحَدٌ سے اَحَدْ۔ وقف بالاسکان زبر۔ زیر۔ پیش۔ دو زیر اور دو پیش پر ہوتا ہے۔

سوال : وہ کون سے مواقع ہیں جن میں صرف وقف بالاسکان ہی ہوتا ہے؟

جواب : یہ چار مواقع ہیں جن میں صرف وقف بالاسکان ہی ہوتا ہے روم و اشمام جائز نہیں ہے۔

(۱) موقوف علیہ پر سکون اصلی کا ہونا جیسے فَحَدِّثْ۔ فَانْصَبْ۔ وَمَنْ یَّعْتَصِمْ وغیرہ

(۲) موقوف علیہ کا مفتوح یا منصوب ہونا جیسے اَلْعٰلَمِیْنَ۔ لَارَیْبَ۔ وَالْعَیْنَ۔ وَتِلْکَ وغیرہ

(۳) وہ ھاء جو تانیث کی وجہ سے وقفاً اسماء کے آخر میں آئے گی۔ جیسے بَیِّنَةٌ۔ رَحْمَةٍ۔ اٰیَةٌ۔ اَلْمَلٰٓئِکَةُ وغیرہ

(۴) جو حرف اجتماع ساکنین کی وجہ سے متحرک ہو جائے اس حرف پر وقف بھی صرف اسکان کے ساتھ ہوگا جیسے میم جمع پر اجتماع ساکنین کی صورت میں ضمہ آ جانے کی وجہ سے روم و اشمام نہ ہوگا کیونکہ یہ ضمہ عارضی ہے جیسے وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ میں وَعِنْدَهُمْ پر۔ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ میں اِتَّخَذْتُمْ پر۔

اسی طرح واو لین جمع پر اجتماع ساکنین کی صورت میں جو ضمہ آتا ہے وہ بھی عارضی ہوتا ہے اس لیے اس واو جمع پر بھی اس صورت میں وقف بالاسکان ہی ہوگا جیسے اِشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ میں اِشْتَرَوْا پر۔ دَعَوُا اللّٰهَ میں دَعَوْا پر۔ وقف بالروم اور

وقف بالاشمام نہیں ہوگا۔ اسی طرح اجتماع ساکنین کی صورت میں کسرہ عارضی آنے پر بھی وقف بالروم نہ ہوگا صرف وقف بالاسکان ہوگا جیسے قُلِ ادْعُوْا میں قُلْ پر۔ اَوِادْعُوْا میں اَوْ پر۔ اَنْذِرِ النَّاسَ میں اَنْذِرْ پر۔

حِيْنَئِذٍ اور يَوْمَئِذٍ میں بھی صرف وقف بالاسکان ہی ہے کیونکہ ذال کا کسرہ تنوین عوض کے الحاق کی وجہ سے عارض ہوا ہے۔

تنوین وقف میں زائل ہوگی تو ذال اپنی اصلی حالت یعنی سکون کی طرف لوٹ جائے گی۔

(۳) وقف بالروم:

سوال : وقف بالروم کیا ہے؟

جواب : روم کا لغوی مطلب ''طلب کرنا'' یا ''ارادہ کرنا'' ہے اور اصطلاح میں اَلنُّطْقُ بِبَعْضِ الْحَرْكَةِ یعنی حرکت کے کچھ حصے کا تلفظ کرنا ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے روم کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے

وَرَوْمُکَ اِسْمَاعَ الْمُحَرَّکِ وَاقِفًا
بِصَوْتٍ خَفِيٍّ کُلَّ دَانٍ تَنَوَّلَا

یعنی روم یہ ہے کہ وقف کرتے ہوئے حرکت کو خفی آواز میں اس طرح سنانا کہ صرف قریب بیٹھا آدمی سن سکے۔

علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ دونوں تعریفوں کا حاصل ایک ہی ہے۔
(النشر فی القراءات العشر ج ۲ ص ۱۲۱)

سوال : روم کن حرکات پر ہوتا ہے؟

جواب : وقف بالروم زیر۔ دو زیر۔ پیش اور دو پیش پر ہوتا ہے جیسے اَلرَّحِيْمِ۔

اَلِيْمٍ ـ نَسْتَعِيْنُ ـ اَحَدٌ وغیرہ۔

سوال : نون تنوین مکسور و مضموم اور صلہ والی ھائے ضمیر میں وقف بالروم کس طرح کیا جائے گا؟

جواب : وقف بالروم میں نون تنوین حذف ہو جائے گی یعنی دو زیر اور دو پیش والے حرف کو ایک زیر اور ایک پیش والے حرف کی مانند سمجھ کر وقف کیا جائے گا۔ مثلاً شَيْءٍ ـ اَحَدٌ وغیرہ

اسی طرح وقف بالروم میں ھائے ضمیر کا صلہ حذف ہو جائے گا۔

جیسے بِهٖ اور لَهٗ وغیرہ۔

(۴) وقف بالاشمام

سوال : وقف بالاشمام کیا ہے؟

جواب : اشمام کے لغوی معنی ''بوسنگھانا'' ہیں علامہ شاطبیؒ نے اشمام کی تعریف اس طرح بیان فرمائی ہے ؎

وَالْاِشْمَامُ اِطْبَاقُ الشِّفَاهِ بُعَيْدَمَا
يُسَكَّنُ لَا صَوْتٌ هُنَاكَ فَيَصْحَلَا

یعنی اور اشمام ہونٹوں کو ملانا فوراً بعد اس کے کہ حرف کو ساکن کیا جائے (یعنی) اس جگہ کوئی آواز نہیں ہوتی کہ سنے کوئی یعنی اشمام کی حقیقت یہ ہے کہ حرف کو ساکن پڑھنے کے بعد ہونٹوں کو ملا کر حرکت (ضمہ) کی طرف اشارہ کیا جائے۔
مختصر تعریف اس طرح ہے ''حرکت کی جانب اس طرح اشارہ کرنا کہ اس کی آواز نہ ہو'' اور بعض علماء نے یہ تعریف بیان کی ہے ''ہونٹوں کو اس طرح گول کرنا جیسے ضمہ کی ادائیگی میں ہوتے ہیں'' دونوں تعریفوں کا ماحصل ایک ہی ہے۔ البتہ اتنا ضرور

ذہن نشین کرلو کہ ہونٹوں کا گول کرنا یہ اشارہ موقوف علیہ کے کامل سکون کے بعد ہوتا ہے نیز یہ صرف پیش اور دو پیش پر ہوتا ہے۔ جیسے نَسْتَعِیْنُ اور اَحَدٌ وغیرہ۔

وقف بالاسکان۔ روم و اشمام سے متعلق کچھ اشکالات اور ان کے جوابات:

سوال : وقف بالاسکان۔ وقف بالروم اور وقف بالاشمام میں سے کون سا وقف اصل ہے؟

جواب : وقف میں اسکان اس لیے اصل ہے کہ وقف کا مقصد استراحت ہے اور تمام حرکات سے سکون اخف اور اسہل ہے اسی لحاظ سے استراحت کے حصول میں اسکان اصل ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ وقف بالاسکان تمام حرکات میں ہوتا ہے بخلاف روم و اشمام کے۔

سوال : فتحہ اور نصب میں روم کیوں نہیں ہوتا؟

جواب : فتحہ یا نصب میں روم نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فتحہ کی حرکت پر روم تکلف سے خالی نہیں کیونکہ فتحہ حرکت خفیفہ ہے اور خفت ہی کا نتیجہ ہے کہ فتحہ کی حرکت کو تقسیم یا اس کا تجزیہ نہیں کیا جا سکتا ہے کیونکہ جب اس کے بعض حصہ کو نکالنے کا ارادہ کیا جائے تو وہ اخف الحرکت ہونے کی بناء پر پورا ہی ادا ہوگا اور سہولت و آسانی اور سرعت سے ادا ہو جانے کی بناء پر اس میں روم نہیں ہوتا۔

سوال : اشمام فتحہ اور کسرہ میں کیوں نہیں ہوتا؟

جواب : اشمام صرف ضمہ اور رفع میں ہی درست ہے فتحہ اور نصب میں اشمام اس لیے درست نہیں کہ فتحہ انفتاح فم سے ادا ہوتا ہے جبکہ اشمام میں انضمام شفتین ہے اور انفتاح فم اور انضمام شفتین باہم اضداد ہیں جو ایک وقت میں ادا نہیں ہو سکتی ہیں ایسے

ہی کسرہ انخفاض فم سے ادا ہوتا ہے اور یہ بھی انضمام شفتین کے مخالف ہے۔

سوال : روم واشمام کے کیا فائدے ہیں؟

جواب : روم واشمام کے درج ذیل فوائد ہیں:

(۱) روم واشمام کا تعلق افادہ یا استفادہ سے ہے جو استاد وشاگرد کے درمیان واقع ہوتا ہے۔

(۲) روم واشمام سے موقوف علیہ کی حرکت سے آگاہی حاصل ہوتی ہے۔

(۳) جب موقوف علیہ حلقی وغیر حلقی ہو اور اس کا ماقبل صحیح ساکن ہو تو وہاں وقف بالروم وقف بالاسکان کی بہ نسبت آسان اور اسہل ہوتا ہے جیسے فَلْيَدْعُ۔ سَنَدْعُ۔ يُضْلِلْهُ۔ عَنْهُ۔ شَهْرُ۔ وَالْعَصْرِ۔ صَبْرٌ وغیرہ

اختلاس

سوال : اختلاس کیا ہے؟

جواب : فتحہ یا نصب میں روم کی بجائے اختلاس ہوتا ہے۔ اختلاس کے لغوی معنی ہیں ''اچک لینا'' اور اصطلاح میں اختلاس سے مراد یہ ہے کہ حرکت کا دو تہائی حصہ پڑھنا یا ایسی آواز میں پڑھنا کہ اس کا غالب حصہ سنائی دے اور معمولی طور پر پستی ہو۔

سوال : اختلاس اور روم میں کیا فرق ہے؟

جواب : اختلاس اور روم میں درج ذیل فرق ہیں:

(۱) روم حالت وقف میں کیا جاتا ہے اور اختلاس وصل و وقف دونوں حالتوں میں ہوتا ہے۔

(۲) روم میں حرکت کا ایک تہائی حصہ ادا کیا جاتا ہے اور بقایا دو تہائی حذف ہوتا

ہے جبکہ اختلاس میں حرکت کا دو تہائی حصہ ادا کیا جاتا ہے اور ایک تہائی حذف ہوتا ہے۔

(۳) روم صرف زیر اور پیش پر ہوتا ہے جبکہ اختلاس زیر زبر پیش تینوں حرکات پر ہوتا ہے۔

سوال : اختلاس کس کلمہ میں ہوتا ہے؟

جواب : روایت حفص میں اختلاس صرف ایک کلمہ لَا تَاْمَنَّا میں ہوتا ہے۔

سوال : لَا تَـاْمَـنَّـا میں تو پیچھے کہا گیا تھا کہ اظہار مع الروم ہوتا ہے جبکہ آپ یہاں اس میں اختلاس بتلا رہے ہیں؟

جواب : لَا تَـاْمَـنَّـا میں اظہار مع الروم کی اصطلاح میں روم سے مراد اختلاس ہی ہے کہ جس کو روم سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ روم و اختلاس دونوں ادائیگی میں تقریباً قریب قریب ہی ہیں۔

حروف مقطعات پر وقف

سوال : حروف مقطعات پر وقف کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب : انتیس سورتوں کے آغاز میں ایک سے زیادہ جو مقطعات ہیں وہ آپس میں موصول لکھے جاتے ہیں خواہ دو حرفی ہوں یا تین حرفی یا زیادہ جیسے یٰـسٓ۔ حٰـمٓ۔ طٰسٓ۔ الٓمّٓصٓ۔ کٓھٰیٰعٓصٓ وغیرہ۔ مگر حٰـمٓ o عٓسٓقٓ (الشوریٰ) میں میم اور عین کو مفصول لکھا گیا ہے لہٰذا میم پر وقف صحیح ہے۔ ان تمام حروف مقطعات کے اواخر میں وقف کرنا صحیح ہے مگر درمیان میں وقف کرنا صحیح نہیں کیونکہ یہ حروف مقطعات موصول لکھے ہوئے ہیں۔

البتہ ایک حرفی میں صٓ وَ الْـقُـرْاٰنِ ذِی الذِّکْـرِ o اور نٓ وَ الْـقَـلَـمِ وَمَـا

یَسۡطُرُوۡنَ ۝ میں صاد اور نون پر وقف صحیح نہیں البتہ قٓ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡمَجِیۡدِ میں قاف پر وقف جائز ہے۔(المکتفی فی الوقف والابتداء للامام الدانی ؒ)

(۵) وقف بالابدال

سوال : وقف بالابدال کیا ہے؟

جواب : ابدال کا مطلب ''بدلنا'' ہے یعنی دوزبر کی تنوین کو الف سے بدلنا جیسے اَبَدًا سے اَبَدَا۔ رِزْقًا سے رِزْقَا۔ مَآءً سے مَآءَ ا۔

اور تائے تانیث کو وقف میں ھاء ساکنہ سے بدلنا جیسے خَلِیۡفَۃٌ سے خَلِیۡفَہۡ اَلۡقَارِعَۃُ سے اَلۡقَارِعَہۡ وغیرہ

(۶) وقف بالاثبات

سوال : وقف بالاثبات کیا ہے؟

جواب : وقف بالاثبات سے مراد یہ ہے کہ جس حرف پر وقف کیا جائے وہ حرف مدہو اور وصلاً یا رسماً محذوف ہو۔ وقف بالاثبات کی درج ذیل اقسام ہیں:

(ا) اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے جو حروف مدہ وصلاً حذف ہو جاتے ہیں وقف میں ان حروف مدہ کو باقی رکھ کر پڑھنا وقف بالاثبات کہلاتا ہے جیسے وَقَالَا الۡحَمۡدُ۔ قَالُوا الۡئٰنَ۔ فِی الۡاَرۡضِ میں وَقَالَا۔ قَالُوۡا اور فِیۡ کو باقی رکھتے ہوئے وقف کرنا۔

(ب) اسی طرح وہ حروف مد جو تماثل فی الرسم کی وجہ سے محذوف ہوں ان پر بھی وقف بالاثبات ہوگا جیسے تَرَآءَ الۡجَمۡعٰنِ میں تَرَآءَا۔ لِتَسۡتَوٗا اور یُحۡیٖ وغیرہ

(ج) وہ الف مرسوم جو کہ وصلاً نہ پڑھا جارہا ہو جیسے اَلرَّسُوۡلَا۔ اَلسَّبِیۡلَا۔

لٰـكِنَّا (الکہف) اور اَنَا وغیرہ کہ وقف میں ان کلمات کے الفات کو باقی رکھ کر وقف کیا جاتا ہے۔

(د) کلمات کے اواخر میں جو یاءات رسماً و وصلاً محذوف ہوتی ہوں وقف میں ان کو باقی رکھ کر پڑھنا جیسے فَمَآ اٰتٰنِ (النمل) کے آخر میں یاء کے اثبات سے وقف کرنا وقف بالاثبات ہی کہلائے گا۔ دیگر قراءات میں بَاقٍ ۔ هَادٍ ۔ وَادٍ وغیرہ

(ز) قائم مقام حروف مدہ پر بھی وقف' وقف بالاثبات ہی کہلائے گا جیسے وَالضُّحٰی ۔ سَجٰی ۔ اَلرِّبٰوا وغیرہ

(۷) وقف بالالحاق

سوال : وقف بالالحاق کیا ہے؟

جواب : علامہ جزری النشر میں فرماتے ہیں:

"فَالْاِلْحَاقُ لِمَا يَلْحَقُ آخِرُ الْكَلِمِ مِنْ هَا آتِ السَّكْتِ"

یعنی کلمہ کے آخر میں لاحق ہونے والی ھاء سکتہ پر وقف' وقف بالالحاق کہلائے گا یہ ھاء بروایت حفص سات کلمات میں آئی ہے۔

(۱) لَمْ يَتَسَنَّهْ (البقرہ) (۲) اِقْتَدِهْ (الانعام) (۳) كِتَابِيَهْ دوجگہ (الحاقہ) (۴) حِسَابِيَهْ دوجگہ (الحاقہ) (۵) مَالِيَهْ (الحاقہ) (۶) سُلْطَانِيَهْ (الحاقہ) (۷) مَاهِيَهْ (القارعہ)

اسی طرح امام یعقوبؒ اور بزی کی قراءت میں عَمَّ کو عَمَّهْ ۔ لِمَ کو لِمَهْ ۔ فِيمَ کو فِيمَهْ وغیرہ ان کلمات میں بھی وقفاً ھاء سکتہ کا جو اضافہ کیا جاتا ہے ایسی ھاءات پر وقف کو وقف بالالحاق کہتے ہیں۔

(۸) وقف بالتشدید

سوال : وقف بالتشدید کیا ہے؟

جواب : اگر کسی کلمہ کا آخری حرف مشدد ہو تو وقف کرتے ہوئے اس کی تشدید کو باقی رکھ کر وقف کرنا چاہیے چاہے اسکان کے ساتھ وقف ہو یا وقف بالروم ہو یا وقف بالاشمام۔ جیسے اَلدَّوَآبِّ۔ جَآنٌّ۔ وَ تَبَّ۔ مُسْتَمِرٌّ۔ يُحِقُّ الْحَقَّ۔ وَ يَتَعَدَّ وغیرہ

اس کے علاوہ اگر کلمہ کا آخری حرف مشدد مفتوح ہو تو صرف وقف بالاسکان ہوگا اور موقوف علیہ پر فتحہ پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسی صورت میں چونکہ ساکنین جمع ہو جاتے ہیں لہٰذا بعض لوگ اجتماع ساکنین کی ثقالت سے بچنے کے لیے موقوف علیہ کو مفتوح پڑھ دیتے ہیں جو بالکل غلط ہے۔ صحیح طریقہ پڑھنے کا یہ ہے کہ موقوف علیہ کو ساکن رکھے اور تشدید بھی باقی رکھے۔

سوال : موقوف علیہ مشدد پر وقف کرنے میں تشدید پر کوئی اثر پڑے گا؟

جواب : موقوف علیہ مشدد ہو خواہ حرف علت ہو یا حرف صحیح، تشدید پر جب وقف ہوگا تو تشدید میں کسی قسم کی کمی یا زیادتی نہ ہوگی یعنی جس طرح وصل میں حرف مشدد کی ادا میں دو حرف کی دیر ہوتی ہے وقف میں بھی یہ دیر کی جائے گی۔ حرف شدیدہ میں آواز روک کر اور حرف رخوہ میں آواز کو جاری رکھ کر۔

(۹) وقف بالحذف

سوال : وقف بالحذف کیا ہے؟

جواب : ان یاءات کو جو وصلاً پڑھی جاتی ہیں وقف میں حذف کرنا وقف بالحذف کہلاتا ہے جیسے روایت حفص میں فَمَآ اٰتٰنِ میں حذف یاء کے ساتھ وقف

وقف بالحذف کہلائے گا۔ اور دیگر قراءات میں جیسے امام نافع اور امام بصری کے لیے یَسْرِ۔ اَلدَّاعِ۔ اَلْجَوَارِ وغیرہ۔

(۱۰) وقف بالاظہار

سوال : وقف بالاظہار کیا ہے؟

جواب : جس حرف پر وقف کیا جائے وہ مدغم ہو یعنی حالت وصل میں اس حرف کا مابعد والے حرف میں ادغام ہو رہا ہو یا حرف مخفاۃ ہو ان دونوں صورتوں میں ہونے والا وقف 'وقف بالاظہار کہلائے گا جیسے فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ میں یُسْرِفْ پر۔ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ میں اَثْقَلَتْ پر۔ اور حرف مخفاۃ کی مثال جیسے وَلٰكِنْ كَانُوْا میں وَلٰكِنْ پر۔

ایسے ہی میم مقلوبہ پر وقف بھی وقف بالاظہار ہی کہلائے گا جیسے فَاِنْ م بَعَثْتُ میں فَاِنْ پر وقف۔

(۱۱) وقف بالادغام

سوال : وقف بالادغام کیا ہے؟

جواب : امام حمزہ کے لیے ہمزہ کو وقف میں ماقبل کے ہم جنس حرف سے بدل کر اور پھر دونوں کا باہم ادغام کر کے وقف کرنے کو وقف بالادغام کہتے ہیں جیسے اَلنَّسِیْ ءُ سے اَلنَّسِیّ۔ قُرُوْءٌ سے قُرُوّ وغیرہ۔

(۱۲) وقف بالنقل

سوال : وقف بالنقل کیا ہے؟

جواب : امام حمزہ ہی کے لیے ہمزہ کی حرکت ماقبل حرف ساکن کے نقل کر دینے

کے بعد اس حرف پر جو وقف کیا جائے گا وہ وقف بالنقل کہلائے گا جیسے دِفْءٌ سے دِفُ۔ مِلْءٌ سے مِلُ وغیرہ۔

نوٹ: وقف بالاثبات۔ وقف بالالحاق۔ وقف بالحذف۔ وقف بالادغام اور وقف بالنقل ان کا تعلق دیگر قراءات سے زیادہ ہے یہاں برائے معلومات نقل کیے گئے ہیں تفصیل کے لیے کتب قراءات سے رجوع فرمائیں۔

فصل چہارم: سکتہ۔ ابتداء اعادہ اور قطع کے احکام

سکتہ

سوال: سکتہ کا لغوی مطلب اور سکتہ کی تعریف بیان کریں؟

جواب: سکتہ کا لغوی مطلب ''خاموش ہونا'' ہے جبکہ اصطلاحی تعریف اس طرح ہے ''قَطْعُ الصَّوْتِ زَمَنًا هُوَ دُوْنَ زَمَنِ الْوَقْفِ عَادَةً مِّنْ غَيْرِ تَنَفُّسٍ۔'' (النشر فی القراءات العشر ج ا ص ۲۴۰) یعنی جس قدر وقت کے لیے حالت وقف میں آواز قطع کی جاتی ہے اس سے کم وقت کے لیے آواز کا منقطع کرنا مگر سانس نہ لینا سکتہ کہلاتا ہے۔

اقسام سکتہ

سوال: سکتہ کی اقسام بیان کریں؟

جواب: سکتہ کی دو اقسام ہیں:

(۱) سکتہ لفظی (۲) سکتہ معنوی

سوال: سکتہ لفظی کیا ہے؟

جواب: روایت حفص میں بطریق شاطبی ''سکتہ لفظی نہیں ہے البتہ بطریق

جزری ؒ سکتہ لفظی ہے یعنی اگر حرف صحیح ساکن کے بعد ہمزہ آ جائے تو حرف ساکن پر سکتہ کیا جائے گا جیسے مَنْ اٰمَنَ – قَدْ اَفْلَحَ وغیرہ

سوال : سکتہ لفظی کیوں کیا جاتا ہے؟

جواب : یہ سکتہ تحقیق الھمز کے لیے کیا جاتا ہے یعنی سکتہ کرنے سے ہمزہ کو بالتحقیق ادا کرنے میں قدرت حاصل ہوتی ہے۔

سوال : سکتہ معنوی سے کیا مراد ہے؟

جواب : جن موقعوں میں دو کلموں کے مابین معنوی انفصال کو ظاہر کرنا ہو تو یہ سکتہ کیا جاتا ہے۔

سوال : سکتہ معنوی کن مقامات پر ہوتا ہے؟

جواب : روایت حفص ؒ میں پانچ مقامات پر یہ سکتہ کیا جاتا ہے:

(۱) عِوَجًا ۝ سکتہ قَيِّمًا – (الکہف)

(۲) مِنْ مَّرْقَدِنَا سکتہ هٰذَا (یٰس)

(۳) مَنْ سکتہ رَاقٍ (القیامہ)

(۴) بَلْ سکتہ رَانَ (المطففین)

(۵) سورۃ الانفال اور سورۃ البراءۃ کے درمیان تین وجوہ جائز ہیں:

(۱) وصل (۲) وقف (۳) سکتہ

یہ تیسری وجہ بھی سکتہ معنوی ہی ہے۔

سوال : سکتہ لفظی اور سکتہ معنوی میں کیا فرق ہے؟

جواب : سکتہ لفظی وصل کے حکم میں ہے اور سکتہ معنوی وقف کے حکم میں ہے۔

سوال : سکتہ معنوی کا حکم بیان کریں؟

جواب : سکتہ کرتے وقت وقف کی مانند آواز کو تو قطع کیا جائے گا مگر سانس نہیں

توڑا جائے گا اور جس کلمہ پر سکتہ کیا جائے گا اس پر وقف کے احکام جاری ہوں گے سکتہ کرتے ہوئے متحرک حرف کو ساکن کیا جائے گا اور دوزبر والی تنوین الف سے بدل جائے گی جیسے عِوَجًا کی تنوین الف سے بدلی جائے گی اسی طرح مَنْ کے نون اور بَلْ کے لام میں اظہار ہوگا سورۃ الانفال وسورۃ التوبہ کے مابین اگر سکتہ کیا جائے گا تو وقف کی طرح کلمہ کے آخر حرف کو ساکن کر کے سکتہ ہوگا۔ یعنی اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ o سکتہ بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ الخ

سکتہ میں وقف سے کم وقت آواز بند ہوگی مگر اس قدر بھی کم نہیں کہ سننے والے کو سکتہ کرنے کا علم ہی نہ ہو۔

سوال : ان کے علاوہ چار مزید مقامات پر سکتہ روایت کیا جاتا ہے ان کا کیا حکم ہے؟

جواب : ہمارے پاک و ہند کے مطبوعہ قرآن کے نسخوں میں چار مقامات پر مزید سکتہ تحریر کیا جاتا ہے وہ چار مقامات درج ذیل ہیں:

(۱) ظَلَمْنَا سکتہ اَنْفُسَنَا (الاعراف)

(۲) اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا سکتہ مَابِصَاحِبِهِمْ (الاعراف)

(۳) عَنْ هٰذَا سکتہ وَ اسْتَغْفِرِیْ (یوسف)

(۴) حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتہ وَ اَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ (القصص)

سکتہ کے متعلق علامہ جزری فرماتے ہیں:

”سکتہ کا جواز سماع اور نقل کے ساتھ مقید ہے لہٰذا یہ صرف اسی جگہ جائز ہوگا جہاں روایت سے ثابت ہو کیونکہ سکتہ ایک مقصود بالذات طریق اداء ہے جس کے لیے روایت سے ثبوت ضروری ہے۔“

اس بیان کی روشنی میں ان چار مواقع پر سکتہ کرنا بروایت حفص درست نہیں اور نہ

ہی دیگر کسی روایت وقراءت کی رو سے درست ہے۔ بعض مؤلفین وشارحین نے تحریر کیا ہے کہ ان چار مواقع پر سکتہ کرنا تمام قراء کے لیے جائز اور اولیٰ ہے مگر قراءات کی تمام معتبر کتب ان کے قول کی تائید نہیں کرتی ہیں۔ قراءات میں قیاس کا کوئی دخل نہیں اور روایت ونقل سے چونکہ ان سکتات کا کوئی ثبوت نہیں لہٰذا ان مقامات پر سکتہ کرنا بھی صحیح نہیں۔

سوال : روایت حفصؒ کے ان مذکورہ مقامات میں جہاں سکتہ جائز ہے اس میں امام شاطبیؒ اور امام جزریؒ کا کیا اختلاف ہے؟

جواب : روایت حفصؒ کے ان مذکورہ مقامات میں جہاں سکتہ جائز ہے بطریق شاطبیؒ صرف سکتہ ہے اور بطریق جزریؒ سکتہ اور عدم سکتہ دونوں وجوہ ہیں۔

ابتداء

سوال : ابتداء کا لغوی مطلب وتعریف بیان کریں؟

جواب : ابتداء کا لغوی مطلب ہے ''شروع کرنا'' اور اصطلاح میں ''اَلْاِبْتِدَاءُ بِمَوَاضِعِ مُحَدَّدَةٍ لَّا تَخْتَلُّ فِيْهَا الْمَعَانِيْ'' یعنی ایسے مواقع پر سے ابتدا کرنا کہ جہاں سے ابتداء کرتے ہوئے معانی میں خلل واقع نہ ہوتا ہو۔

ابتداء وقف کی ضد ہے جیسا کہ وقف وابتداء کے مفہوم سے بھی یہ بات ظاہر ہو رہی ہے۔ (البرھان للزرکشی جلد ۱ صفحہ ۳۴۲)

سوال : ابتداء کے احکام بتائیں؟

جواب : ابتداء میں دو باتوں کا جاننا ضروری ہے:

(۱) کیفیت ابتداء (۲) محل ابتداء

(۱) کیفیت ابتداء

یعنی یہ جاننا کہ ابتداء کس طرح کی جائے تا کہ بے قاعدہ ابتداء نہ ہو۔

کیفیت ابتداء کی صرف ایک ہی صورت ہے اور وہ ابتداء بالحرکت ہے اس لیے جس کلمہ سے ابتدا کرنی ہے اگر اس کے پہلے حرف پر حرکت ہے تو ابتداء اسی حرکت کے ساتھ ہوگی اور اگر حرکت نہیں ہے اور ہمزہ وصلی سے کلمہ شروع ہو رہا ہے تو ہمزہ وصلی کو قاعدہ کے موافق حرکت دے کر ابتداء کی جائے گی اور ہمزہ وصلی کے قواعد ہم باب ہفتم ہمزہ کے قواعد میں بیان کر آئے ہیں۔

(۲) محل ابتداء

یعنی یہ پہچاننا کہ ابتداء کس جگہ سے کی جائے تا کہ بے موقع ابتداء نہ ہو۔

ابتداء کی اقسام

سوال : محل ابتداء کی اقسام بیان کریں؟

جواب : وقف کی مانند محل ابتداء کی بھی اقسام ہیں اور یہ چار طرح کی ہیں:

(۱) ابتداء تام (۲) ابتداء کافی (۳) ابتداء حسن (۴) ابتداء قبیح

ابتداء تام

سوال : ابتداء تام سے کیا مراد ہے؟

جواب : وقف تام کے مابعد سے ابتداءً ابتداء تام کہلائے گی جیسے وَ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ پر وقف تام ہے کیونکہ یہاں کلام لفظاً اور معناً دونوں لحاظ سے مکمل ہو گیا لہٰذا آگے اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سے ابتداء تام ہے جس کا ماقبل سے لفظاً اور معناً تعلق نہیں ہے۔ یعنی ابتدا تام ایسی ابتداء ہے جس کا ماقبل سے لفظاً اور معناً تعلق نہ ہو

اور یہ وقف تام کے بعد ہوتی ہے۔

ابتداء کافی

سوال : ابتداء کافی سے کیا مراد ہے؟

جواب : وقف کافی کے مابعد سے ابتداء کرنا ابتداء کافی کہلائے گا یعنی ایسی ابتداء جس کا ماقبل سے معناً تو تعلق ہو مگر لفظاً تعلق نہ ہو جیسے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ پر وقف کافی ہے اور اس کے مابعد وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ سے ابتداء کرنا ابتداء کافی ہے۔

ابتداء کی یہ دونوں اقسام بلا خلاف درست ہیں۔

ابتداء حسن

سوال : ابتداء حسن سے کیا مراد ہے؟

جواب : وقف تام اور وقف کافی میں موقوف علیہ کے مابعد سے ابتداء صحیح ہے مگر وقف حسن کے بعد ضروری نہیں ہے کہ ابتداء بھی حسن ہو۔

مگر جب وقف راس آیت پر ہو تو اس وقت بلاشبہ موقوف علیہ کے مابعد سے ابتداء اکثر اہل ادا کے نزدیک درست وصحیح اور پسندیدہ ہے۔

ابتداء قبیح

سوال : ابتداء قبیح سے کیا مراد ہے؟

جواب : ابتداء قبیح سے یہ مراد ہے کہ ایسی ابتداء کہ جس سے کلام الٰہی کا مفہوم مراد الٰہی یا شان الٰہی کے خلاف ہو جائے جیسے يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ پر وقف تو وقف حسن ہے مگر وَاِيَّاكُمْ پر سے ابتداء کرنا ابتداء قبیح ہے کیونکہ مفہوم تبدیل

ہو جائے گا یعنی وَإِيَّاكُمْ أَنْ تُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ پر سے ابتداء غلط ہوگی کیونکہ ترجمہ یوں ہو جائے گا ''خبردار اللہ پر ایمان لانے سے بچو (نعوذ باللہ)''۔

سوال : ابتداء قبیح کا حکم بیان کریں؟

جواب : جس طرح وقف کلام اور مضمون کی مناسبت سے کرنا چاہیے اسی طرح ابتداء یا اعادہ کا محل بھی مناسب ہونا چاہیے۔ اگر کوئی شخص دوران تلاوت اعادہ قبیح کا مرتکب ہو جائے تو اس سے حرمت یا کفر کا جواز ثابت نہ ہوگا۔ ہاں اگر معنی سے واقف ہوتے ہوئے بطور استہزاء قصداً ایسی حرکت کرے گا اور مذکورہ اوقاف اور اعادہ قبیح کا مرتکب ہوگا تو نہ صرف حرام بلکہ موجب کفر ہوں گے۔

اعادہ

سوال : اعادہ سے کیا مراد ہے؟

جواب : اعادہ کا لغوی مطلب لوٹانا یا دہرانا ہے اور اصطلاح قراء میں اگر وقف حسن غیر راس آیت پر ہو یا وقف قبیح ہو جائے تو ماقبل موقوف علیہ یا کلمہ موقوفہ سے لوٹا کر دوبارہ پڑھنے کو اعادہ کہتے ہیں۔

سوال : اعادہ کا حکم کیا ہے؟

جواب : اعادہ حکم میں ابتداء کی مانند ہے یعنی جو اصول وقواعد ابتداء کے لیے ہیں وہی اعادہ کے لیے بھی ہیں۔

سوال : ابتداء اور اعادہ میں کیا فرق ہے؟

جواب : ابتداء اور اعادہ میں صرف مابعد اور ماقبل کا فرق ہے یعنی ابتداء کی حالت میں حرف موقوف علیہ کے بعد سے پڑھا جاتا ہے اور اعادہ میں وقف والے حرف کے ماقبل سے پڑھا جاتا ہے۔

قطع

سوال : قطع سے کیا مراد ہے؟

جواب : قطع کا لغوی مطلب ''جدا کرنا'' ہے جب کہ اصطلاح میں قطع کی تعریف یہ ہے ''اَلْقَطْعُ عِنْدَهُمْ عِبَارَةٌ عَنْ قَطْعِ الْقِرَآءَةِ رَأْسًا فَهُوَ كَالْإِنْتِهَآءِ فَالْقَارِئُ بِهٖ كَالْمُعْرِضِ عَنِ الْقِرَآءَةِ وَ الْمُنْتَقِلِ مِنْهَا اِلٰى حَالَةٍ اُخْرٰى سِوَى الْقِرَآءَةِ'' (النشر فی القراءات العشر ج۱ص۲۴۰)

یعنی قطع یہ ہے کہ قرآءت ختم کرنے کی نیت سے ٹھہر جانا کہ جو پڑھنے والے کی انتہا ہو اور قاری قرآءت کو ترک کر کے کسی دوسرے کام میں مشغول ہو جائے اور دوبارہ قرآءت کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

سوال : قطع کا کیا حکم ہے؟

جواب : قطع قرآءت آیت کے وسط میں نہیں ہونی چاہیے بلکہ ہمیشہ قطع قرآءت راس آیت پر ہو۔

امام غزالیؒ نے احیاء علوم الدین میں تحریر فرمایا ہے اور اسی قول کو علامہ احمد الجزریؒ نے الحواشی المفہمہ شرح المقدمۃ الجزریہ میں بیان کیا ہے کہ بہتر ہے کہ ''تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد کہے صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ''۔

☆☆☆

باب یازدہم:

مقطوع وموصول اور تاء تانیث کا بیان

فصل اول: مقطوع موصول

سوال : وقف کرنے کا اجماعی اصول کیا ہے؟

جواب : وقف کا اجماعی اصول یہ ہے کہ قرآنی رسم الخط کی پیروی کی جائے اگر قرآنی رسم الخط میں دو یا زیادہ کلمات موصول لکھے ہوں تو وہ رسم کی وجہ سے حکماً ایک کلمہ سمجھے جائیں گے اور وقف موصول پر نہیں بلکہ اس کے آخر میں کرنا ہوگا۔

اور جو کلمات مقطوع لکھے ہوئے ہوں ان میں ہر کلمے کے آخر میں وقف صحیح ہوگا جیسے اَنْ لَّا اگر الگ الگ لکھا ہوا ہے تو اس میں اَنْ پر بھی وقف ہو سکتا ہے اور لَا پر بھی وقف درست ہے مگر اگر یہی کلمہ ملا کر لکھا جیسے اَلَّا تو پھر وقف صرف لَا پر ہی ہو سکتا ہے درمیان میں وقف نہیں ہوگا کیونکہ یہ اب ایک کلمہ ہے۔

سوال : مقطوع اور موصول کلمات سے کیا مراد ہے؟

جواب : مقطوع وہ کلمہ ہے جو کہ مابعد سے جدا کر کے لکھا جاتا ہے اس قسم کے کلمات پر وقف اضطراری یا اختیاری یا بطور تعلیم کے وقف کرنا صحیح ہوتا ہے گو معنی کے

اعتبار سے وہاں وقف اختیاری صحیح نہ ہو۔

موصول وہ کلمہ کہلاتا ہے جس کو مابعد سے ملا کر لکھا گیا ہو رسماً موصول ہونے کی وجہ سے اس قسم کا کلمہ اصطلاح میں ایک ہی شمار ہوتا ہے چاہے عربیت کے اعتبار سے وہ ایک کلمہ نہ ہو۔ اور خواہ موصول دو لفظ ہوں یا زیادہ ہوں۔

اب ہم کچھ ایسے کلمات بیان کرتے ہیں جو قرآن میں بعض جگہ مقطوع اور بعض جگہ موصول لکھے گئے ہیں۔

اَنْ لَّا

سوال : اَنْ لَّا کتنے مواقع پر مقطوع ہے؟

جواب : دس مواقع پر کلمہ اَنْ لَّا مقطوع ہے جو درج ذیل ہیں:

شمار	آیت	سورة
۱	اَنْ لَّا یَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ	الاعراف
۲	حَقِیْقٌ عَلٰٓی اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ	الاعراف
۳	اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ	التوبہ
۴	اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	ہودٌ
۵	اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰہَ اِنِّیْٓ اَخَافُ عَلَیْکُمْ	ہودٌ
۶	اَنْ لَّا تُشْرِکْ بِیْ شَیْئًا	الحج
۷	اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ	یٰس
۸	اَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰہِ	الدخان
۹	عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ	الممتحنہ
۱۰	اَنْ لَّا یَدْخُلَنَّهَا الْیَوْمَ	القلم

جبکہ سورۃ الانبیاء والا اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّآ اَنْتَ مختلف فیہ ہے قطع راجح ہے گو وصل بھی صحیح ہے۔ سورۃ ہودؑ کا پہلا اَلَّا تَعْبُدُوْا جو پہلے رکوع میں ہے موصول ہے۔ ایسے ہی اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ (النمل) والا بھی موصول ہے۔ یہ دس مواقع جو متفق علیہ ہیں مقطوع ہیں اور ایک موقع مختلف فیہ ہے اس کے علاوہ تمام مواقع پر یہ کلمہ موصول ہے جیسے اوپر دو مواقع بیان ہوئے۔

اِنْ مَّا

سوال : اِنْ مَّا قرآن میں کتنی جگہ مقطوع ہے؟

جواب : اِنْ مَّـا قرآن میں صرف ایک جگہ سورۃ الرعد میں مقطوع وارد ہے وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ۔ باقی ہر جگہ اِمَّا قرآن میں موصول آیا ہے جیسے اِمَّا تَخَافَنَّ (الانفال) وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ (یونسؑ) فَاِمَّا تَرَيِنَّ (مریمؑ) فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ (الغافر) فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ (البقرہ) وغیرہ

عَنْ مَّا

سوال : عَنْ مَّا قرآن میں کتنی جگہ مقطوع ہے؟

جواب : عَنْ مَّا قرآن میں صرف ایک جگہ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا (الاعراف) میں مقطوع ہے بقایا تمام جگہ قرآن میں موصول ہی لکھا گیا ہے جیسے عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ۔ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ وغیرہ وغیرہ

مِنْ مَّا

سوال : مِنْ مَّا قرآن میں کتنی جگہ مقطوع ہے؟

جواب : مِنْ مَّا قرآن میں دو جگہ مقطوع آیا ہے:

(۱) فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيَاتِكُمُ (النساء)

(۲) مِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ (الروم)

اور ایک موقع مختلف فیہ ہے یعنی وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ (المنافقین) میں قطع و وصل دونوں روایات وارد ہیں۔ باقی قرآن میں یہ کلمہ ہر جگہ موصول ہے جیسے مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ۔ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا۔

یاد رہے کہ مِنْ کے بعد اسم ظاہر ہوگا تو مِنْ مقطوع ہی لکھا جائے گا جیسے مِنْ مَّارِجٍ۔ مِنْ مَّالٍ وغیرہ اور ضمیر ہو تو موصول ہوگا جیسے مِمَّنْ مَّنَعَ۔ مِمَّنِ افْتَرٰى۔ فرق اس قدر ہے کہ ضمیر کے ساتھ نون مرسوم ہوگا۔ اور مَنْ کے ساتھ بوجہ ادغام مِنْ کا نون نہیں لکھا جائے گا۔

اَمْ مَّنْ

سوال : اَمْ مَّنْ قرآن میں کتنی جگہ مقطوع آیا ہے؟

جواب : اَمْ مَّنْ قرآن میں چار جگہ مقطوع آیا ہے:

شمار	آیت	سورۃ
۱	اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا	النساء
۲	اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ	التوبہ
۳	اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا	الصافات
۴	اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا	فصلت

ان چار مواقع کے علاوہ ہر جگہ اَمَّنْ موصول ہے جیسے اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ۔ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وغیرہ۔

اِنَّ مَا

سوال : اِنَّ مَا قرآن میں کتنی جگہ مقطوع آیا ہے؟

جواب : اِنَّ مَا قرآن میں باتفاق ایک جگہ مقطوع ہے جو سورۃ الانعام میں اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ میں آیا ہے۔ایک اور موقع اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ سورۃ النحل والا مختلف فیہ ہے مگر موصول راجح ہے۔ باقی تمام جگہ یہ کلمہ متفق علیہ موصول وارد ہے جیسے اِنَّمَآ اَنَا (الکہف) اِنَّمَا نَحْنُ (البقرہ)

اَنَّ مَا

سوال : اَنَّ مَا قرآن میں کتنی جگہ مقطوع آیا ہے؟

جواب : اَنَّ مَا قرآن میں دو مقام پر مقطوع ہے اور دو مقام پر مختلف فیہ ہے۔ متفق علیہ مقطوع مواقع یہ ہیں:

(۱) وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ — (الحج)

(۲) وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ (لقمٰن)

اور ایک موقع پر خلف ہے یعنی مقطوع اور موصول دونوں رسم پائے گئے ہیں۔ یعنی وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ. (الانفال)

كُلَّ مَا

سوال : كُلَّ مَا قرآن میں کتنی جگہ مقطوع ہے؟

جواب : كُلَّ مَا قرآن میں بالاتفاق ایک جگہ مقطوع ہے یعنی مِنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ — (ابراہیم)

باقی چار جگہ مختلف فیہ ہے۔

شمار	آیت	سورۃ
۱	كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ	النساء
۲	كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ	الاعراف
۳	كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا	المؤمنون
۴	كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ	الملک

بقایا تمام مواقع میں بالاتفاق موصول ہے جیسے كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ (البقرہ) اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ (البقرہ) وغیرہ

بِئْسَ مَا

سوال : بِئْسَ مَا کتنے مواقع پر مقطوع اور کتنے میں موصول ہے؟

جواب : بِئْسَ مَا قرآن میں ایک جگہ پر مختلف فیہ ہے یعنی بِئْسَ مَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ (البقرہ) مگر وصل قوی ہے۔ ایسے ہی بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖ (البقرہ) اور بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ (الاعراف) بالاتفاق موصول ہیں۔

لَبِئْسَ مَا قرآن میں (لام کے ہمراہ) چھ جگہ وارد ہے اور یہ تمام مواقع مقطوع ہیں۔

شمار	آیت	سورۃ
۱	لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ	البقرہ
۲	فَلَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ	آل عمران
۳	لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ	المائدہ
۴	لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ	المائدہ

۵	لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ	المائدہ
۶	لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ	المائدہ

فِيْ مَا

سوال : فِيْ مَا قرآن میں کتنی جگہ مقطوع ہے؟

جواب : فِيْ مَا قرآن میں بالاتفاق ایک جگہ مقطوع ہے یعنی فِي مَا هٰهُنَا اٰمِنِيْنَ (الشعراء) اور دس مقام پر مختلف فیہ ہے یعنی مقطوع اور موصول دونوں رسم وارد ہیں۔

شمار	آیت	سورۃ
۱	فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ (ثانی)	البقرہ
۲	فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ	المائدہ
۳	فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ	الانعام
۴	لِيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰكُمْ	الانعام
۵	فِيْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ	الانبیاء
۶	فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ	النور
۷	فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ	الروم
۸	فِيْ مَا هُمْ	الزمر
۹	فِيْ مَا كَانُوْا	الزمر
۱۰	فِيْ مَالَا تَعْلَمُوْنَ	الواقعہ

باقی تمام مواقع میں فِیْمَا موصول آیا ہے جیسے فِیْمَا فَعَلْنَ۔ فِیْمَ اَنْتَ وغیرہ۔

اَیْنَ مَا

سوال : اَیْنَ مَا قرآن میں کتنے مواقع پر موصول ہے؟

جواب : اَیْنَمَا قرآن میں دو جگہ بالاتفاق موصول ہے۔

(۱) فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ. (البقرہ)

(۲) اَیْنَمَا یُوَجِّهْهُّ (النحل)

جبکہ تین مقام پر مقطوع موصول لکھنے میں اختلاف ہے۔

شمار	آیت	سورۃ
۱	اَیْنَمَا تَكُوْنُوْا یُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ	النساء
۲	اَیْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ	الشعراء
۳	اَیْنَ مَا ثُقِفُوْا	الاحزاب

باقی تمام قرآن میں یہ کلمہ مقطوع آیا ہے جیسے اَیْنَ مَا كُنْتُمْ وغیرہ۔

اِنْ لَّمْ

سوال : اِنْ لَّمْ قرآن میں کتنی جگہ موصول ہے؟

جواب : اِنْ لَّمْ قرآن میں ایک جگہ موصول آیا ہے۔

(۱) فَاِلَّمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَكُمْ (ہود)

باقی تمام جگہ قرآن میں یہ کلمہ مقطوع آیا ہے جیسے فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا۔ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا۔

اَلَّنْ

سوال : اَلَّنْ قرآن میں کتنی جگہ موصول آیا ہے؟

جواب : قرآن مجید میں دو مقام پر اَلَّنْ موصول آیا ہے۔

(۱) اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا (الکہف)

(۲) اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ (القیامہ)

باقی تمام مواقع پر یہ کلمہ مقطوع آیا ہے جیسے اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ (الفتح) اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ (الجن) اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ (البلد) وغیرہ۔

كَيْلَا

سوال : كَيْلَا قرآن میں کتنی جگہ موصول آیا ہے؟

جواب : قرآن میں كَيْلَا کا کلمہ چار جگہ موصول آیا ہے جو یہ ہیں:

شمار	آیت	سورۃ
۱	لِكَيْلَا تَحْزَنُوْا	آل عمران
۲	لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا	الحج
۳	لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ	الاحزاب
۴	لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ	الحدید

اس کے علاوہ تین جگہ پر یہ لفظ مقطوع وارد ہوا ہے۔

شمار	آیت	سورۃ
۱	لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا	النحل
۲	لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ	الاحزاب پہلا موقع
۳	كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً	الحشر

ان سات مواقع کے علاوہ قرآن میں یہ کلمہ نہیں آیا ہے۔

یَوْمَ هُمْ

سوال : یَوْمَ هُمْ قرآن میں کتنی جگہ مقطوع وارد ہوا ہے؟

جواب : قرآن میں دو مقام پر یَوْمَ هُمْ مقطوع آیا ہے۔

(۱) یَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ۔ (المومن)

(۲) یَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ۔ (الذاریات)

قرآن میں چار جگہ یَوْمَهُمْ موصول آیا ہے۔

شمار	آیت	سورة
۱	حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ	الزخرف
۲	مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِىْ يُوْعَدُوْنَ	الذاریات
۳	حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ فِيْهِ	الطور
۴	حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِىْ	المعارج

ان چھ مواقع کے علاوہ قرآن میں یَوْمَهُمْ نہیں آیا ہے۔

مَالِ

سوال : مَا استفہامیہ لام جر سے قرآن میں کتنی جگہ مقطوع لکھا ہے؟

جواب : باتفاق قرآن میں چار جگہ مَا استفہامیہ کے بعد لام جر مقطوع لکھا گیا ہے۔

شمار	آیت	سورة
۱	فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ	النساء

۲	مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ	الکہف
۳	مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ	الفرقان
۴	فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	المعارج

ان چار مواقع کے علاوہ لام جارہ ہر جگہ اپنے مجرور سے موصول لکھا گیا ہے جیسے مَالَكَ لَا تَاْمَنَّا (یوسف) وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ (اللیل)

سوال : بعض ایسے کلمات کا ذکر کریں جو موصول لکھے جاتے ہیں؟

جواب : كَالُوْهُمْ اور اَوْوَّزَنُوْهُمْ میں واؤ جمع کے بعد الف فاصل نہیں لکھا گیا مطلب یہ ہوا کہ هُمْ کی ضمیر كَالُوْ اور اَوْوَّزَنُوْ سے موصول ہے اور دونوں جگہ واؤ جمع پر وقف جائز نہیں ہے۔

اسی طرح لام تعریف اپنے مدخول پر موصول ہوتا ہے جیسے اَلسَّمَآءُ میں قطع جائز نہیں ایسے ہی اَلْحَمْدُ۔ اَلْاَرْضُ۔ اَلْحَقُّ وغیرہ ہیں۔

ہاء تنبیہ بھی اپنے مدخول سے موصول ہی لکھی جاتی ہے جیسے هٰاَنْتُمْ وغیرہ حرف ندا کا یا اپنے منادیٰ سے موصول لکھا جاتا ہے جیسے يٰاَيُّهَا النَّاسُ۔ يٰاٰدَمُ۔ يٰبُنَيَّ وغیرہ۔

سوال : حروف مقطعات کو کس طرح لکھنا چاہیے؟

جواب : بعض سورتوں کے شروع میں ایک سے زیادہ جو حروف مقطعات ہیں وہ آپس میں موصول لکھے جاتے ہیں خواہ وہ دو حرفی ہوں یا تین حرفی یا زیادہ جیسے يٰسٓ۔ حٰمٓ۔ طٰسٓ۔ الٓمّٓصٓ۔ كٓهٰيٰعٓصٓ وغیرہ

مگر سورۃ الشوریٰ کے شروع میں لکھے گئے مقطعات حٰمٓ o عٓسٓقٓ میں میم اور عین کو مفصول لکھا گیا ہے لہٰذا میم پر وقف صحیح ہے۔

فصل دوم: تاء تانیث کا بیان

سوال: قرآن کریم میں تاء تانیث کا رسم کتنی طرح ہے؟

جواب: قرآن مجید میں تاء تانیث کا رسم دو طرح ہے:

(۱) بصورت ھاء جس کو تاء مربوطہ یا تاء مدورہ کہتے ہیں۔

(۲) بصورت تاء جس کو تاء مجرورہ یا تاء مطولہ کہتے ہیں۔

سوال: تاء تانیث کو بصورت ھاء کیوں لکھا جاتا ہے؟

جواب: تاء تانیث کو بصورت ھاء لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی فصیح لغت میں اس کو وقفا ھاء سے بدلا جاتا ہے اسی لیے اس کو ھاء کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔

سوال: تاء اور ھاء میں سے کون سا حرف اصل ہے؟

جواب: نحات کا اس میں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے اصل کون ہے؟ سیبویہ اور جمہور کی رائے میں تاء اصل ہے کیونکہ اعرابی حالت اسی پر جاری ہوتی ہے اور ھاء صرف حالت سکون یعنی وقف میں ہوتی ہے۔ دوسرے یہ کہ وصل اصل اور وقف عارضی حالت ہے لہٰذا تاء اصل اور ھاء عارضی ہوئی۔

سوال: جب تاء کو وقفاً ھاء سے بدلا جاتا ہے تو ھاء کو وصل میں بھی کیوں باقی نہیں رکھا جاتا؟

جواب: بعض نحویین کہتے ہیں کہ ھاء اصل اور تاء فرع ہے لہٰذا اس کو ھاء تانیث کہنا چاہیے اور اس ھاء کو وصل میں تاء سے اس لیے بدلا گیا کہ ھاء حرف ضعیف ہے جو ضعف کی وجہ سے حروف علت کے مشابہ ہے لہٰذا وصل میں اس کو ایسے مناسب حرف سے بدلا گیا جو ھاء سے قوی ہو اور اعرابی حالت کے مطابق اس پر تمام حرکات

داخل ہوسکیں بخلاف ھاء کے کہ وہ تمام حرکات کا محل اعراب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے۔

سوال : ان دونوں اقسام پر وقف کرنے کا کیا حکم ہے؟

جواب : تاء مربوطہ پر تو باتفاق تمام قراء کے لیے ھاء ساکنہ سے بدل کر وقف ہوگا اور روم و اشمام اس میں ناجائز ہے۔ اور قرآن میں تیرہ کلمات ایسے ہیں جو اکتالیس مقام پر آئے ہیں ان میں تاء صورت تاء طویلہ لکھی گئی ہے اس میں وقف کرنے میں قراء عشرہ کا اختلاف ہے۔

چنانچہ مکی۔ بصری اور کسائی ان پر وقف بالھاء کرتے ہیں اور باقی قراء رسم کے مطابق وقف بالتاء کرتے ہیں۔ جو قراء وقف بالھاء کرتے ہیں ان کے لیے اس پر روم و اشمام سے وقف جائز نہیں اور جو قراء وقف بالتاء کرتے ہیں ان کے لیے ان پر روم و اشمام سے وقف کرنا جائز ہے۔

رَحْمَتْ

سوال : کلمہ رَحْمَتْ کتنی جگہ لمبی تاء سے مرسوم ہے؟

جواب :

شمار	آیت	سورۃ
۱	يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ	البقرہ
۲	اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ	الاعراف
۳	رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ	ہودؑ
۴	ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا	مریمؑ

۵	فَانْظُرْ اِلٰی اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰہِ	الروم
۶	اَهُمْ یَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّکَ	الزخرف
۷	وَ رَحْمَتُ رَبِّکَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ	الزخرف

مذکورہ بالا سات مواقع کے علاوہ لفظ رَحْمَةُ خواہ مفرد ہو یا مضاف ہر جگہ مرسوم بالتاء مدورہ ہے جیسے لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ۔ وَ اٰتٰنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً۔ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رَحْمَةٌ وغیرہ۔

نِعْمَتْ

سوال: لفظ نِعْمَتْ قرآن میں کتنی جگہ لمبی تاء سے مرسوم ہے؟

جواب: لفظ نِعْمَتْ قرآن میں گیارہ مقام پر مرسوم بالتاء طویلہ ہے۔

شمار	آیت	سورة
۱	وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ (دوسرا)	البقرہ
۲	وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ	آل عمران
۳	اُذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ (دوسرا)	المائدہ
۴	بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ کُفْرًا	ابراہیمؑ
۵	وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْهَا	ابراہیمؑ
۶	وَبِنِعْمَتِ اللّٰہِ هُمْ یَکْفُرُوْنَ	النحل
۷	یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ	النحل
۸	وَاشْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ	النحل
۹	اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ	لقمانؑ

۱۰	یٰاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ	الفاطر
۱۱	فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ	الطور

ان گیارہ مواقع کے علاوہ قرآن میں تمام مواقع پر لفظ نِعْمَةً بالتاء مدورہ مرسوم ہے جیسے وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰہِ (البقرہ) وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ (النحل) وَاذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ (المائدہ) وغیرہ

لَعْنَتَ

سوال : لفظ "لَعْنَتَ" قرآن میں کتنی جگہ تاء طویلہ سے مرسوم ہے؟

جواب : لفظ لَعْنَتَ قرآن میں دو جگہ تاء طویلہ سے مرسوم ہے:

(۱) فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ (پہلا) (آل عمران)

(۲) وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَیْہِ (النور)

ان دو کے ماسوا ہر جگہ لفظ لَعْنَةُ گول تاء سے آیا ہے۔

جیسے اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ لَعْنَةُ اللّٰہِ (البقرہ) اَلَا لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ (ہود)

اِمْرَاَتُ

سوال : اِمْرَاَتُ قرآن میں کتنے مواقع پر لمبی تاء سے مرسوم ہے؟

جواب : اِمْرَاَتُ قرآن میں سات جگہ تاء مطولہ سے مرسوم ہے۔

شمار	آیت	سورة
۱	اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرَانَ	آل عمران
۲	اِمْرَاَتُ الْعَزِیْزِ تُرَاوِدُ	یوسف

۳	قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْئٰنَ	یوسف
۴	وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّةُ	القصص
۵۔۶	لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ	التحریم
۷	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ	التحریم

قرآن میں لفظ اِمْرَاَتُ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہو کر مذکورہ سات مواقع میں تاء طویلہ کے ساتھ آیا ہے اس کے علاوہ جہاں بھی آیا ہے غیر مضاف ہے جیسے وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ وغیرہ ہر جگہ تاء مدورہ کے ساتھ مرسوم ہے یا ضمیر کی طرف مضاف ہے جیسے وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ تو یہ بھی اپنے اصول کے مطابق تاء مدورہ کے ساتھ مرسوم ہے۔

مَعْصِيَتُ اور شَجَرَتُ

سوال : لفظ مَعْصِيَتُ اور شَجَرَتُ قرآن میں کتنے مواقع میں تاء مطولہ کے ساتھ مرسوم ہیں؟

جواب : لفظ مَعْصِيَتُ دو جگہ قرآن میں آیا ہے اور دونوں جگہ لمبی تاء سے ہی مرسوم ہے۔

(۱) وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (المجادلہ)

(۲) فَلَا تَتَنٰجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ (المجادلہ)

لفظ شَجَرَتُ ایک مقام پر تاء مطولہ سے مرسوم ہے:

(۱) اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ (الدخان)

دیگر تمام مواقع میں بالتاء مدورہ مرسوم ہے جیسے اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ (الصافات)

سُنَّتْ

سوال : لفظ سُنَّتْ قرآن میں کتنی جگہ لمبی تاء سے مرسوم ہے؟

جواب : لفظ سُنَّتْ قرآن میں پانچ جگہ مرسوم بالتاء طویلہ ہے۔

شمار	آیت	سورۃ
۱	فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِیْنَ	الانفال
۲	فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ	الفاطر
۳	فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا	الفاطر
۴	وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا	الفاطر
۵	سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ	المؤمن

ان پانچ کے علاوہ قرآن میں ہر جگہ لفظ سُنَّةُ تاء مربوطہ سے آیا ہے جیسے وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِیْنَ (الحجر) سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا (الاسراء) وغیرہ

قُرَّتْ — جَنَّتْ — فِطْرَتْ — بَقِیَّتْ اور اِبْنَتْ

سوال : قُرَّتْ — جَنَّتْ — فِطْرَتْ — بَقِیَّتْ اور اِبْنَتْ قرآن میں کتنے مواقع میں لمبی تاء سے مرسوم ہیں؟

جواب : قُرَّتْ ایک جگہ لمبی تاء سے لکھا گیا ہے:

(۱) قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَکَ۔ (القصص)

باقی دو جگہ پر لفظ قُرَّةَ اور آیا ہے مگر وہ مرسوم بالتاء المدورہ ہے۔

(۱) مَآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ۔ (الم السجدہ)

(۲) وَ ذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ (الفرقان)

لفظ جَنَّتُ قرآن میں ایک جگہ لمبی تاء سے آیا ہے:

(۱) وَ رَيْحَانٌ وَّ جَنَّتُ نَعِيمٍ (الواقعہ)

باقی ہر جگہ قرآن میں یہ لفظ تاء مدورہ سے مرسوم ہے۔ جیسے اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ وغیرہ

فِطْرَتُ قرآن میں صرف ایک ہی جگہ آیا ہے اور وہ لمبی تاء سے مرسوم ہے۔ یعنی فِطْرَتَ اللّٰهِ (الروم)

بَقِيَّتُ قرآن میں ایک جگہ مرسوم بالتاء طویلہ ہے۔

(۱) بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ (ہودؑ)

قرآن میں دو جگہ بَقِيَّةٌ اور آیا ہے اور وہاں گول تاء سے مرسوم ہے:

(۱) وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ۔ (البقرہ)

(۲) وَ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ۔ (ہودؑ)

اِبْنَتُ کا لفظ قرآن میں ایک جگہ آیا ہے اور وہ لمبی تاء سے مرسوم ہے۔

(۱) وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ۔ (التحریم)

كَلِمَتُ

سوال : كَلِمَتُ قرآن میں کتنی جگہ لمبی تاء سے مرسوم ہے؟

جواب : كَلِمَتُ قرآن میں چار مواقع پر لمبی تاء سے مرسوم ہے:

شمار	آیت	سورة
۱	وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا	الانعام
۲	وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى	الاعراف
۳	وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْا	یونسؑ

۴	اِنَّ الَّذِیْنَ حَقَّتْ عَلَیْهِمْ کَلِمَتُ رَبِّکَ	یونسؑ
۵	وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوْا	المؤمن

ان کے علاوہ بقایا مواقع میں لفظ کَلِمَةُ تاء مدورہ سے مرسوم ہے جیسے وَجَعَلَ کَلِمَةَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا (التوبہ) وغیرہ یاد رہے کہ تاء تانیث کے ان کلمات میں مفرد و جمع پڑھنے کا بھی ائمہ قراءات میں اختلاف ہے جو قراءات کی کتب سے معلوم ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

خاتمہ

فصل اول: بعض ضروری مسائل رسم قرآن

سوال: رسم الخط سے کیا مراد ہے؟

جواب: قرآنی کلمات کو حذف وزیادت اور وصل وقطع کی پابندی کے ساتھ اس شکل پر لکھنا جس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو اور جو تواتر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہو۔

سوال: خط اور رسم الخط میں کیا فرق ہے؟

جواب: کسی لفظ کو کتابت کے اصولوں کے مطابق لکھنا خط کہلاتا ہے جیسے اَلْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمَانُ وغیرہ۔ اور ان کو اس طرز پر لکھنا جیسا کہ قرآن کریم کی کتابت میں لکھا جاتا ہے تو الف حذف ہو جائے گا جیسے اَلْعٰلَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنُ وغیرہ یہ رسم الخط ہے۔ دوسرے الفاظ میں مفہوم یہ ہوا کہ اگر کلمہ کا رسم تلفظ کے مطابق ہو گا تو خط کہلائے گا اور اسے قیاسی بھی کہیں گے اور اگر کلمہ تلفظ کے مطابق نہ ہو تو رسم الخط یا

اصطلاحی کہلائے گا۔

وہ کلمات جن کا الف صرف وقفاً پڑھا جاتا ہے

سوال: وہ کون سے کلمات ہیں جن کے آخر میں لکھا ہوا الف وصل میں نہیں پڑھا جاتا مگر حالت وقف میں پڑھا جاتا ہے؟

جواب: یہ سات کلمات ہیں:

نمبر شمار	کلمہ	سورت	نمبر شمار	کلمہ	سورت
۱	اَنَا	جہاں بھی آئے	۵	اَلسَّبِیْلَا	الاحزاب
۲	لٰکِنَّا	الکہف	۶	سَلٰسِلَا	الدہر
۳	اَلظُّنُوْنَا	الاحزاب	۷	قَوَارِیْرَا (اول)	الدہر
۴	اَلرَّسُوْلَا	الاحزاب			

وہ کلمات جن کے وقف میں خلف ہے

سوال: قرآن میں کون سا کلمہ ایسا ہے جو وقفاً دو طرح پڑھنا درست ہے؟

جواب: قرآن میں ایسے دو کلمات آئیں ہیں ان کو وقف میں دو طرح پڑھ سکتے ہیں اور دونوں طریقے صحیح ہیں۔

شمار	کلمہ	سورت	طریقہ اول	طریقہ ثانی
۱	فَمَآ اٰتٰنِ	النمل	فَمَآ اٰتٰنْ بحذف یاء	فَمَآ اٰتٰنِیْ باثبات یاء
۲	سَلٰسِلَا	الدہر	سَلٰسِلْ بحذف الف	سَلٰسِلَا باثبات الف

وہ کلمات جن کا الف وصلاً ووقفاً نہیں پڑھا جاتا

سوال : وہ کون سے کلمات ہیں جن کے آخر میں الف مرسوم ہے مگر وصل اور وقف دونوں حالتوں میں پڑھنے میں نہیں آتا ہے۔

جواب : ایسے کلمات نو ہیں جو درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	کلمہ	سورت	نمبر شمار	کلمہ	سورت
۱	اَوْ يَعْفُوَاْ	البقرہ	۶	لِيَبْلُوَاْ	محمد ﷺ
۲	اَنْ تَبُوْٓءَاْ	المائدہ	۷	نَبْلُوَاْ	محمد ﷺ
۳	لِتَتْلُوَاْ	الرعد	۸	ثَمُوْدَاْ	ہودؑ۔ الفرقان۔
۴	لَنْ نَّدْعُوَاْ	الکہف			العنکبوت۔ النجم
۵	لِيَرْبُوَاْ	الروم	۹	قَوَارِيْرَاْ (ثانی)	الدہر

دیگر کلمات جن کا الف بھی پڑھنے میں نہیں آتا

سوال : وہ کون سے کلمات ہیں جن کے درمیان میں مرسوم الف پڑھنے میں نہیں آتا؟

جواب : یہ تقریباً بارہ الفاظ ہیں جو درج ذیل ہیں:

شمار	کلمہ	سورت	شمار	کلمہ	سورت
۱	لَاْاِلَى اللّٰهِ	آل عمران	۵	اَفَاْئِنْ	آل عمران
۲	وَلَاْاَوْضَعُوْا	التوبہ	۶	مَلَاْئِهٖ	متعدد جگہ
۳	لَاْاَذْبَحَنَّهٗ	النمل	۷	مَلَاْئِهِمْ	یونسؑ
۴	لَاْاِلَى الْجَحِيْمِ	الصافات	۸	لِشَاْئٍ ءٍ	الکہف

۹	مِنْ نَّبَاْئِ	الکہف	۱۱	مِاْئَةٌ	جہاں بھی آئے
۱۰	وَجِاْیْٓءَ	الفجر	۱۲	مِاْئَتَیْنِ	جہاں بھی آئے

ضُعْفٍ اور ضُعْفًا کے پڑھنے کا طریقہ

سوال: وہ کون سے دو کلمے ہیں جن کو دو طرح سے پڑھنا جائز ہے؟

جواب: سورۂ روم میں کلمہ ضُعْفٍ جو دو جگہ آیا ہے اور ضُعْفًا جو ایک جگہ آیا ہے ان کو ضُعْفٍ اور ضَعْفٍ دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے ایسے ہی ضُعْفًا اور ضَعْفًا دونوں طرح پڑھنا صحیح ہے۔

ضاد پر ضمہ یا فتحہ پڑھنے میں اس بات کا خیال رہے کہ اگر پہلے کلمہ ضُعْفٍ پر ضمہ پڑھا ہے تو پھر باقی دو کلمات ضُعْفٍ اور ضُعْفًا پر بھی ضمہ ہی پڑھا جائے گا۔

اسی طرح اگر پہلے ضَعْفٍ پر فتحہ پڑھا ہے تو بقایا دو کلمات میں ضَعْفٍ اور ضَعْفًا پر بھی فتحہ پڑھا جائے گا۔

یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک کلمے پر ضمہ اور ایک کلمہ پر فتحہ پڑھا جائے کہ اس طرح پڑھنا صحیح نہیں۔

اَیُّهُ کا رسم

سوال: اَیُّهُ کا رسم اور اس پر وقف کا طریقہ کیا ہے؟

جواب: اَیُّهَا تمام قرآن میں مرسوم بالالف ہے لہٰذا سب جگہ وقف بھی الف کے ساتھ ہوگا مگر تین جگہ بلا الف مرسوم ہے جو درج ذیل ہیں:

(۱) اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ (النور)

(۲) اَیُّهَ السّٰحِرُ (الزخرف)

(۳) اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ (الرحمٰن)

ان تین مقام پر چونکہ الف مرسوم نہیں لہٰذا وقف بھی بلا الف ہوگا یعنی ھاء کو ساکن کردیں گے۔

وَكَاَيِّنْ کا رسم

سوال: وَكَاَيِّنْ کا کیا حکم ہے؟

جواب: وَكَاَيِّنْ میں جو نون ساکن ہے یہ دراصل نون تنوین ہے مگر مرسوم ہے۔ قرآن حکیم میں اس کے سوا کہیں نون تنوین مرسوم نہیں۔ قاعدہ کے مطابق تو وقف کی حالت میں تنوین حذف ہو جاتی ہے مگر جیسا کہ ہم پیچھے بتا آئے ہیں کہ وقف تابع رسم الخط ہے لہٰذا اس مقام پر تنوین مرسوم ہونے کی وجہ سے حالت وقف میں ثابت رہے گی۔

لَيَكُوْنًا اور لَنَسْفَعًا کا رسم

سوال: لَيَكُوْنًا اور لَنَسْفَعًا کا کیا حکم ہے؟

جواب: لَيَكُوْنًا (یوسفؑ) اور لَنَسْفَعًا (العلق) دونوں کلمات زبر کی تنوین سے مرسوم ہیں مگر حقیقت میں یہ نون ساکن ہے یعنی اس طرح لَيَكُوْنَنْ اور لَنَسْفَعَنْ۔ مگر ان کلمات پر بھی وقف رسم الخط کے اعتبار سے ہوگا اصل کے اعتبار سے نہیں یعنی دو زبر کی تنوین کو الف سے بدل کر وقف کریں گے۔

آخر کلمہ کے حرف علت کا حکم

سوال: آخر کلمہ کے حرف علت کا وقف میں کیا حکم ہے؟

جواب: آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی حذف ہو

جائے گا اور جو مرسوم ہوگا تو وہ وقف میں بھی ثابت رہے گا ثابت فی الرسم ثابت فی الوقف کی امثلہ

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ – مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ – وَلَا تَسْقِى الْحَرْثَ وغیرہ

محذوف فی الرسم محذوف فی الوقف کی امثلہ:

وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ (النساء) نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ (یونس) مَتَابِ – عِقَابِ (الرعد) وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ (الاسراء) وَيَمْحُ اللّٰهُ (الشوریٰ) يَدْعُ الدَّاعِ (القمر) سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ (العلق)

البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا تو اس قسم کا محذوف فی الرسم وقف میں ثابت رہے گا جیسے يُحْيِ – يَسْتَحْيِ – وَاِنْ تَلْوٗا – لِتَسْتَوٗا – مَآءً – تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ –

وہ چار کلمات جن کے بالصاد اور بالسین پڑھنے میں اختلاف ہے:

سوال : يَبْصُۜطُ – بَصْۜطَةً – الْمُصَۜيْطِرُوْنَ اور بِمُصَۜيْطِرٍ میں سین اور صاد کے پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب : ایسے کلمات پورے قرآن میں چار جگہ آئے ہیں جن میں بالصاد اور بالسین پڑھنے کا اختلاف ہے۔

(۱) يَقْبِضُ وَ يَبْصُۜطُ (البقرہ) (۲) فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً (الاعراف)

(۳) اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ (الطور) (۴) بِمُصَۜيْطِرٍ (الغاشیہ)

ان چاروں کلمات میں بطریق شاطبیہ اور بطریق طیبہ جو اختلاف ہے اس کو ہم جدول کے ذریعے واضح کرتے ہیں۔

شمار	کلمہ	بطریق شاطبیہ ادائیگی	بطریق طیبہ ادائیگی
۱	يَقْبِضُ وَ يَبْصُّطُ (البقرہ)	صرف بالسین	سین وصاد دونوں
۲	فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً (الاعراف)	صرف بالسین	سین وصاد دونوں
۳	اَمْ هُمُ الْمُصَّيْطِرُوْنَ (الطور)	سین وصاد دونوں	سین وصاد دونوں
۴	بِمُصَّيْطِرٍ (الغاشیہ)	صرف صاد	سین وصاد دونوں

فصل دوم: تکبیر کا بیان

سوال: تکبیر کا سبب کیا ہے؟

جواب: تکبیر کا سبب بعض کے نزدیک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کچھ مدت کے لیے وحی کا انقطاع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کفار مکہ نے طعنا کہنا شروع کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) ان کے رب نے چھوڑ دیا ہے اور ان کا رب ناراض ہو گیا ہے جب انتظار کے بعد سورہ والضحیٰ نازل ہوئی تو آپ نے اختتام سورۃ پر بطور شکر کے اَللّٰهُ اَكْبَرُ فرمایا۔ اور بعض حضرات کے مطابق تکبیر کا سبب یہ ہے کہ سورۃ والضحیٰ کے نزول کے موقع پر حضرت جبرائیل علیہ السلام اپنی اصلی صورت میں آئے تھے اور اس سے متاثر ہو کر آپ نے اَللّٰهُ اَكْبَرُ فرمایا۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ سورۃ والضحیٰ میں اللہ تعالیٰ نے بعض خاص نعمتوں کا تذکرہ و وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جو نہایت مہتم بالشان ہیں بالخصوص آیت وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى ٥ کہ اس آیت میں ایسی عنایات وعطایا کا

وعدہ تھا جو سب انعامات وعنایات سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا سبب بنی اور بے انتہا موجب صد مسرت وخوشی تھی ان نعمتوں کے شکر میں آپ نے فرط مسرت سے ختم سورت پر اَللّٰهُ اَكْبَرُ فرمایا۔

ایسے ہی تاخیر وحی کے اسباب بھی مختلف اور اس میں بھی متعدد اقوال ہیں جن کی تفصیل کتب مطولہ میں موجود ہے۔

سوال : تکبیر کی اصل کون سی حدیث ہے؟

جواب : تکبیر کی روایت امام ابن کثیر مکیؒ کے راوی احمد بزیؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ بْنَ سُلَيْمَانَ يَقُوْلُ قَرَأْتُ عَلٰى اِسْمَاعِيْلَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ قُسْطَنْطِيْنَ فَلَمَّا بَلَغْتُ وَ الضُّحٰى قَالَ لِيْ كَبِّرْ عِنْدَ خَاتِمَةِ كُلِّ سُوْرَةٍ حَتّٰى تَخْتِمَ فَاِنِّيْ قَرَأْتُ عَلٰى عَبْدِاللّٰهِ بْنِ كَثِيْرٍ فَلَمَّا بَلَغْتُ وَ الضُّحٰى قَالَ لِيْ كَبِّرْ عِنْدَ خَاتِمَةِ كُلِّ سُوْرَةٍ حَتّٰى تَخْتِمَ وَ اَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَرَاَ عَلٰى مُجَاهِدٍ فَاَمَرَهٗ بِذٰلِكَ وَ اَخْبَرَهٗ مُجَاهِدٌ اَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ اَمَرَهٗ بِذٰلِكَ وَ اَخْبَرَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ اَنَّ اُبَيَّ ابْنَ كَعْبٍ اَمَرَهٗ بِذٰلِكَ وَ اَخْبَرَهٗ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَهٗ بِذٰلِكَ۔ (المستدرک الحاکم)

"کہ سنا میں نے عکرمہ بن سلیمانؒ سے فرماتے ہیں کہ پڑھا میں نے اسماعیل بن عبداللہ بن قسطنطینؒ سے جب میں سورۃ والضحیٰ پر پہنچا تو مجھ سے کہا اسماعیلؒ نے کہ تکبیر کہو ہر سورت کے ختم پر قرآن کے ختم تک کیونکہ میں نے پڑھا عبداللہ ابن کثیر مکیؒ سے پس جب میں پہنچا سورۃ والضحیٰ پر تو امام

عبداللہ ابن کثیر مکی نے فرمایا کہ تکبیر کہو ہر سورت کے ختم پر قرآن کے ختم تک اور امام مکیؒ نے بتلایا کہ پڑھا انہوں نے امام مجاہدؒ سے پس امام مجاہدؒ نے تکبیر کا حکم فرمایا اور امام مجاہدؒ نے بتلایا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے مجھے اس کا امر کیا اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے خبر دی کہ حضرت ابی بن کعبؓ نے اس کا حکم کیا اور حضرت ابی بن کعبؓ نے بتلایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کا حکم فرمایا۔" (مستدرک حاکم)

سوال : تکبیر کی روایت تو صرف امام مکیؒ کے راوی احمد البزیؒ سے مروی ہے تو کیا روایت حفص میں اس کا پڑھنا صحیح ہے؟

جواب : اگرچہ حدیث تکبیر مرفوعاً مسلسل بالامر صرف احمد البزی راوی امام ابن کثیر مکیؒ ہی سے بلا اختلاف ہے لیکن سنت ہونے کی وجہ سے تمام قراء کے لیے مشائخ نے تکبیر کو پسند کیا ہے۔

سوال : تکبیر کس سورۃ سے شروع کی جائے؟

جواب : اس میں تین قول ہیں:

اول : اَلَمْ نَشْرَحْ کے آغاز سے لے کر سورۃ وَالنَّاس کے آغاز پر۔

دوم : وَالضُّحٰی کے آخر سے لے کر سورۃ وَالنَّاس کے آخر تک۔

سوم : ہر سورۃ کے ابتداء میں تکبیر پڑھنا یعنی اول سورۃ فاتحہ سے لے کر آخر قرآن حکیم تک ماسوا سورۃ البراءۃ کے۔

باب چہارم: ترک تکبیر

سوال : محل تکبیر کیا ہے؟

جواب : تکبیر کا محل بسملہ سے قبل ہے۔

سوال : تکبیر کے الفاظ کیا ہیں؟

جواب : تکبیر کے الفاظ اس طرح ہیں:

(۱) صرف تکبیر: یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(۲) تہلیل و تکبیر: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔

(۳) تہلیل و تکبیر و تحمید: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

یہ تینوں قول صحیح ہیں۔

(۴) تکبیر و تحمید: اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

یہ وجہ صحیح نہیں ہے۔

تکبیر اور بسملہ کے وصل اور فصل کے اعتبار سے بننے والی وجوہ:

سوال : تکبیر اور بسملہ کے وصل اور فصل کے اعتبار سے کتنی وجوہ ہیں؟

جواب : تکبیر او بسملہ کے وصل و فصل کے اعتبار سے آٹھ وجہیں بنتی ہیں۔

(۱) سورۂ والضحیٰ کی آخری آیت سے تکبیر کا فصل اور بسملہ سے تکبیر کا وصل اور پھر بسملہ کا سورت اَلَمْ نَشْرَحْ سے وصل جیسے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ۔

(۲) سورۂ والضحیٰ کی آخر آیت پر وقف اور تکبیر کا وصل بسملہ سے اور بسملہ کا فصل سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ سے جیسے:

فَحَدِّثْ ۝ اَللّٰہُ اَکْبَرُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ اَلَمْ نَشْرَحْ

ان دونوں وجوہ میں یہ احتمال ہوتا ہے کہ تکبیر شروع سورۃ کے لیے ہے۔

(۳) سورۂ والضحیٰ کی آخر آیت سے تکبیر کا وصل اور تکبیر کا بسملہ سے فصل اور بسملہ اور سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ کا وصل جیسے:

فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَکْبَرُ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ۔ ۶

(۴) سورۂ والضحیٰ کی آخر آیت سے تکبیر کا وصل اور تکبیر کا بسملہ سے اور بسملہ کا سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ سے فصل جیسے:

فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَکْبَرُ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلَمْ نَشْرَحْ

ان دونوں وجوہ سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ تکبیر کا تعلق آخر سورۃ سے ہے۔

(۵) سورۂ والضحیٰ کا وصل تکبیر سے اور تکبیر کا وصل بسملہ سے اور بسملہ کا سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ سے وصل یعنی وصل کل جیسے:

فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَکْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ

(۶) سورۂ والضحیٰ تکبیر اور بسملہ کا فصل اور بسملہ اور سورۃ اَلَمْ نَشْرَحْ کا وصل جیسے:

فَحَدِّثْ ٥ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلَمْ نَشْرَحْ۔

(۷) تمام میں فصل جیسے:

فَحَدِّثْ ٥ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلَمْ نَشْرَحْ

ان تینوں وجوہ میں دونوں سورتوں کی جانب تکبیر کا احتمال ہوتا ہے۔

(۸) سورۂ والضحیٰ تکبیر اور بسملہ کا وصل اور سورۂ اَلَمْ نَشْرَحْ کا فصل جیسے:

فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَکْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ اَلَمْ نَشْرَحْ

یہ آٹھویں وجہ ناجائز ہے کیونکہ اس میں بسملہ کا تعلق سورہ والضحیٰ سے معلوم ہوتا ہے۔

یہ آٹھوں وجوہ ان پہلے دو اقوال کی مناسبت سے ہیں جن میں تکبیر آخر سورۃ الضحیٰ اور اوائل الانشراح سے شروع ہوتی ہے۔

استعاذہ۔ تکبیر اور بسملہ کے وصل وفصل کے اعتبار سے بننے والی وجوہ

سوال: تکبیر کے تیسرے قول کے اعتبار سے استعاذہ۔ تکبیر اور بسملہ کے وصل وفصل کی کتنی صورتیں بنتی ہیں؟

جواب: یہ ترتیب اس قول پر ہے جس میں تکبیر اول سورۃ الفاتحہ تا آخر القرآن تک ہے۔

(۱) فصل کل یعنی استعاذہ۔ تکبیر۔ بسملہ اور سورت چاروں کو علیحدہ علیحدہ پڑھنا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرْ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

(۲) وصل کل یعنی استعاذہ۔ تکبیر۔ بسملہ اور سورت چاروں کو ملا کر پڑھنا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

(۳) اَلرَّجِيْمْ پر وقف۔ تکبیر وبسملہ کا وصل۔ اَلرَّحِيْمْ پر وقف اور ابتداء آیت جیسے اَلرَّجِيْمْ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔

(۴) اَلرَّجِيْمْ پر وقف۔ تکبیر وبسملہ وآیت کا وصل جیسے:

اَلرَّجِيْمْ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

(۵) اَلرَّجِيْمْ وتکبیر کا فصل اور بسملہ وآیت کا وصل جیسے:

اَلرَّجِيْمْ ۝ اَللّٰهُ اَكْبَرْ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

(۶) استعاذہ وتکبیر وبسملہ کا وصل اور فصل ابتداء آیت جیسے:

اَلرَّجِيْمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

(۷) استعاذہ وتکبیر کا وصل اور بسملہ اور آیت کا وصل جیسے

اَلرَّجِيْمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُo بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

نوٹ: صاحب غیث النفع کے مطابق جن وجوہ میں استعاذہ کا لفظ اللہ کے ساتھ وصل ہو رہا ہے وہ وجوہ ناجائز ہیں اور ان کے ناجائز ہونے کی توجیہ باب الاستعاذہ میں بیان ہو چکی ہے۔

مگر زمانہ حال کے استاذ الشیخ عبدالفتاح العجمی المرصفی" اپنی کتاب ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری میں صاحب غیث النفع کے قول کا رد فرما رہے ہیں شیخ موصوف کے قول کے مطابق استعاذہ اور تکبیر دونوں کا وصل صحیح ہے" اس لیے کہ یہ دونوں غیر قرآن ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھئے ہدایۃ القاری الی تجوید کلام الباری للشیخ عبدالفتاح العجمی المرصفی" صفحہ ۶۱۲۔

سوال: اگر سورت کے اختتام پر تکبیر کہی جا رہی ہو تو پھر قطع قرآءت کی کیا نوعیت ہوگی؟

جواب: اگر تکبیر والی سورتوں میں سے کسی سورت پر قطع قرآءت کا ارادہ ہو اور سورت کے اختتام پر تکبیر کہہ رہا ہو تو آخر سورت پر تکبیر کہے اور پھر قطع قرآءت کرے۔

جیسے عَنِ النَّعِيْمِo اَللّٰهُ اَكْبَرُo صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

سوال: اگر سورت کے شروع پر تکبیر کہی جا رہی ہو تو پھر قطع قرآءت کی کیا نوعیت ہوگی؟

جواب: اگر اوائل سورت میں تکبیر کہی ہے تو قطع قرآءت کے وقت آخر سورت پر تکبیر نہ کہے۔

سوال: جن سورتوں کے آخر میں حرف ساکن ہے اس کو تکبیر سے ملا کر کیسے پڑھیں گے؟

جواب : جن سورتوں کے آخر میں حرف ساکن ہے تو اس ساکن حرف کو بہ سبب اجتماع ساکنین کسرہ دے کر لام اسم الجلالہ سے ملا کر پڑھیں گے اور ہمزہ وصلی بوجہ درج کلام حذف ہو گا جیسے:

فَحَدِّثِ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ فَارْغَبِ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ كُفُوًا اَحَدُ نِ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ تَوَّابًانِ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔

سوال : اگر سورت کا آخر متحرک حرف ہے تو تکبیر سے ملا کر کیسے پڑھیں گے؟

جواب : سورت کے آخر میں اگر حرف متحرک ہے تو اس کی اس حرکت کو تکبیر کے اسم الجلالہ میں ملا دیا جائے گا جیسے بِاَحْكَمِ الْحَاكِمِيْنَ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔

سوال : اگر آخر حرف ہائے ضمیر موصولہ ہے تو کیا کیا جائے؟

جواب : اگر آخر حرف ہائے ضمیر موصولہ ہے تو اس کا صلہ حذف کیا جائے گا مثلاً

لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ شَرًّا يَّرَهُ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔

سوال : اگر تہلیل وتحمید بھی تکبیر کے ساتھ پڑھی جارہی ہو اور سورۃ اولیٰ کا آخر حرف منون ہو تو کیا کیا جائے؟

جواب : اگر تہلیل وتکبیر وتحمید پڑھی جائے اور سورۃ اولیٰ کا آخر حرف منون ہو تو تنوین کا ادغام لام نافیہ میں کر کے پڑھا جائے گا یعنی كُفُوًا اَحَدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ يَا نَارٌ حَامِيَةٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وغیرہ۔

سوال : اگر تہلیل وتحمید وتکبیر پڑھی جائے اور سورۃ اولیٰ کا آخر حرف ساکن یا غیر منون ہو تو پھر کیا کیا جائے؟

جواب : اگر تہلیل وتکبیر وتحمید پڑھی جائے اور سورۃ والضحیٰ کا آخر حرف ساکن یا غیر منون ہو تو ایسی صورتوں میں ساکن ساکن رہے گا اور متحرک متحرک ہی پڑھا جائے گا اور ہائے ضمیر کا صلہ بھی بدستور باقی رہے گا۔

فصل سوم: الحال المرتحل

سوال : الحال المرتحل سے کیا مراد ہے؟

جواب : الحال المرتحل کا مطلب ہے کوئی مسافر جو اپنے سفر کو ختم کرے اور اپنی منزل مقصود پر پہنچ کر فوراً ہی دوسرے سفر کی تیاری کر کے روانہ ہو جائے۔

اور اصطلاح میں اس کا مطلب ہے کہ ایک قرآن مجید پورا پڑھ لینے کے بعد فوراً ہی دوسرا قرآن مجید بلا فصل شروع کر دے۔

سوال : الحال المرتحل کس طرح کیا جاتا ہے؟

جواب : قرآن مجید ختم کرنے کے بعد ہی فوراً اسی مجلس میں بغیر قطع قرآءت کیے ہوئے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات یعنی وَ اُولٰٓـئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھنا الحال المرتحل کہلاتا ہے۔

سوال : الحال المرتحل کی اصل کیا ہے؟

جواب : الحال المرتحل کی اصل یہ حدیث ہے:

عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زُرَارَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَیُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَی اللّٰهِ تَعَالٰی قَالَ "اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ" فَقَالَ مَا الْحَالُ الْمُرْتَحِلُ قَالَ فَتْحُ الْقُرْاٰنِ وَ خَتْمُهٗ صَاحِبُ الْقُرْآنِ يَضْرِبُ مِنْ اَوَّلِهٖ اِلٰی اٰخِرِهٖ وَمِنْ اٰخِرِهٖ اِلٰی اَوَّلِهٖ"۔

(الترمذی، والبیہقی فی شعب الایمان)

"حضرت قتادہؒ روایت کرتے ہیں حضرت زرارہؒ سے اور حضرت زرارہؒ روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے کہ آنحضرت ﷺ سے دریافت فرمایا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کون سا عمل اللہ کو محبوب ہے۔ آپ

ﷺ نے فرمایا: "اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ" آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا یا رسول اللہ ﷺ "اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ" سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن پڑھنے والے کا قرآن کو شروع کرنا اور ختم کرنا اور پڑھنا اول سے آخر تک اور آخر سے پھر اول تک۔"

سوال: اَلْحَالُ الْمُرْتَحِلُ کا حکم کیا ہے؟

جواب: الحال المرتحل یعنی سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات اَلْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھنا مستحب ہے فرض یا واجب نہیں۔ اس کو احب الاعمال اور افضل الاعمال کہا گیا ہے۔ مگر یہ بھی استحباب کے درجہ میں ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کتاب مکمل ہوئی۔ کوشش رہی ہے کہ سہو و خطا کا ارتکاب نہ ہو مگر اس کے باوجود لغزشوں کا ڈر ہے اہل علم اصلاح فرمائیں۔

یا اللہ! آپ غفور و رحیم ہیں میری لغزشوں کو معاف فرمائیں اور اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول و پذیرائی عطا فرمائیں۔ آمین یا رب العالمین

الحمد للہ رب العلمین و الصلوۃ و السلام علی سید المرسلین سیدنا و مولانا محمد و الہ و اصحابہ اجمعین.

خادم القرآن والطلاب

اظہار احمد تھانوی

استاذ کلیہ اصول الدین و الدعوہ

الجامعۃ الاسلامیۃ الدولیۃ

اسلام آباد - پاکستان

ماہ ربیع الاول

۱۴۰۸ھ

سوانح حیات

شیخ القراء والمجودین قاری اظہار احمد التھانویؒ

آپ ۹ ذیقعدہ ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء بروز منگل مشہور قصبے تھانہ بھون ضلع سہارنپور میں پیدا ہوئے والد ماجد کا نام حافظ محمد اعجاز احمد تھانویؒ تھا۔

ابتدائی تعلیم مدرسہ امداد العلوم جو خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں قائم تھا شروع ہوئی دس سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا' حفظ کے استاد خلیفہ اعجاز احمد صاحبؒ تھے۔ اس مدرسہ میں آپ نے فارسی' تاریخ' سیرت مبارکہ' حساب' خوشخطی' ابتدائی عربی' ادب' منطق' فقہ' کافیہ' فصول اکبری اور نفحۃ الیمن پڑھیں۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محی الدین بنگالیؒ۔ مولانا محمد شریف صاحبؒ۔ مولانا محمد عمران صاحبؒ۔ مولانا امیر احمد میرٹھی صاحبؒ۔ مولانا محمد مدثر صاحبؒ۔ حضرت مولانا مفتی محمد جمیل احمد تھانوی صاحبؒ جیسے اکابرین شامل تھے۔

۱۳۶۳ھ میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں داخلہ لیا ۱۳۶۶ھ میں دورہ حدیث فرمایا جس میں بخاری جلد اول اور ابوداود شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ۔ بخاری جلد ثانی و ترمذی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ۔ مسلم و طحاوی حضرت شیخ الحدیث مولانا منظور خان صاحبؒ۔ نسائی و ابن ماجہ حضرت مولانا محمد اسعد اللہ شاہ صاحبؒ۔ طحاوی اور ترمذی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الرحمٰن کاملپوری صاحبؒ۔ مشکوۃ حضرت مولانا مفتی قاری سعید احمد اجراڑوی صاحبؒ سے سماعت فرمائیں۔ ان اکابرین کے علاوہ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب کشمیریؒ۔ مولانا ظریف احمد صاحب پورقاضویؒ۔ مولانا امیر احمد کاندھلویؒ۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالشکور صاحب کاملپوریؒ۔ حضرت مولانا محمد زکریا قدوسی صاحبؒ اور حضرت مولانا

مفتی محمود الحسن صاحبؒ جیسے اکابرین وقت سے استفادہ فرمایا۔ شعبان ۱۳۶۶ھ میں مظاہر العلوم سے سند فراغت حاصل کی۔ اس دوران مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور میں شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالخالق صاحبؒ (برادر اکبر امام القراء حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ) سے بھی استفادہ فرماتے رہے۔

اکتوبر ۱۹۴۷ء میں پاکستان تشریف لائے اور مقدس مسجد پرانی انارکلی میں امامت وخطابت کا منصب سنبھال لیا۔

۱۹۵۲ء میں منشی فاضل اور ۱۹۵۴ء میں مولوی فاضل پنجاب یونیورسٹی سے کیا۔

۱۹۵۲ء میں دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں تدریسی خدمات انجام دینی شروع کی۔ امام القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ دارالعلوم اسلامیہ میں ۱۹۵۳ء میں تشریف لائے تو آپ نے ان سے روایت حفص۔ قراءات سبع اور قراءات عشرہ میں استفادہ فرمایا اور سند فراغت حاصل کی نیز اپنے استاذ مرحومؒ کے نائب کے طور پر تقریباً چار سال تک خدمات انجام دیں۔

۱۹۵۸ء میں حضرت امام القراءؒ نے دارالعلوم اسلامیہ سے علیحدگی اختیار فرما کر اپنا مدرسہ دارالترتیل والقراءات لٹن روڈ کا آغاز فرمایا۔ تو حضرت قاری صاحب حضرت مولانا سید داود غزنویؒ کی دعوت پر مدرسہ تجوید القرآن جامعہ مسجد چینیانوالی میں تشریف لے آئے۔ اور یہاں ۱۹۶۳ء تک تجوید وقراءت کی تدریسی خدمات انجام دیں۔

۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء مطابق ۱۳۷۹ھ بروز منگل حضرت قاری المقری عبدالمالک صاحبؒ نے رحلت فرمائی۔ ۱۹۶۱ء میں مقدس مسجد کی امامت وخطابت ترک کر کے آپ نے جامع مسجد چوبرجی کوارٹرز ملتان روڈ میں امامت وخطابت کا منصب سنبھال لیا جہاں آپ اپنی رحلت ۱۹۹۱ء تک خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۹۶۳ء میں حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کی دعوت پر مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور میں تشریف لائے اور اپنی رحلت تک یہاں خدمات انجام دیتے رہے۔

۱۹۸۱ء میں انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کا آغاز ہوا تو آپ تجوید و قراءت، حدیث، تفسیر اور فقہ کے استاذ کے طور پر خدمات کی انجام دہی کے لیے مقرر ہوئے۔

۱۹۶۹ء کو الالپور ملائیشیا اور ۱۹۸۴ء میں المکۃ المکرّمہ سعودی عرب میں عالمی مقابلہ حسن قراءت میں بطور جج کے آپ کی تقرری ہوئی۔ ۱۹۷۴ء میں حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۸۸ء میں حکومت پاکستان نے آپ کو تمغہ حسن کارکردگی سے نوازا۔

۱۷ دسمبر ۱۹۹۱ء مطابق ۱۰ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ بروز منگل آپ نے رحلت فرمائی آپ کو قبرستان میانی صاحب بہاول شیر روڈ نزد چوک چوبرجی سپرد خاک کیا گیا۔

آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور جو اندرون و بیرون ملک خدمات انجام دے رہے ہیں ان میں سے چند مشہور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں:

قاری عبدالرحمٰن ڈیروی صاحبؒ۔ قاری احمد میاں تھانوی صاحبؒ۔ قاری عطاء اللہ ڈیروی صاحبؒ۔ قاری محمد ادریس العاصم صاحب۔ قاری عبدالباعث صاحب سواتی۔ قاری بزرگ شاہ الازہری۔ قاری تاج افسر اسلام آباد۔ قاری محمد حاجی صاحب۔ قاری مومن شاہ صاحب اور قاری فقیر محمد مردانی صاحبؒ۔ قاری امین اللہ سواتی صاحب۔ قاری ولی اللہ عثمانی صاحب۔ قاری محمد صادق افغانی۔ قاری عبدالسار صاحب اور قاری عثمان انور صاحب وغیرہم قابل ذکر ہیں۔

آپ نے درج ذیل تصنیفات یادگار چھوڑیں:

علوم حدیث میں (۱) اخلاق محمدی۔ (۲) تقاریر ابوداود شریف۔ علم فقہ میں (۳) پیغام رمضان۔ تجوید میں (۴) جمال القرآن۔ (۵) تیسیر التجوید اور (۶) ہدیۃ الوحید کے حواشی۔ (۷) مقدمۃ الجزریہ اور (۸) تحفۃ الاطفال کے تراجم۔ (۹) مجموعہ نادرہ۔ (۱۰) خلاصۃ التجوید۔ (۱۱) المرشد فی مسائل التجوید و الوقف۔ (۱۲) ترجمہ الحواشی المفہمہ شرح المقدمۃ الجزریہ۔ (۱۳) الجواہر النقیہ شرح المقدمۃ الجزریہ۔ (۱۴) شرح شاطبیہ۔ (۱۵) امانیہ شرح شاطبیہ۔ (۱۶) توضیح المرام فی وقف حمزۃ وہشام۔ (۱۷) حواشی تنشیط الطبع فی اجراء السبع۔ (۱۸) تصحیح وتبویب واضافہ تشریح المعانی شرح شاطبیہ عربی مؤلفہ حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ۔ (۱۹) حواشی الدرۃ شرح السمنودی۔ (۲۰) الدراری شرح الدرۃ المضیئۃ۔ (۲۱) ایضاح المقاصد شرح رائیہ۔ (۲۲) دائمی اوقات نماز اور سند قراءات سے متعلق کتاب (۲۳) شجرۃ الاساتذہ جیسی علمی یادگاریں شامل ہیں۔ اس کے علاوہ (۲۴) ''حضرت عثمانؓ'' مصری مصنف کی کتاب کا اردو ترجمہ (۲۵) عباس محمود عقاد کی کتاب ''اللہ'' کا اردو ترجمہ اور (۲۶) ''رحمۃ الاسلام للنساء'' کا اردو ترجمہ بھی حضرت قاری صاحبؒ کے قلم سے ہے۔

آپ کی مفصل اور ضخیم سوانح ''تذکرہ منبع علوم وفنون'' کے نام سے مرتب ہوئی ہے جس میں آپ کے تلامذہ اور رفقاء کے قیمتی اور علمی مضامین شامل ہیں۔

آپ کی تاریخ وفات اس طرح ہے:

جَزَآءَ هُمُ الْمَغْفِرَةُ /۱۴۱۲ھ

قاری اظہار احمد تھانوی ''ماجد'' /۱۹۹۱

(رحمۃ اللہ تعالی علیہ)

فہرست

☆☆☆